اسلام علیکم !
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری
پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاٹسیپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

https://wa.me/923444499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

# For Free Ebook Novels Link

**https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE**

# مکمل ناول

# TERY LIYE

## Ayat Fatima

اس وقت خانزادہ ہاؤس میں خوب ہلا گلا لگا ہوا تھا۔سب لڑکیاں لاؤنج میں مزے سے بیٹھیں باتوں میں مگن تھیں۔اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں سارے مرد حضرات بھی پہنچنے والے تھے۔

اس لیے تمام عورتیں کچن میں لگی کھانے کا انتظام دیکھ رہی تھیں۔

"میں سوچ رہی تھی لالہ اتے ہیں تو ہم اُن سے اجازت لے کر شاپنگ پر چلتے ہیں۔۔۔۔۔"

پلوشے نے اچانک سے پلین ترتیب دیا تو میہروش جھٹ سے بولی۔

"ہاں ضرور میرا ابھی کافی دل کر رہا ہے کہیں باہر جانے کا"

اُس کی بات پر باقی تینوں نے بھی سر ہلائے۔

"مجھے تو نہیں لگتا ارمان لالہ اجازت دیں گے۔۔۔ لیکن اگر مرحا اُن سے اجازت لے تو پھر تو وو"

سیرت نے مرحا کو تنگ کرتے بات ادھوری چھوڑی تو مرحا نے اُسے گھورتے ہوئے صوفے سے کشن اٹھا کر اُسے مارا۔

"جی نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں ہی جانا ہے تو خود کو اجازت نہیں تو میری بلا سے گھر ہی بیٹھی رہو"

مرحا نے ہری جھنڈی دکھائی تو اُن تینوں نے اکٹھے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے اگر تم اجازت نہیں لو گی تو ہم تمہیں اپنے ساتھ بھی نہیں لے جائیں گے۔۔۔ باقی تم پر ہے شاپنگ کرنی ہے یا نہیں"

پلوشے نے اُسے دھمکی دینے کے ساتھ ہی لالچ دی تو مرحا روہانسی ہو کر انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"تم سب جانتی بھی ہو اُنہیں میں پسند نہیں ہوں۔۔۔ پھر میں کیسے اُن سے اجازت لوں اور اگر میں اجازت لینے گئی بھی تو اُنھوں نے ہمیں بلکل باہر نہیں جانے دینا۔۔۔ اس لیے تم لوگ خود ہی اُن سے بات کرو۔ وہ تم لوگوں کی کوئی بات نہیں ٹالتے"

اُس کی بات پر تینوں نے افسوس سے اُسے دیکھا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

ارمان خانزادہ اُن سب سے بہت پیار کرتا تھا مگر اُسے بغیر کسی وجہ کے مرحا سے شدید قسم کی چیڑ تھی۔

وہ لوگ اب یہ سوچنے میں غلطاں تھیں کے اب کیا کیا جائے۔

کچھ دیر میں باری باری سب مرد لاؤنج میں داخل ہوتے دکھائی دیے۔ازمیر خانزادہ نے مرحا کے پاس آکر ہمیشہ کی طرح اس کے سر پر پیار کیا تو وہ اُن کی محبت پر مسکرائی۔

"کیسا ہے میرا بچہ"

وہ شفقت سے بولے۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ارمان خانزادہ نے کوفت سے یہ منظر دیکھا اور آگے بڑھ کر باقی تینوں کو پیار دیتا شان بے نیازی سے صوفے پر براجماں ہو گیا۔

"بابا میں بلکل ٹھیک ہوں آپ بیٹھیں میں پانی لاتی ہوں"

وہ احترام سے کہتی کچن میں چلی گئی تو ازمیر خانزادہ بھی اُن تینوں کو پیار کر کے مسکراتے ہوئے ارمان کے پاس بیٹھے۔

" مرحابیٹا آگئے سب ؟ "

شائستہ بیگم نے اُسے گلاس ٹرے میں رکھتے دیکھ پوچھا تو اُس نے اُنہیں دیکھا۔

" جی تائی جان سب پہنچ گئے ہیں"

اُس کے جواب پر شائستہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ بھی ٹرے اٹھاتی باہر نکلی۔

اس نے باری باری سب کے آگے ٹرے کی تو سب گلاس اٹھاتے گئے۔جب آخر میں وہ ارمان کے پاس ائی تو وہ اُسے اگنور کرتا اپنے سیل میں بزی ہو گیا۔

مرحا بھی خفت سے گلاس لیتی کچن میں ائی۔

سب کھانا کھا رہے تھے تبھی پلوشے ہلکا پھلکا ماحول دیکھتی بولی۔

"بڑے بابا کیا ہم سب شاپنگ پر چلی جائیں ڈنر کے بعد"

اُس کی آنکھوں میں اِلتجا دیکھ کر از میر خانزادہ نے اثبات میں سر ہلا یا۔

"بیٹا گارڈز کو ساتھ لیتے جانا۔۔۔اس ٹائم لڑکیوں کا اکیلے باہر جانا مناسب نہیں"

اُنھوں نے تنبیہہ کی تو وہ چاروں خوشی سے اٹھ کر اوپر تیار ہونے بھاگیں۔

"پاگل ہیں یہ بھی"

نورین بیگم نے اُن کی جلد بازی پر چوٹ کی تو سب مسکراتے ہوئے کھانا کھانے لگے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اکرم خانزادہ اور حبیب خانزادہ دونوں بھائی تھے۔ دونوں کو کافی زمینیں وراثت میں ملی تھیں۔ دونوں بھائیوں میں مثالی پیار تھا۔ ہر موقع پر ایک دوسرے کے لیے کچھ بھی کرنے پر تیار رہتے تھے۔

دونوں کی شادیاں والدین کی مرضی سے ہوئیں اور قسمت سے دونوں کی بیویاں ہی اچھی ثابت ہوئیں۔

شادیوں کے بعد دونوں بھائیوں نے احتیاطاً الگ الگ حویلیاں بنوالیں۔

اکرم خانزادہ بڑے تھے۔اُن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ (سب سے بڑے بیٹے ازمیر ہیں جن کی بیوی شائستہ ہیں۔اُن دونوں کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔سب سے بڑا بیٹا بہرام خانزادہ جو خاندان کا سب سے پہلا وارث ہے اور اب اٹھائیس سال کا ہونے والا ہے۔اس کے بعد ارمان خانزادہ جو چھبیس سال کا ہے اور آخر میں مہروش جو تئیس برس کی ہے)۔

اُس کے بعد نادیہ اکرم خانزادہ کی اکلوتی بیٹی تھیں جنہوں نے بے پناہ محبت کے باوجود اُن کی عزت کی پرواہ کیے بغیر گھر سے بھاگ کے شادی کی تھی۔۔۔

شادی کے چار سال بعد ہی اُن کی شوہر سمیت موت کی خبر خانزادہ ہاؤس میں پہنچی تھی۔

پھر اُنہیں پتہ چلا کہ اُن کی ایک بیٹی بھی ہے جسے اُس کے خاندان والے رکھنا نہیں چاہتے تو اکرم خانزادہ اُسے بھی حویلی لے ائے تھے۔

ماں کی کی گئی غلطی کا بدلہ وہ اُس ناسمجھ بچی سے کیوں کر لیتے۔

اب بائیس سالہ مرحا بھی حویلی رہ رہی ہے۔

سب سے آخر میں اکرم شاہ کے بیٹے زبیر خانزادہ ہیں جن کی صرف دو بیٹیاں ہیں بڑی بیٹی سیرت چوبیس سال کی ہے اور چھوٹی بیٹی پلوشے بائیس سال کی ہے۔

اب اتے ہیں حبیب خانزادہ کی طرف تو اللہ نے انہیں صرف ایک بیٹے علی خانزادہ سے ہی نوازا تھا۔

علی خانزادہ کی شادی سمرین بیگم سے ہوئی تھی اور اب ماہر خانزادہ اُن دونوں کا اکلوتا چشم وچراغ تھا۔ جو ستائیس سال کا ہو چکا تھا۔

البتہ اب اکرم خانزادہ اور اُن کی بیوی سمینہ خانزادہ حیات نہیں ہیں اور حبیب خانزادہ کی بیوی نور بیگم بھی کینسر کے وجہ سے وفات پا چکی ہیں۔

---------------------------------------

----

ارمان اس وقت اپنی جگری دوست احتشام کے ساتھ شکار پر آیا تھا۔دو دونوں بچپن سے ہی ساتھ تھے۔

احتشام ازمیر خانزادہ کے دوست کا بیٹا ہے جو اُن کی حویلی سے دو منٹ کے فاصلے پر ہی قیام پذیر ہیں۔

وہ دونوں اپنی ہر بات ایک دوسرے سے کہہ دیا کرتے ہیں۔

آج بڑی مشکل سے ارمان اپنے لالہ سے اجازت لے کر جنگل کی طرف آیا تھا۔

"بھابھی کیسی ہیں؟"

احتشام نے اُسے چھیڑنے کی خاطر کہا اس وقت وہ دونوں بندوقیں لیے جنگل کے بیچ و بیچ پیدل چلتے کوئی شکار ڈھونڈ رہے تھے۔

"بکواس نہ کر"

ارمان جان چھڑوانے والے انداز میں بولا تو اس نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ بے وجہ کی نفرت چھوڑ دے یار۔ بیوی ہے تیری"

احتشام نے اُسے سمجھانا چاہا۔

ارمان رک کر اُسے گھورنے لگا تو وہ بھی کان پکڑتا اُس کا بازو تھام کے چلنے لگا۔

ابھی وہ دونوں تھوڑا آگے آئے ہی تھے کے اچانک فضا میں تین تین گولیوں کی آواز گونجی۔

ارمان نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اُس کا بھائی اُس کا یار احتشام دل کے مقام پر ہاتھ رکھتا نیچے گرتا چلا گیا۔

ارمان تیزی سے اُس کے پاس آیا۔ اُس کا خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ارمان نے پاس سا کر اُس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

"احـ۔۔۔احتشام اٹھ یار۔۔۔یوں مت کر میرے

ساتھ۔۔۔۔احتشام،احتشام"

وہ چلاتا رہا تبھی احتشام نے آخری ہچکی لی اور اُس کا سر ارمان کی گود

سے ڈھلک کے نیچے زمین پر گرا۔

ابھی ارمان کچھ سوچتا یا کرتا کے آویز شاہ کافی آدمیوں کے ساتھ

بھاگتا ہوا ان تک پہنچا۔

اپنے لاڈلے بھائی کی حالت دیکھ کر اُسے لگا اُس کا دل کسی نے تیز

دھار چھری چیر دیا ہو۔

اُس کے آدمی اگے بڑھتے احتشام کو اٹھانے لگے۔

آویز شاہ کی نظر نیچے بیٹھے ارمان خانزادہ پر گئی تو وہ غم و غصے سے

بلبلاتا اُس تک پہنچا اُسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

کیوں مارا تم نے میرے بھائی کو۔۔۔کیا دشمنی تھی تمہاری "

"اُس سے۔۔۔۔جواب دو مجھے

آویز شاہ کی دھاڑ پر ارمان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

آویز لالہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔میں کیوں ماروں گا"

احتشام کو ہم تو بس شکار کے لیئے ائے تھے اچانک گولیوں کی آواز

پر میں نے دیکھا تو احتشام نیچے گر رہا تھا۔۔۔لالہ میں نے کچھ

"نہیں کیا آپ غلط سوچ رہے ہیں

ارمان پریشانی سے اُسے بتانے لگا مگر آویز شاہ ابھی بھی سرخ

نظروں سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔۔۔۔تم نے ہے مارا"

ہے میرے بھائی کو۔۔اب تم بھی تیار رہنا آج نہیں تو کل تم بھی

"ایسے ہی میرے ہاتھوں مروگے

آویز غصے سے کہتا احتشام کے پیچھے گیا۔

جبکہ ارمان پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کے رہ گیا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

اس وقت خانزادہ ہاؤس میں سب پریشان سے بیٹھے تھے۔ارمان نے آکر سب کو آج کا واقع سنایا تو سب ہی ہول اٹھے تھے۔

ایک طرف احتشام کی موت کا صدمہ تھا تو دوسری طرف ارمان پر بیقصور ہوتے ہوئے بھی الزام لگنے کی فکر مندی تھی۔

سب ہی جانتے تھے ارمان ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن احتشام کے گھر والے یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھے۔

اُنھوں نے آج شام پنچایت بیٹھانے کا اعلان کروا دیا تھا۔

پولیس کا کہنا تھا کہ گولیاں ارمان کی بندوق سے ہی چلی ہیں حالانکہ یہ سراسر جھوٹ تھا۔

لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے نہ چاہتے ہوئے بھی اُنہیں پنچایت میں ہوئے فیصلے کی ہی ماننا تھا۔

ابھی وہ لوگ سوچ بچار کر رہے تھے کہ حبیب خانزادہ کے ساتھ علی اور ماہر خانزادہ بھی اُن کے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"کیا سوچا ہے تم لوگوں نے تینوں میں سے کون سا راستہ چنو گے"

حبیب صاحب صوفے اور بیٹھتے ساتھ ہی بولے۔

سب ہی واقف تھے کے پنچایت اس طرح کے معاملات میں تین رستے فراہم کرتی ہے۔

پہلا خون کا بدلے خون سے یعنی قاتل کو بھی مظلوم کے خاندان والے قتل کر سکتے ہیں۔

دوسرا خون بہا میں قاتل کے گھر سے کسی لڑکی کا مظلوم کے کسی بھائی یا کزن سے نکاح کر وادیا جاتا ہے آگے چاہے وہ اُس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

اور تیسرا اور آخری رستہ یہ ہوتا ہے کے اگر مظلوم کے گھر والے راضی ہو جائیں تو منہ مانگی رقم لے دے کر ہی مسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

"ہمارا تو یہی ارادہ ہے کسی طرح پیسے لے دے کر ہی معاملہ حل کر لیا جائے۔۔۔۔حالانکہ ارمان نے کچھ نہیں کیا مگر پیسے دینے سے کچھ نہیں ہو گا چلو اس مسلے سے جان چھوٹ جائے گی"

زبیر خانزادہ ازحد سنجیدگی سے گویا ہوئے تو علی خانزادہ نے اُن کی طرف دیکھا۔

"میرا نہیں خیال کے اذلان شاہ بیٹے کی موت کو پیسوں میں تولے گا۔۔۔۔یقیناً وہ لوگ ارمان کی جان یا خون بہا میں کسی بچی کا مطالبہ کریں گے"

علی شاہ کی بات پر سب فکر مند ہوئے۔

"میں بیغیرت نہیں ہوں کے اپنی وجہ سے کسی معصوم کی زندگی تباہ کروں۔۔۔۔اگر اُنہیں میری جان چاہیے تو مجھے کوئی مسلہ نہیں ہے۔۔لیکن میری بیوی یہ بہنوں کا نام بھی اُن کی زبان سے نکلا تو اس دفعہ میں واقعی کوئی قتل کر بیٹھوں گا"

ارمان شاہ غصے سے چیخا تو سب نے ہے چونک کر اُسے دیکھا۔ اُس کی بات پر سب خواتین تو آنسو بہانے لگی تھیں جبکہ مرد حضرات ہمت سے کام لے رہے تھے۔

"تمہیں جذباتی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے سنا تم نے ؟۔۔۔ہم کوشش کریں گے وہ رقم پر مان جائیں لیکن اگر وہ نہ مانے تو مجبوراً ہمیں حویلی کی کسی بیٹی کو خون بہا میں دینا ہو گا تم

بھی وہاں خاموش رہنا۔یوں جوان بیٹے کا قتل نہیں کروا سکتے ہم"

ازمیر خانزادہ غصے سے اُسے دیکھتے ہوئے بولے تو اُس نے سرخ انکھوں سے اُنہیں دیکھا۔

ابھی وہ آگ اُگلتا کے خوبصورت سے نسوانی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔

"بابام۔۔۔میں تیار ہوں خون بہا میں جانے کے لیے"

مرحا دل پر پتھر رکھتی بھرائی آواز میں بولی۔اُسے کہاں برداشت تھی محبوب کی موت۔اس کی بات پر سب نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ابھی کوئی کچھ کہتا کے ارمان خانزادہ آندھی طوفان بنا اس تک پہنچا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارمان خانزادہ نے کھینچ کر سب کے سامنے تھپڑ اُس کے چہرے پر رسید کیا تھا۔

تم سے کسی نے مشورہ مانگا ہے؟...بڑوں کی بات میں تمہارا "بکواس کرنے کا مقصد۔۔ہاں؟۔۔۔دفعہ ہو جاؤ اپنے کمرے میں"۔۔۔۔۔۔

وہ اس قدر غصے سے بولا تھا کے تھا کے سب ہی حیران رہ گئے۔

بہرام خانزادہ غصے سے اُس کے پاس آیا۔

مرحا جو آنکھوں میں آنسو لیے اپنی گال پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی تیزی سے اوپر کی جانب بھاگی۔

"تمہیں شرم نہیں آئی یوں اُس پر ہاتھ اٹھاتے"

بہرام غصے سے بولا لیکن ارمان اُسے نظرانداز کرتا واپس اپنی جگہ پر آیا۔

"یہ کیا حرکت تھی ارمان خانزادہ"

ازمیر خانزادہ ڈھاڑے۔

"بابا میں آپ کو بتا رہا ہوں میں اپنی جان دے سکتا ہوں عزت نہیں۔۔۔۔اس قدر بیغیرت لگتا ہوں میں اسے کے اپنی جان بچانے کی خاطر اسے طلاق دے کر کسی اور کی جھولی میں ڈال دوں گا"

وہ سرخ نظروں سے بولا۔

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی بیٹا اٹھو اب پنچایت کا وقت ہونے والا ہے"

علی خانزادہ نے اٹھتے ہوئے کہا تو باقی اسک خانزادے بھی باہر کی طرف بڑھے۔

سب خواتین بیٹھی روتی ہوئیں اللہ سے خیر کی دعائیں مانگنے لگی تھیں۔

جبکہ سیرت، پلوشے اور مہروش مرحا کے پاس اوپر کی طرف چلی گئی تھیں تاکہ اُسے سمبھال سکیں۔

-----------------------------------------

اس وقت وہ سب ایک بڑے سے میدان میں موجود تھے۔ ہے طرف قطاروں میں چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔

ایک طرف خانزادہ اور اُن کے بلکل سامنے ہی شاہ بیٹھے تھے۔

ایک سائڈ پر دو تخت رکھے تھے جس پر پنچایت کے موزیز بزرگ فیصلہ کرنے کے لیے براجمان تھے۔

سب باتیں ہو چکی تھیں۔ خنزادوں کے بہت بار کہنے کے باوجود آویز خان رقم کے لین دین پر نہیں مانا تھا۔ اب بزرگوں نے شاہوں کو فیصلے کا حق دیا تھا کے وہ جو چاہتے ہیں وہی طلب کریں۔

"ہمیں ارمان خانزادہ کی منکوحہ یا ہمشیرہ خون بہا میں چاہیے"

اذلان شاہ کے پر اطمینان جواب پر ارمان غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ نہ ممکن ہے ابھی اور اسی وقت مجھے قتل کر دو مگر میری "عزتوں کے بارے میں یہ سوچنا بھی مت"

ارمان دھاڑا تو ازمیر خانزادہ نے اٹھ کر اُسے بازو سے تھام کے آنکھیں دکھائیں۔

لیکن اُس نے کوئی اثر نہ لیا۔

ٹھیک ہے کل شام ہی ہم اپنی بیٹی کا نکاح حیات شاہ سے کروا دیں گے"

(ازلان شاہ اور ندیم شاہ بھائی ہیں۔ازلان شاہ کا بڑا بیٹا آویز شاہ اکتیس سال کا ہے جس کی شادی کے بعد اُس کی بیوی وفات پا چکی ہے اب اُس کا ایک ایک سالہ بیٹا ہے روحان اُس کے بعد اُن کا دوسرا بیٹا احتشام تھا پھر آخر میں ایک بیٹی سوہا ہے جو پچیس سال کی ہے اور شادی شدہ ہے۔۔۔۔۔ندیم شاہ کے دو بیٹے ہیں بڑا بیٹا میر جس کی شادی سوہا سے ہوئی ہے پھر حیات جو ستائیس سال کا ہے)

ازمیر خانزادہ کی بات پر ارمان لہو چھلکاتی نظروں سے انہیں دیکھتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"آپ۔۔۔ ابھی نہیں کل شام نہیں اور گا کروں نکاح میں نہیں حیات بلوائیں اپنی لڑکی"

آویز شاہ سنجیدگی سے سخت غصے میں بولا تو سب نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔

"آویز بیٹا تم "

ابھی زبیر خانزادہ اپنی بات مکمل کرتے کے ایک بزرگ بولے۔

"خان صاحب جیسا احتشام شاہ کے گھر والے چاہیں گے ویسا ہی ہو گا"

ازمیر خانزادہ نے اُن کی بات پر سر ہلایا۔

"جی ہم کچھ دیر میں اپنی بیٹی لاتے ہیں۔۔۔ آپ انتظار کریں"

ازمیر خانزادہ نے کہااور گاڑی کی طرف بڑھے پیچھے باقی خانزادے بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر حویلی کے لیے نکلے تھے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

"مہروش کہاں ہے اسے بلاؤ ادھر میرے پاس"

ازمیر خانزادہ نے شائستہ بیگم کے ستے چہرے سے نظریں چراتے کہا۔

شائستہ بیگم کو اُن کے لہجے سے ہی لگ رہا تھا کے وہ اُن کی بیٹی قربان کر رہے ہیں۔

ماں تھیں بیٹے کو بھی ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی تھیں اور بیٹی کو بھی جو اب ممکن نہیں تھا۔ کسی ایک کی قربانی تو دینی ہی تھی۔

اُن کی آنکھیں کے اگے مہروش کا معصوم چہرہ جھلملایا تو وہ اپنی پھول سے بیٹی کو اُس آگ میں جھونکنے کا سوچ کر ہی تڑپ اُٹھیں۔

بچپن سے ہی وہ بھائیوں اور باپ کی لاڈلی تھی کبھی اُنھوں میں اسے ایک خراش بھی نہیں آنے ڈی تھی۔

جانتی تھیں خون بہا میں دینے والی لڑکی کے ساتھ کیا ہوتا Oو ہے۔

شائستہ بیگم نے بمشکل خود پر قابو پایا۔

"جی میں بلاتی ہوں اسے"

وہ کہتی ہوئی اوپر آئیں۔کے کمرے میں وہ سب پریشان سے بیٹھی تھیں۔

شائستہ بیگم نے بغیر ایک نظر مہروش پر ڈالے اُن چاروں کو ہی نیچے آنے کا کہا اور خود بھی نیچے آئیں۔

جہاں سب ہی موجود تھے سوائے ارمان خانزادہ کے جو اپنے کمرے میں تھا۔

وہ چاروں آکر ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ازمیر خانزادہ نے مہروش کا رویا رویا چہرہ دیکھا تو دل میں درد سا اٹھا۔

وہیں بہرام خانزادہ نے اُسے دیکھ کر تکلیف سے لب بھینچے تھے۔

"لالا کی جان یہاں آئے اپنے لالا کے پاس"

بہرام خانزادہ محبت سے بولا تو مہروش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

سب کی نظریں خود پر پا کے ہی وہ سمجھ چکی تھی کے آج وہ ان سب سے شاید آخری دفعہ ملے گی۔

وہ اپنی آنکھیں صاف کرتی بھاگ کر بہرام شاہ کے پاس بیٹھی تو بہرام نے اسے سینے میں بھینچا تھا۔

مہروش بھائی کے سینے سے لگتی ہی زور زور سے رونے لگی تھی۔

سب ہی اُس کی حالت اور ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے۔

بس میری گڑیا، میرا بچہ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔انشاءاللہ " میں بہت جلد مجرم کو ثبوتوں سمیت ڈھونڈ کر سب کے سامنے لاؤں گا اور اپنی جان کو حویلی لے آؤں گا "

بہرام شاہ اُس کے بال سہلاتا ہوا بولا۔تو وہ اُس سے الگ ہوئی۔

لالا مجھے۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا"

ہے۔۔مم۔۔میں۔۔کیسے۔۔رہوں۔گی۔۔آپ۔۔سب۔

"کے۔بغیر

وہ روتی ہوئی بولی تو از میر خانزادہ بھی اُس کے پاس آ بیٹھے۔

اُسے کندھوں سے تھام کر سینے سے لگایا تو وہ پھر سے زار و قطار

رونے لگی۔

"بب۔۔بابا۔۔پلیز۔۔مجھے۔۔مجھے۔کہیں۔مت۔بھیجیں۔۔

۔میں۔میں۔مر۔۔جاؤں۔گی۔باباجان

"میں۔سچ۔میں۔۔۔مر۔جاؤں گی

وہ ٹوٹتی ہوئی بولی تو از میر خانزادہ نے اُسے خود سے الگ کر کے

اُس کی دونوں آنکھیں صاف کر کے چومیں۔

"کچھ نہیں ہو گا میری گڑیا۔۔۔آپ کو یقین ہے ناں اپنے بھائیوں پر اپنے بابا پر۔۔۔ ہمم۔۔۔۔کچھ دنوں میں ہی ہم ارمان کو بے گناہ ثابت کر لیں گے پھر میرا بیٹا واپس آجائے گا ہمارے پاس۔۔۔۔اب آپ کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی گرا تو میں سمجھ لوں گا آپ ہم سب پر یقین نہیں کرتی"

ازمیر خانزادہ نے محبت سے کہا تو وہ واقعی خاموش ہوئی۔

پھر آہستہ آہستہ سب سے ملی آخر میں مرحا کے پاس ائی اور اُس کی آنکھیں صاف کیں۔

"تم دیکھنا میں بہت جلد واپس آجاؤں گی پھر ہم بہت دھوم دھام سے تمھاری شادی کریں گے۔۔۔۔تم بلکل بھی مت رونا۔۔ تمہیں یقین ہے نہ سب پر"

وہ خود پر ضبط کرتی اُسے تسلی دیتی ہوئی بولی۔ مرحا نے افسوس سے اُسے دیکھا اور زور سے اُسے خود سے لگایا۔

"تم اُن لوگوں کے سامنے بلکل بھی کمزور مت پڑنا تم مضبوط رہو گی تو وہ خود تم سے دور رہیں گے"

وہ پیار سے اُسے سمجھانے لگی۔

"مہروش بچے آؤ اب چلیں"

علی خانزادہ وقت کا احساس کرتے بولے تو وہ اثبات میں سے ہلاتی چادر اوڑھ کر اُن سب کے ساتھ گاڑیوں کی طرف آئی۔

وہ بہرام شاہ کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوئی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی تمام گاڑیاں ایک میدان میں رکیں۔

بہرام شاہ نے باہر آکر اُسے کندھوں سے تھام کر گاڑی سے باہر نکالا۔

وہ سب آگے بڑھے جہاں شاہ ابھی بھی بیٹھے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔

بہرام شاہ کے ساتھ موجود صنف نازک کو چادر میں لپٹے، کانپتے دیکھ آویز شاہ نے تمسخر سے مسکراتے نظریں پھیری تھیں۔

"مولوی صاحب نکاح شروع کریں"

ازلان شاہ کی بات پر مولوی صاحب آکر ایک چارپائی اور بیٹھے۔

اُن کے ساتھ والی چارپائی اور بہرام مہروش کو بٹھا کے خود بھی بیٹھا۔مہروش کی دوسری طرف ازمیر خانزادہ بیٹھے۔

اُن کی بائیں جانب والی چارپائی پر آویز شاہ آکر اپنی بھرپور وجاہت کے ساتھ بیٹھا تو مولوی صاحب نے نکاح شروع کیا۔

اُنھوں نے مہروش سے اُس کی مرضی پوچھی تو وہ بہرام شاہ کا ہاتھ سختی سے تھامتی رونے لگی۔ بہرام شاہ نے اُس کے کندھوں کے گرد بازو پھیلایا۔

ابھی وہ اُسے سمجھاتا کہ آویز شاہ جو نہ گواری سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اچانک غرایا۔

"وقت نہیں ہے ہمارے پاس جلدی سے کام ختم کرو"

اُس کی آواز پر مہروش ڈرتی ہوئی بہرام کے سینے میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی تو بہرام خانزادہ نے گھور کر آویز شاہ کو دیکھا۔

پھر مہروش کو خود سے الگ کیا اور اُس کی پیشانی چوم کر آنکھوں سے اُسے اشارہ کیا تو وہ خاموش ہوئی۔

آخر کار ایجاب و قبول کا مرحلہ طے پایا تو آویز شاہ نے روتی ہوئی مہروش کو بازو سے گھسیٹ کر اپنی گاڑی کی بیک سیٹ پر پھینکا اور

خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا اور گاڑی وہاں سے تیزی سے نکال کر لے گیا۔

باقی سب بھی خاموشی سے حویلی کے لئے نکلے تھے۔

---------------------------------------

--

گاڑی ایک خوبصورت سے حویلی کے پورچ میں رکی تو مہروش نے ایک نظر آویز شاہ کی پشت پر ڈالی جو کچھ منٹ پہلے ہی اُس کے شوہر کے عہدے پر فائز ہوا تھا لیکن وہ ابھی تک اُسے دیکھ نہیں پائی تھی۔

نہ ہی وہ اُسے دیکھنا چاہتی تھی وہ تو بس یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

وہ پریشانی سے آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

پتہ وہ لوگ اُس کے ساتھ کیسا سلوک کرتے۔

آویز شاہ گاڑی سے نکل کر حویلی کی جانب بڑھ گیا۔

وہ خود باہر نکلنے کہا سوچ ہی رہی تھی کے ایک عمر رسیدہ ملازمہ اُس کے پاس ائی۔

"آئیں میں آپ کو اندر لے چلوں"

وہ مسکرا کر عام سے لہجے میں بولی تو مہروش بھی سے ہلاتی اُس کی قیادت میں چلنے لگی۔

اُس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو وہاں ایک صوفے پر ایک لڑکی سنجیدہ سی بیٹھی تھی۔

جبکہ دوسرے صوفے پر دو عورتیں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔

اُسے ملازمہ کے ساتھ اندر آتے دیکھ وہ سب اُس کی طرف متوجہ ہوئیں تو وہ اُن کے قریب جاتی سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"آؤ یہاں بیٹھو میرے پاس"

اُن میں سے ایک عورت شفقت سے گویا ہوئیں تو مہروش نے حیرت سے اُنہیں دیکھا۔

اُسے اُن کا نرم لہجہ کچھ ہضم نہیں ہو رہا تھا ابھی کل ہی تو اُن کے بیٹے کو دفنایا گیا تھا۔

وہ تو اُسے اپنی بیٹے کے قاتل کی بہن سمجھتی ہوں گی پھر لہجے میں اس قدر نرمی کیوں۔

خیر وہ سر جھٹکتی اُن کے پاس جا بیٹھی تو اُن سب نے بغور اسے دیکھا۔وہ بے حد حسین ہونے کے ساتھ ساتھ کم عمر بھی لگ رہی تھی۔

"بیٹا کیا کرتی تھی تم۔۔۔میرا مطلب ہے پڑھائی وغیرہ"

وہی عورت دوبارہ بولیں تو اُس نے نظریں اٹھا کر اُنہیں دیکھا جن کے چہرے سے بلکل نہیں لگ رہا تھا وہ اُس کے ساتھ برا سلوک کریں گی۔

"وہ۔۔آنٹی میں یونیورسٹی کے تھرڈ ایئر میں تھی"

اُس نے اپنی پڑھائی کے مطلق بتایا تو اُنھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں آویز کی والدہ ہوں رابعہ ,یہ آویز کی چچی ہیں ندہ اور یہ میری بیٹی سوہا اس کی شادی آویز کے چچا کے بڑے بیٹے میر شاہ سے ہو

چکی ہے اور اب ماشاللہ یہ اُمیدِ سے ہے۔۔۔تم بتاؤ کیا نام ہے تمہارا"

رابعہ شاہ نے اُس سے سب کا تعارف کروایا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"میرا نام مہروش ہے"

اُس نے اپنا نام بتایا تو ان سب نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

"بیٹا ایک آخری بات تمہیں بتادوں آویز کی شادی چار سال پہلے ہی ہو چکی تھی لیکن سال پہلے اُس کی بیوی امبر روحان کو جنم دیتے ساتھ ہی انتقال کر گئی تھی۔۔۔تو اب تمہیں روحان کو ماں بن کر پالنا ہے۔۔۔ابھی غم تازہ ہے تو آویز تم پر رحم نہیں کر پائے گا تو تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔۔میں نے اُسے سمجھایا ہے کے "اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں لیکن وہ ابھی خاموش ہے

اُن کے انکشاف پر مہروش کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔

وہ شادی شدہ ہو یہ نہ ہو اُسے اُس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

وہ تو یہاں کچھ دنوں کی مہمان تھی پھر اُس کے گھر والے اُسے یہاں سے نکال لیتے۔ یہ اُس بچاری کی سوچ ہی تھی قسمت بھی اُس کی معصومانہ سوچ پر مسکرادی تھی۔

---

ارمان کو جیسے ہی پتہ چلا تھا کے وہ لوگ اُس کی لاڈلی بہن کو خون بہا میں پیش کر چکے ہیں۔ وہ تب سے ہی چلا رہا تھا۔

لیکن کسی نے اُس کی طرف کان نہیں دھرے تو وہ غصے سے اپنے کمرے میں آگیا تھا۔

"کیسی حالت تھی میری بچی کی"

شائستہ بیگم بہرام کے پاس بیٹھتی ہوئی فکر مندی سے گویا ہوئیں۔

بہرام نے عقیدت سے اُنہیں دیکھا پھر اُنہیں خود سے لگایا۔

"بلکل ٹھیک تھی۔۔مجھے تو لگا کے روئے گی لیکن اُس نے بہت

ہمت سے کام لیا ہے"

بہرام نے اُنہیں پر سکون رکھنے کے لیے جھوٹ بولا۔

وہ ماں تھیں کیسی نہ پہچانتیں۔ مگر وہ خاموش ہو گئی تھیں۔

"امی میں تھک گیا ہوں تو روم میں جاؤں گا آپ کسی کے ہاتھ کافی

بھجوا دیں اور ہاں بابا کو یاد سے میڈیسن دے دیجئے گا"

بہرام اُنہیں کہتا اوپر اپنی کمرے کی طرف آیا۔

اُنھوں نے کچھ فاصلے پر بیٹھی سیرت کو کافی بنا کر اُسے دینے کا کہا تو

سیرت اٹھ کر کچن کی طرف آئی۔

کافی بنا کر بغیر دستک دیئے اُس کے روم میں داخل ہوئی تو بہرام کمرے میں موجود نہیں تھا۔

سیرت نے صوفے کے سامنے پڑی ٹیبل پر کافی کا مگ رکھا اور واپس جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ بہرام بغیر شرٹ کے واشروم سے باہر نکلا تھا۔

وہ جلدی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھتی چیخی تھی۔

بہرام تیزی سے اُس تک آیا اور اُس کے لبوں پر سختی سے ہاتھ جمایا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو ابھی کے ابھی منہ بند کرو اپنا"

بہرام دبے دبے لہجے میں بولا تو سیرت نے دھیرے سے آنکھیں کھولتے منہ بند کیا تھا۔

"آپ نے شرٹ کیوں نہیں پہنی"

Zubi Novels Zone

وہ گھبراتی ہوئی بولی تھی جبکہ نظریں ابھی بھی اُس پر نہیں ڈالیں تھیں۔

بہرام اُس کے جھجکنے پر مسکرایا۔

اُس کے مسکرانے سے اُس کی بائیں گال پر ڈمپل نے اپنی چھب دکھائی تو سیرت اشتیاق سے اُسے دیکھنے لگی۔ کتنا مکمل تھا ناں وہ شخص۔

مس سیرت خانزادہ میری مرضی میں اپنے روم میں شرٹ " پہنوں یا نہ بلکہ کچھ بھی نہ پہنوں تو بھی کوئی مجھے کچھ کہہ نہیں " سکتا

وہ بظاہر سنجیدگی سے بولا جبکہ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

سیرت اُس کی اس قدر بے باک بات پر بوکھلا گئی۔

"وہ۔۔میں نے کوفی رکھ دی ہے۔اب میں چلتی ہوں"

وہ جلدی سے باہر کی طرف قدم بڑھانے ہی لگی تھی کے بہرام نے اچانک اُس کی کلائی تھام کر اُسے روکا۔

"ایک دو ہفتوں تک بابا سے بات کرتا ہوں وہ چاچو سے باقاعدہ رشتے کی بات کریں"

وہ ازحد سنجیدگی سے بولا تو سیرت نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔

"کس کے رشتے کی"

اُس کے سوال پر بہرام نے مسکرا کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا پھر اُس کی طرف انگلی گھمائی تو سیرت کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

اُن دونوں کے رشتے کی بات تو خاندان میں پہلے سے ہی چل رہی تھی۔اب اُس کے منہ سے سن کر سیرت شرما دی۔

"او تو آپ بلش بھی کرتی ہیں"

بہرام نے اُسے چھیڑا۔

"مم۔۔میں چلتی ہوں"

وہ مسکراتی ہوئی کہتی تیزی سے باہر بھاگی تو بہرام کو اطمینان ہوا۔

اُسے لگ رہا تھا صرف وہ ہی اُس کے عشق میں دیوانہ ہے لیکن

یہاں تو صورتِ حال ہی الگ تھی۔

"مطلب آگ دونوں طرف برابر کی لگی ہے"

وہ دھیما سا مسکراتا ٹھوڑی سہلا کر بولا پھر سر جھٹک کر کافی کی

طرف متوجہ ہوا تھا۔

-----------------------------------

-------

ملازمہ اُسے ایک دروازے کے باہر چھوڑ گئی تھی۔ لیکن اُس میں اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

وہ بڑی مشکل سے دل کو مناتی دروازہ کھول کر اندر آئی تو کمرے میں صرف ایک کیوٹ سا بچہ نیچے کارپٹ پر بیٹھا چاکلیٹ کھا کم منہ پر زیادہ مل رہا تھا۔

کمرہ بے حد خوبصورت تھا۔ اُن کی حویلی میں بھی سب کے کمرے بہت خوبصورت اور کشادہ تھے لیکن ایسا کمرہ مہروش پہلی دفعہ دیکھ رہی تھی۔

وہ بلیک اور گرے تھیم کا بیڈروم تھا۔ جو کافی کشادہ تھا۔

"نم۔۔۔ نم"

ابھی وہ دروازے اور کھڑی کمرے کو ہی جانچ رہی تھی کے بچے نے اُسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

مہروش مسکرا کر اُس کے پاس نیچے آ بیٹھی۔

اُسے ہمیشہ سے ہی بچے بہت پسند رہے تھے لیکن اُن کے خاندان میں کوئی بچہ نہیں تھا اس لیے اُس کی پسند پسند ہی رہ گئی تھی۔

آج اپنے سامنے اس قدر پیارے بچے کو دیکھ کر وہ خوشی سے یہ بھی بھول گئی تھی کے وہ کہاں ہے؟

کس لیے ہے؟

مہروش نے اُسے اٹھا کر گود میں بیٹھایا اور اُس کی پھولی پھولی سرخ گالیں زور سے چومیں۔

"اف آپ کتنی پیارے ہو"

وہ محبت سے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑتی بولی تو شاید بچہ بھی اپنی تعریف پر شرمایا تھا۔

اُس نے اپنا سے نیچے جھکا لیا اور دونوں آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگا تھا۔

جتنا سر جھکایا جا سکتا تھا اُس نے اتنا ہی جھکا لیا۔

مہروش اُس کی حرکت پر صدقے واری ہوئی۔

اُس کا رخ اپنی جانب کر کے اُس کا چہرہ اوپر کیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی اور میرے کمرے میں گھسنے کی"

اُس کی پشت سے کرخت آواز آئی تو مہروش بچے کو واپس بیٹھاتی خوف سے آنکھیں بھینچ گئی تھی۔

آویز شاہ جو ابھی شاور لے کر باہر آیا تھا روحان کو کسی لڑکی کی گود میں دیکھ کر غُصہ ہوا۔

مہروش کی اُس کی طرف پشت تھی تو وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

مگر وہ جانتا تھا یہ وہی لڑکی ہو گی اور رابعہ شاہ نے ہی اُسے اس کے کمرے میں بھیجا ہو گا۔

احتشام کا مسکراتا چہرہ اُس کی آنکھوں پر لہرایا تو وہ مہروش کو بازو سے کھینچ کر کھڑا کر چکا تھا۔

اس قدر خوبصورت اور شفاف معصومیت بھرا چہرہ دیکھ کر ایک لمحے کو آویز شاہ تھما تھا۔

لیکن دوسری ہی لمحے اُس نے مہروش کو اپنی کمرے سے باہر زور دار دھکا دیا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی نیچے فرش پر گری۔

نیچے گرنے کی وجہ سے اُس کا پاؤں مڑ چکا تھا لیکن آویز شاہ اُسے یونہی چھوڑ کر دروازہ اندر سے لوک کر چکا تھا۔

کچھ دیر وہ یونہی بیٹھی آنسو بہاتی رہی پھر اٹھنے کی کوشش کی تو پاؤں مزید دکھا۔

کافی کوشش کے بعد بھی اٹھا نا گیا تو وہ بمشکل رینگتی ہوئی دیوار سے ٹیک لگا گئی۔

کچھ دیر رونے کے بعد وہیں پتھریلے فرش پر ہی اُس کی آنکھ لگ چکی تھی۔

وہ کہتے ہیں نہ نیند تو سلی پر بھی آجایا کرتی ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

صبح آویز شاہ نے نماز کے لیے دروازہ کھولا اور باہر نکلا ہی تھا کہ کوئی میں سے چیز اُس کے پاؤں کے نیچے آئی۔

اُس نے چونک کے نیچے دیکھا تو وہ روئی روئی سے وہیں فرش پر لیٹی تھی۔

اُس کا ہاتھ آویز شاہ کے بھاری جوتے کے نیچے آیا تھا لیکن نیند گہری ہونے کی وجہ سے وہ ابھی بھی جوں کی توں پڑی تھی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی آویز شاہ کو اُس پر ترس آیا تھا۔

اُس نے آہستہ سے مہروش کو اپنی بانہوں میں بھرا اور اُسے اپنی کمرے میں لاکر بیڈ پر سوئے روحان کے ساتھ لیٹا دیا۔

اُن دونوں پر کمفرٹر ٹھیک کر کے وہ خود پلٹنے ہی لگا تھا کے مہروش نیند میں بڑبڑائی تھی۔

"بابا۔۔۔بب۔۔۔بابا۔۔ مم۔۔۔مجھے۔۔۔لے۔۔۔جائیں۔ یہاں۔۔۔سے۔۔۔بابا۔۔۔پلیز۔۔۔مم"

ابھی وہ مزید کچھ کہتی کے آویز شاہ نے اُسے بالوں سے پکڑ کر اٹھا کر بیٹھایا تھا۔

تکلیف سے مہروش نے آنکھیں کھولیں تو سامنے وہ ستمگر اپنی بھرپور وجاہت کے ساتھ موجود تھا۔

اُس کی آنکھوں میں اپنے لیے اس قدر نفرت و غُصہ دیکھ کر مہروش نے جھرجھری لی تھی۔

"کہاں جانا ہے تمہیں۔۔۔۔ایک دفعہ پھر سے کہنا ذرا"

آویز شاہ کی دھاڑ پر مہروش نے سہم کر نظریں جھکا کی تھیں۔

اُس کی گرفت بالوں پر سخت ہوئی تو مہروش کی آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر بے مول ہونے لگے تھے۔

"چھوڑیں۔مجھے۔۔درد۔۔ہورہا۔۔ہے"

وہ ضبط کے باوجود روتی ہوئی بولی تو آویز شاہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"برداشت کرنا سیکھو میری جان۔۔۔یہ درد تو اب ہمیشہ کے لیے تمہارے نصیب میں لکھے جا چکے ہیں۔۔۔اور یہ درد اُس درد کے آگے کچھ بھی نہیں ہے جو تمہاری اُس (گالی) بھائی نے میرے بیٹوں جیسے بھائی کو دیا تھا"

آویز شاہ کے لہجے میں اس قدر وحشت تھی کے مہروش کا دل کیا وہ کسی طرح یہاں سے بھاگ جائے۔

ابھی وہ مزید چینختا کے سوئے ہوئے روحان نے کسمسا کر آنکھیں کھولو تھیں۔ سامنے اپنے بابا کو دیکھ کر اُس نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور مسکرا کر اُسے پکارا تھا۔

"بب۔۔۔ببا"

اُس کی آواز پر دونوں نے اُس کی طرف دیکھا تھا۔ آویز شاہ اُسے اٹھتے دیکھ تیزی سے اُس کی طرف آیا تھا۔

"اٹھ گیا بابا کا شیر"

آویز اُسے بانہوں میں کے کر اُس کی آنکھیں اور پیشانی چوم کر بولا تو اُس نے آویز کے منہ کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا پھر اُس کی کھڑی مغرور ناک اور لب رکھے تو آویز مسکرا دیا۔

مہروش اُسے پہلی دفعہ مسکراتے دیکھ رہی تھی۔ کتنا پیار کرتا تھا وہ اپنے بیٹے سے۔۔۔

مہروش حسرت سے اُسے دیکھتی جا رہی تھی۔

ہاں۔۔۔اُس نے تسلیم کر لیا تھا کے وہ اُس سے پہلی نظر کی محبت کر بیٹھی ہے۔

اُس کی اس قدر نفرت کے باوجود وہ اپنا دل اس ستمگر کے حوالے کر چکی ہے۔

آویز شاہ کی نظر اُس پر پڑی تو اُسے خود کو یوں چاہت سے دیکھتے دیکھ اُس کی آنکھوں میں تمسخر نمایاں ہوا تھا۔

آج پہلی دفعہ کسی کو خود کو یوں دیکھتے دیکھ کر آویز شاہ کو کمینی سے خوشی ہوئی تھی۔

وہ ظالم کہاں جانتا تھا کے جب محبوب آپ سے نفرت کرے تو دل پر کیا گزرتی ہے۔

اُس کی آنکھوں میں اپنی لیے تمسخر کا تاثر دیکھ کر مہروش نے اُس سے نظریں پھیریں اور دل ہی دل میں اپنی اس بے خودی پر خود کو ڈپٹا تھا۔

اُسے نظریں چراتے دیکھ آویز شاہ اُسے یونہی چھوڑے روحان کو اٹھائے کمرے سے نکلا تھا۔

Zubi Novels Zone

--------------------------------

------

آج مہروش کو گئے آٹھ دن ہو چکے تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ اپنی مصروفیات کی طرف متوجہ ہونے لگے۔

البتہ بہرام خانزادہ قاتل کو ڈھونڈنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر اُس نے اس قدر صفائی سے کام کیا تھا کہ ابھی تک بہرام خانزادہ کے ہاتھ ایک ثبوت بھی نہیں لگا تھا۔

مرحا کی آنکھ اچانک کھلی تو اُس کی نظر گھڑی پر گئی جو صبح کے دس بجا رہی تھی۔

وہ رات کو پلوشے سے کہہ کر بھی سوئی تھی کے صبح اس نے یونی جانا ہے تو اُسے بھی جگا دے لیکن وہ شاید بھول گئی ہو گی۔

آج اُس کا یونی جانا ضروری تھا کیونکہ اُس نے کچھ امپورٹنٹ اسائیمنٹس جمع کروانا تھیں۔

وہ جلدی سے لحاف ہٹا کے بیڈ سے اٹھی۔

دس منٹ میں وہ تیار ہوتی بیگ کندھے پر لٹکاتی نیچے ائی تھی۔

لاؤنج تقریباً خالی تھا سب ہی اپنے اپنے کام پر نکل چکے تھے۔

لڑکیاں کالج اور مرد زمینیں دیکھنے یہ آفیس کے لیے نکل چکے تھے۔

ابھی وہ پریشان سے لاؤنج کے وسط میں کھڑی تھی کہ کچن سے شائستہ بیگم نکلیں۔

اُسے تیار دیکھ کر وہ حیران ہوتی اُس کے پاس آئیں۔

"کیا ہوا مرحا کہیں جانا ہے بیٹا؟"

جی۔۔۔ماما وہ مجھے یونی جانا تھا کچھ امپورٹنٹ کام ہے " مجھے۔۔۔میں نے پلوشے سے کہا بھی تھا مجھے اٹھا دینا لیکن وہ شاید بھول گئی۔۔۔اب میں کیا کروں ڈرائیور انکل بھی کچھ دنوں سے بیمار ہیں "

وہ دکھی لہجے میں بولی۔

وہ بچپن سے ہی اُن کے ساتھ رہتی تھی اور شائستہ بیگم نے کبھی اُس میں اور اپنی اولاد میں فرق نہیں کیا تھا تو وہ اُنہیں ماما ہی کہتی تھی۔

"تم یوں کرو اوپر جا کر ارمان کو اٹھاو وہ ابھی آفس نہیں تمہیں چھوڑ دے گا یونیورسٹی۔۔۔جاؤ شاباش O گیا۔۔۔و جلدی سے۔۔۔نہیں تو دیر ہو جائے گی "

اُنھوں نے جھٹ سے حل نکالا تو مرحا نے منہ بسور کر انہیں دیکھا۔

"ماما۔۔۔میں کیسے کہوں اُنہیں۔۔۔۔وہ غصّہ ہوں گے مجھ پر"

وہ بے بسی سے بولی۔

"کیوں غُصہ ہو گا بیٹا۔۔۔جاؤ مرحا ضد مت کرو اٹھاو جا کر اُسے شوہر ہے تمہارا۔۔"

اُنھوں نے اُسے سمجھایا تو وہ مرے مرے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔

------------------

وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر ارمان خانزادہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

سامنے ہی وہ بغیر شرٹ کے اُلٹا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ دونوں بازو تکیے پر پھیلائے ہوئے تھے۔

کمبل آدھے سے زیادہ زمین کو سلامتی بخش رہا تھا۔

جو تھوڑا سا حصہ بیڈ پر موجود تھا وہ بھی ارمان خانزادہ کے نیچے دبا تھا۔

مرحا کافی دیر کھڑی سوچتی رہی کے اُسے کیسے اٹھائے۔

اب تقریباً پندرہ منٹ ہو گئے تھے اُسے یونہی انگلیاں چٹخاتے۔

جب اُسے محسوس ہوا کہ وہ یونی سے زیادہ لیٹ ہو رہی ہے تو بغیر آہٹ کیے اُس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"ار۔۔۔ارمان اٹھیں"

اُس نے ارمان خانزادہ کو پکارا لیکن وہ ٹس سے مس بھی نہ ہوا۔

بغیر شرٹ کے تو وہ اُسے ہاتھ لگانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ایک ہی حل تھا کے جب تک وہ صاحب نہیں اٹھتے پکارتی ہی رہے۔

"ارمان۔۔۔ارمان"

اُس نے پھر سے آواز دی لیکن اُس کی نیند اس قدر گہری تھی کے وہ ابھی بھی جوں کا توں پڑا تھا۔

آخر تنگ آتے اُس نے اپنا نازک مرمریں ہاتھ ارمان کے کندھے پر رکھ کر اُسے ہلایا تھا۔

اُس کے لمس سے مرحا کا ہاتھ کپکپا رہا تھا مگر ابھی اُسے جگانا ضروری تھا تو وہ دوبارہ سے بولی۔

"ارما"

ابھی اُس کے الفاظ منہ میں ہی تھے کے ارمان خانزادہ نے عجب وارفتگی سے اُسے بیڈ پر کھینچا۔

مرحا کی چیخ بے ساختہ تھی۔

ارمان نے اُسے بلکل اپنی پاس لیٹا کر دونوں بازو اُس کی کمر کے گرد لپیٹے اور چہرہ اُس کی گردن میں چھپایا۔

"کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے صبح صبح"

وہ اُس کے کان میں پھنکارہ تھا۔

مرحا کو تو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جو اس سے شدید نفرت کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔

وہ بہرام لالا اور بڑے بابا آفیس جا چکے ہیں اور مجھے یونی جانا ہے "تو پلیز آپ ڈراپ کر دیں"

اُس نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

ارمان نے لب اُس کی گردن پر رکھ دیے اور ہاتھ اُس کی کمر پر بے باکی سے چلانے لگا۔

وہ خاموشی سے لیٹی رہی تھی۔

وہ کہاں دور جھٹک سکتی تھی اسے وہ تو چاہتی تھی کہ کاش کبھی ارمان خانزادہ بھی اس پر توجہ دے اسے بیوی کا مقام دے۔

آج اُس کے یوں خود کے قریب کرنے پر مرحا کے ہونٹ خود بہ خود ہی مسکرا رہے تھے۔

ارمان خانزادہ نے زبان اُس کی گردن پر پھیرنی شروع کی تو مرحا کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

اُس کا پورا وجود ہی ارمان خانزادہ کے لمس سے تڑپ اٹھا تھا۔۔۔

جسم میں عجب بے چینی سی ہونے لگی تو مرحا نے اُس کی طرف دیکھا جو ابھی بھی اسی کے گردن میں چہرہ ڈالے ہوئے تھا۔

جب ارمان کے بھیگے ہونٹ اُس کی گردن کی حدود پار کرتے اُس کے دل کے مقام پر آ کر ٹھہرے تو مرحا نے بے ساختہ اُس کے بال اپنے ہاتھوں میں جکڑے تھے۔

"ار۔۔ارمان۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے"

وہ جلدی سے بولی۔

اچانک جیسے سکتہ ٹوٹا تھا۔

۔

۔

ارمان خانزادہ اُس سے تیزی سے الگ ہوا جیسے وہ اب ہوش میں آیا ہو۔

اُس کے بکھرے سراپے پر نظر ڈالے بغیر وہ بیڈ سے اٹھتا کبرڈ کی طرف گیا۔

وہاں سے ایک بلیک کلر کی شرٹ نکال کر پہنی۔

جبکہ وہ تو ابھی صدمے سے ہی نہیں نکل پائی تھی۔یعنی وہ صرف اُس کے وجود اُس کے جسم میں کھو یا رہا تھا۔

اُسے اب بھی اس سے اپنی بیوی سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

ہاں وہ صرف عام مردوں کی طرح بہک گیا تھا۔

کیا اس کی کوئی عزت نفس نہیں تھی جب دل کیا قریب آ گیا جب دل کیا دور جھٹک دیا۔

اُس نے بھیگی نظروں میں شکوہ لیے ارمان خانزادہ کو دیکھا تھا۔

البتہ وہ اسے نظرانداز کیے نیچے کی طرف بڑھ گیا تو وہ بھی اپنی حالت ٹھیک کرتی باہر ائی اور شائستہ بیگم کو خداحافظ بولتی باہر پورچ میں ائی تھی۔

سامنے ہی وہ بے نیازی سے لاتعلق بنا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا۔

مرحا بھی خاموشی سے آکر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تو اُس نے کار سٹارٹ کی۔

سارے راستے اُن دونوں میں سے کوئی ایک لفظ تک نہیں بولا تھا۔

یونیورسٹی کے باہر گاڑی رکی تو وہ تیزی سے اُتری تھی۔

ارمان کچھ لمحے گہری نظروں سے اُس کی پشت کو دیکھتا رہا تھا پھر سے جھٹک کر گاڑی واپس موڑ لی۔

کیونکہ آج اُسے اپنے ایک دوست سے ملنا تھا جو اے ایس پی تھا۔

Zubi Novels Zone

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــــ

کافی دن سکون سے گزر گئے تھے کیونکہ آویز شاہ اُس دن کے بعد حویلی نہیں آیا تھا جو بھی تھا مہروش اُس کے نہ آنے سے بے پناہ پر سکون تھی۔

حویلی کے باقی تمام افراد اُس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کر رہے تھے یہاں تک کہ اذلان شاہ بھی۔

اُن سب کا ماننا تھا کے اس میں اس بیچاری کا کیا قصور جو وہ اُسے اذیت پہنچائیں۔

اُسے اُس کے گھر والوں سے جدا کر دیا تھا یہی سزا ارمان خانزادہ کے لیے کافی تھی۔

آج صبح ہی شائستہ اور ندہ بیگم کسی عزیز کے گھر عیادت کے لیے چلی گئی تھیں۔

مرد حضرات سب آفیس یاز مینوں میں گئے تھے اور طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے سوہا کمرے میں آرام کر رہیں تھی۔

اس وقت دو نفوس پوری حویلی پر راج کے رہے تھے اور وہ تھے مہروش اور روحان شاہ
دونوں اس وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھے کارٹون دیکھنے میں مگن تھے۔

ساتھ ساتھ سنیکس سے بھی لطف اٹھایا جا رہا تھا۔روحان تو
باقاعدہ سر کو ادھر ادھر ہلا کر اپنی خوشی کا اظہار بھی کر رہا تھا۔

ان دنوں میں مہروش اور روحان کی کافی دوستی ہو چکی تھی دونوں
ہر وقت ہی ساتھ پائے جاتے تھے۔

روحان جو کبھی آویز شاہ کے بنا ایک رات نہیں گزارتا تھا اب
مہروش کے انے سے اُسے تقریباً بھول ہی چکا تھا۔

آویز شاہ ایک امپورٹنٹ میٹنگ کے لیے کراچی گیا تھا اور آج کام
ختم ہوتے ہی صبح کی فلائٹ سے واپس لوٹ آیا تھا۔

اُسے شدت سے روحان کی یاد ستا رہی تھی اب ایک پل بھی اُس کے بغیر رہا نہیں جا رہا تھا۔

دل کے پتہ نہیں کس کونے میں کسی اور سے ملنے کی خواہش بھی امنگ رہی تھی مگر آویز شاہ نے دل کو خاموش کروا دیا۔

اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو سامنے ہی وہ دونوں نظر ائے تھے۔

وہ تیزی سے صوفے کے پاس آیا اور روحان کو مہروش کی گود سے اٹھایا تھا۔

مہروش تو اُس کے اچانک سامنے آجانے سے حیرانگی کے ساتھ ساتھ خوف سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جبکہ روحان اپنے بابا کو اتنے دنوں بعد اپنے سامنے پا کر خوشی سے کھلکھلانے لگا۔

"بابا کی جان۔۔۔۔ میلا پالا بے بی۔۔۔ حان نے مِش کیا بابا کو"

وہ شدت سے اُس کی گالیں چوم کر محبت سے بولا تو روحان کے فوراً اثبات میں زور زور سے سر ہلایا تھا۔

"امی کہاں ہیں؟"

اِس نے ایک طرف کھڑی مہروش سے پوچھا تو اس نے نگاہیں اٹھا کر آویز شاہ کی طرف دیکھا۔

"وہ آپ کے کسی رشتہِ دار کی طرف گئی ہیں"

وہ سنجیدگی سے کہتی وہاں سے جانے ہی تھی کہ آویز شاہ کی آواز پر رکی۔

"میرے بیٹے سے دور رہا کرو اسے اپنا عادی بنانے کی کوشش بھی مت کرنا"

آویز شاہ نہ جانے کیوں یونہی بول گیا تھا اُس کا فلحال دل نہیں کر رہا تھا کے مہروش اُس کی نظروں سے دور ہو اس کی اُسے بات میں الجھایا تھا۔

اور ہوا بھی یہی تھا مہروش غصے سے پلٹی تھی۔

"میری مرضی میں جسے چاہوں گی اپنا عادی بناؤں گی آپ مجھے روک نہیں سکتے"

وہ تلملا کر بولی تو آویز شاہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں اس وقت صرف غُصہ تھا۔

"ویسے بھی کچھ دنوں تک میرے لالہ مجھے یہاں سے لے جانے آئیں گے تو میری آپ سے جان چھوٹے گی"

وہ اُسے طیش دلاتی بولی تو اچانک آویز شاہ نے روحان کو صوفے پر بیٹھایا تھا اور آگے بڑھ کے اُس کا بازو اپنی سخت گرفت میں لیا۔

"اپنی اوقات مت بھولو دو منٹ بھی نہیں لگیں گے مجھے تمہارا یہ غرور توڑنے میں"

وہ اُس کے کان کے پاس جھکتا پھنکارا تھا۔

پھر سختی سے اُس کی کان کی لو کو دانتوں میں لے کر دباتا پیچھے ہٹا۔

مہروش نے ایک سسکی لی پھر دوبارہ مضبوط ہوئی۔

ہاتھ تو لگائیں مجھے۔۔پھر میرے دونوں لالہ بتائیں گے آپ "
کو"

وہ اُسے جان بوجھ کر مزید طیش دلاتی ہوئی بولی۔

آویز شاہ نے پہلے روحان کو اٹھایا پھر مہروش کے بلکل سامنے آ کر رکا۔

"میں تمہیں وہاں سے توڑوں گا کے تمہاری یہ کینچی کی طرح چلتی زبان خود بہ خود بند ہو جائے گی اور جہاں تک بات ہے تمہارے بھائیوں کی تو اگر اُن میں اتنی ہی ہمت تھی تو اب تک تمہیں مجھ سے آزاد کروا لیتے۔۔۔۔میری جان تم بھی یقین کر لو وہ سب اب تمھیں تمہارے حال پر چھوڑ کر اپنی زندگیوں میں مست ہو چکے ہیں"

وہ پہلی بات معنی خیزی سے اور آخری بات تمسخر سے کرتا مسکرایا تھا۔

اُس کی بات پر مہروش نے بمشکل اپنے آنسو پیچھے دھکیلے تھے۔

"ایک۔۔ایک یہی طریقہ تو ہوتا ہے آپ مردوں کے پاس ہمیں خاموش کروانے کا۔۔۔"

مہروش ہمت کرتی اپنے دل کی بات بولی تو آویز شاہ نے شرارت سے مسکرا کر ایک آنکھ دبائی۔

"چلو کوئی طریقہ تو ہوتا ہے ہم مردوں کے پاس بھی تم بیویوں کو
خاموش کروانے کا"

وہ شرارت سے کہتا اُسے یونہی چھوڑے کمرے کی جانب بڑھ گیا
تھا۔

وہ بھی جانتا تھا کے مہروش میں ایسی کیا کشش ہے کے وہ اس کی
طرف کھینچا چلا آتا ہے۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے ساتھ نرم پڑ رہا تھا۔

-----------------------------------

آج ماہر خانزادہ ایک یونیورسٹی کے ہیڈ آفیس میں موجود تھا۔ یہ یونیورسٹی اُس کے بابا کے دوست کی تھی۔

اُنھوں نے علی خانزادہ سے بہت اصرار کیا تھا کے ماہر اُن کی یونیورسٹی کے بزنس ڈیپارٹمنٹ کے سٹوڈنٹس کو ایک لیکچر دے دے۔

جب علی خانزادہ نے ماہر سے اس بارے میں بات کی تو اُس نے فوراً ہی انکار کر دیا تھا۔

اُس کا کہنا تھا کہ وہ آلریڈی بہت بزی ہے وہ اس جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا۔

لیکن جب علی خانزادہ نے دوبارہ اُسے سمجھایا تو وہ بڑی مشکل سے راضی ہوا تھا۔

اس وقت پرنسپل صاحب اُس کی آؤ بھگت میں لگے تھے۔

ماہر چہرے پر بے زاریت سجائے ایک صوفے پر بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا اُسے ہمیشہ سے ہی اس قسم کے خوشامدی اور چپکو لوگوں سے چڑ تھی۔

جب پرنسپل نے اُس کے بگڑنے زاویے دیکھے تو جلدی سے بولے۔

"آئیں مسٹر ماہر میں آپ کو کلاس روم تک لے جاؤں"

ماہر نے گہری نظروں سے انہیں دیکھا پھر سے ہلاتا اٹھا۔
"آپ یہیں رکیں مجھے کلاس روم کی لوکیشن بتادیں میں خود چلا جاتا ہُوں"

وہ از حد سنجیدگی سے بولا تو اُنھوں نے اُسے کلاس روم کا بتایا۔

ماہر اپنی سحر انگیز پرسنیلٹی کے ساتھ کلاس میں داخل ہوا تو سب دم سادھ گئے تھے۔

سب لڑکیوں کو تو وہ اپنے خوابوں کا شہزادہ ہی کہہ رہا تھا۔

وہ یک ٹک اُسے دیکھے جا رہی تھیں دوسری طرف لڑکے بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پائے تھے۔

ماہر نے سب کو سلام کیا اور اپنا تعارف کروا کر لیکچر سٹارٹ کر دیا تھا۔

اچانک اُس کی نظر آخری لائن میں بیٹھی دشمن جان پر پڑی تھی۔

اگر اُسے پہلے معلوم ہوتا کے وہ بھی اسی کلاس میں ہے تو وہ پہلی بار ہی بابا کو انکار نہ کرتا۔

ماہر سے اپنا دل اور نظریں سمبھالے نہیں سمبھل رہی تھیں۔

جبکہ وہ محترمہ معصومیت سے بیٹھیں بورڈ سے انفارمیشن کاپی کر رہی تھیں۔

ماہر کی آنکھوں میں خود ہی مسکراہٹ آگئی تھی اور چہرے پر بھی نرمی در آئی تھی۔
مگر اُس نے خود پر قابو پاتے اپنی توجہ اپنے الفاظ پر دی۔

ہر دو منٹ بعد وہ ایک نظر اُس پر بھی ڈال لیتا۔

اچانک ماہر کی نظر ایک نوجوان پر پڑی تھی جو حوس سے پلوشے کو دیکھنے میں مگن تھا۔

ماہر نے پلوشے کی طرف دیکھا جس کا دوپٹہ شانوں سے اتر کر گود میں آ گرا تھا مگر وہ ابھی بھی لکھنے میں مصروف تھی۔

اُس کا نسوانی حسن قیامت ڈھا رہا تھا۔
ماہر خانزادہ کو تو آگ ہی لگی تھی۔

"ہئے۔۔یو گیٹ آؤٹ فرام کلاس رائٹ ناؤ"

ماہر کی دھاڑ پر وہ لڑکا خفت زدہ چہرہ لیے تیزی سے کلاس سے باہر کی جانب نکلا تھا۔

پلوشے اب اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی ماہر خانزادہ کو دیکھ رہی تھی کہ ھوا کیا ہے جو اُس بیچارے کو یوں سب کے سامنے بے عزت کر دیا ہے۔

ماہر نے جلدی سے لیکچر اینڈ کیا اور باہر چلا گیا۔
ابھی اسے گئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ پی این نے آ کر پلوشے کو اطلاع دی تھی کہ باہر اُسے کوئی لینے آیا ہے۔

وہ حیران ہوئی تھی کے ایسا کیا ہوا ہو گا جو اُسے یونی سے لینے آ گئے ہیں۔

وہ بیگ کندھے پر لٹکاتی گیٹ سے باہر آئی تو سامنے ماہر علی خانزادہ اپنی بلیک فورچونر میں بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

پلوشے مسکراتی ہوئی اُس کے پاس فرنٹ سیٹ پر بیٹھی۔

چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

ماہر خانزادہ بمشکل خود کو اُسے دیکھنے سے روک رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا ایک نظر بھی اُس کے معصوم اور نازک سراپے پر ڈال دی تو وہ وہیں تھم جائے گا۔

لالا آپ نے مجھے کیوں بلوالیا۔۔۔حویلی میں سب ٹھیک ہے "
نا"

پلوشے اچانک پریشانی سے بولی۔

اُس کے لفظ لالا پر ماہر کا دل کیا چلتی گاڑی سے ہی کود جائے۔

اُس کا یہ لفظ ہمیشہ ماہر خانزادہ کی فیلنگز کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیتا تھا۔

پلوشے کتنی دفعہ کہا ہے کے میں تمہارا لالا نہیں "
ہوں۔۔۔حویلی میں سب ٹھیک ہیں میں بس جا رہا تھا تو سوچا
تمہیں بھی حویلی ڈراپ کر دوں بہرام بزی تھا تھوڑا "

اُس نے ایک دفعہ پھر سے پتھر سے سر پھوڑا تھا۔

"لیکن کیوں باقی سب بھی تو آپ کو لالا کہتی ہیں ناں۔۔ پھر میں کیوں نہ کہوں۔۔۔اب اگر آپ نے مجھے لالا کہنے سے منع کیا تو میں بہرام لالا سے آپ کی شکایت کر دوں گی"

اُس کی معصومانہ دھمکی پر ماہر نے تپ کر گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تھی۔

"آہستہ چلائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ بہرام لالا تو آہستہ چلاتے ہیں"

اُس نے پھر سے بہرام کا نام لیا تو ماہر کا دماغ ہی گھوم گیا۔یعنی اُس کی معصوم سی وائف ٹوبی اپنے لالا سے اس قدر انسپائر تھی کے ہر بات میں اُس کا ذکر کرنا فرض سمجھتی تھی۔

اُس نے پلوشے کے ڈر کا سوچتے سپیڈ کم کی تھی۔

"ایج کیا ہے تمہاری"

ماہر نے سنجیدگی سے اپنے مطلب کا سوال پوچھا تو وہ جلدی سے بولی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے میں پورے ٹو نٹی ٹو یئرز کی ہوں۔۔۔اب میں تھوڑی اور بڑی ہو جاؤں تو ماما میری شادی کے دیں گی"

وہ معصومیت سے شرماتی ہوئی بولی تو ماہر خانزادہ نے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

یعنی کیا تھی یہ لڑکی؟؟

اچانک ماہر کو آج کا واقعہ یاد آیا تو اُس کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔

سٹیرنگ پر ہاتھوں کی گرفت اس قدر سخت ہوئی کہ اُس کے بازووں کی رگیں اُبھرنے لگی تھیں۔

"آئندہ سے تم چادر کر کے یونیورسٹی جاؤ گی"

وہ سختی سے بولا تو پلوشے نے حیرت سے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"لیکن کیوں"

وہ ہلکی آواز میں منمنائی تھی۔کیُونکہ اس وقت ماہر غصے میں لگ رہا تھا اور اُس کا غصّہ پورے خاندان میں مشہور تھا۔

پھر وہ تو چھوٹی سی جان تھی کیسے نہ ڈرتی اس سے۔

"کیُونکہ میں کہہ رہا ہوں"

وہ اس دفاع نرمی سے بولا تو وہ بھی خاموش ہو گئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"جب ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں قاتل کو ڈھونڈنے کا تو میں کیسے کوشش کروں۔۔۔ کم از کم ایک ثبوت تو ہوتا"

حارث بے بسی سے بولا۔

ہمم۔۔۔ لیکن جب گولیاں میری گن سے نکلی ہی نہیں۔۔۔ تو" کوئی کیسے یہ بکواس کر سکتا ہے کہ احتشام کو گولی میری گن سے لگی "ہے

ارمان خانزادہ غصے سے چیخا تھا۔

"احتشام سے کسی کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے"

حارث پر سوچ لہجے میں اُس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"جہاں تک میں اُسے جانتا ہوں اُس کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی"

ارمان یہ بات اتنے یقین سے بولا کے حارث نے سر ہلایا۔

"مطلب یہ کے دشمن جو بھی ہے وہ تمہارا یا تمہاری فیملی کا ہے اور اس کا مقصد صرف تم دونوں گھرانوں کے تعلقات خراب کرنا تھا"

حارث سنجیدگی سے بولا۔

ارمان نے بہت سوچا لیکن اُسے کوئی ایسا شخص یاد نہیں تھا جس سے اُس کی یا کسی بھی خانزادہ سے دشمنی ہو۔

"نہیں یار۔۔۔ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔۔۔لیکن ہو سکتا ہے قاتل کا مقصد یہی ہو"

ارمان کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کل کچھ آفیسرز کے ساتھ جنگل جاؤں گا ہو سکتا ہے کوئی ثبوت مل جائے"

حارث کی بات پر ارمان اُس کا شکریہ ادا کرتا اُسے خدا حافظ بول کر تھانے سے نکلا تھا۔۔

------------------------------------------------------------

"آویز بیٹا اپنے رشتے پر دھیان دو تم دونوں۔۔۔۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا"

وہ سب ڈنر کر رہے تھے جب رابعہ شاہ نے اُسے مخاطب کیا۔

"جی امی"

اُس نے آہستہ سے جواب دیا تھا۔

جبکہ رابعہ شاہ کے پاس بیٹھی مہروش کے ہاتھ رکے تھے۔

ویسے بھی اب آویز شاہ اپنے دل کو مزید نہیں بہلا پا رہا تھا۔

جو اُسے دیکھتے ہی دھڑکنے لگتا تھا۔

"سوہا بتا رہی تھی کہ مہروش گیسٹ روم میں سوتی ہے؟"

اُنھوں نے آویز کو جانچتی نظروں سے دیکھتے سوال کیا تو ایک پل کو وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ گڑ بڑائے۔

"بیٹا تم دونوں اب میاں بیوی ہو۔۔۔اپنا رشتہ آگے بڑھاؤ۔ روحان کی طرف سے فکرمند مت ہو اُسے میں رات کو اپنے پاس رکھ لیا کروں گی"

اُن کی اس قدر ڈائریکٹ بات پر مہروش کا تو شرم سے چہرہ ہی سرخ ہو گیا۔

وہ چہرہ بلکل جھکا گئی تھی۔

آویز شاہ نے ایک نظر اُسے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلاتا کھانا کھانے لگا۔

رات کو مہروش خود ہی اُس کے روم میں آگئی تھی وہ اس وقت کہیں باہر گیا ہوا تھا۔

مہروش روحان کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی اُس سے کھیل رہی تھی۔

تبھی دروازہ کھول کر آویز شاہ اندر داخل ہوا اور دروازہ اندر سے لوک کرتا بیڈ پر آیا۔

روحان اُسے دیکھ کے اُس کی گود میں چڑھا تھا۔

مہروش اُس کے یوں بیٹھنے پر سمٹ سی گئی۔

"بھیجا نہیں تم نے روحان کو امی کے پاس؟"

وہ سنجیدگی سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تو مہروش نے چونک کر اُسے دیکھا۔

نہیں۔۔وہ میں ابھی ایسا کچھ نہیں چاہتی۔۔مجھے "

"وقت۔۔چاہیے

مہروش نظریں جھکاتی ہاتھوں کو آپس میں ملتے بولی تو آویز شاہ نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"وجہ"

وہ اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا بولا تو مہروش نے گھبرا کے اسے دیکھا۔

"وجہ۔۔۔کوئی نہیں ہے۔۔بس میں ابھی ذہنی طور پر تیار۔۔۔ نہیں ہوں"

اُس نے آہستہ سے جواب دیا تو آویز نے سر ہلایا۔

"کتنا وقت چاہیے؟"

وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ مہروش نے آنکھیں اٹھا کر اُس کی نگاہوں میں جھانکا تھا جہاں اس وقت سنجیدگی ہی سنجیدگی تھی۔

"اممم۔۔۔۔۔۔دو ماہ"

وہ سوچ کے بولی تو آویز شاہ نے اُس کی خوش فہمی پر اُسے گھور کر دیکھا تھا۔

"سوری اتنا صبر نہیں ہے مجھ میں۔۔۔ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس خود کو ذہنی و جسمانی طور پر راضی کر لو"

اُس نے اپنا رعب جمایا۔

مہروش بھی خاموش ہوگئی تھی جانتی تھی بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔

"مم۔۔"

روحان نے اُنہیں اپنی جانب متوجہ کیا تو دونوں ہی مسکرا کر اُس کی طرف مڑے تھے۔

دونوں نے ہی اظہار نہیں کیا تھا مگر شاید آنکھیں ہی اظہار کر دیا کرتی ہیں۔

دونوں ہی ایک دوسرے کے دلوں کے راز جانتے تھے۔
مگر خاموش رہے۔

ہر رشتے میں اظہار ضروری نہیں ہوتا۔

شاید۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"لالا چلیں ناں باہر کھانا کھانے چلتے ہیں"

پلوشے نے بہرام کے روم میں داخل ہو کر کہا تو اُس نے محبت سے اسے دیکھا۔

لیپ ٹاپ سائڈ پر رکھ کر وہ اُس کی جانب متوجہ ہوا۔

اُسے اپنی بہنوں سے اس قدر پیار تھا کے اُس نے کبھی اُن کی کوئی خواہش رد نہیں کی تھے۔

اس لیے اُن اب کا دل جب بھی باہر جانے کو کرتا وہ بہرام کو ہی گھسیٹتی تھیں۔

"چندہ آج نہیں۔۔۔ابھی مجھے تھوڑا کام ہے کل چلیں گے"

وہ محبت سے بولا تو پلوشے نے منہ بسور کر اُسے اموشنل بلیک میل کرنا چاہا۔

پلیز لالا ہم سب پہلے ہی مہروش کو بہت مس کر رہی" ہیں۔۔۔اتنے دن ہو گئے ہیں اُسے گئے ہوئے۔

مرحا تو اسے یاد کر کہ رو رہی تھی۔

"پھر بڑے بابا نے کہا کہ آپ کو کہوں ہمیں کہیں لے جائیں

اُس کی بات پر بہرام نے گہری سانس بھری اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا کھڑا ہوا۔

"آپ جاؤ میں پانچ منٹ تک آتا ہُوں"

وہ رضامند ہوتا بولا۔

پلوشتے تیزی سے باہر نکلی تو بہرام نے پہلے ارمان اور پھر ماہر کو بھی کال کر کہ ساتھ چلنے کا کہا تھا۔

وہ سب لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے۔

"مرحا بچے آپ ارمان کی گاڑی میں چلی جائیں"

ازمیر خانزادہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

جبکہ اُس کا دل ارمان کے ساتھ جانے پر انجانی سی خوشی سے دھڑکنے لگا تھا۔

بہرام کے ساتھ پلوشے اور سیرت جا رہی تھیں۔

ارمان اور مرحا الگ گاڑی میں جا رہے تھے اور ماہر اپنی گاڑی میں جا رہا تھا۔

اُن کا گاؤں اسلام آباد کے قریب ہی تھا تو وہ لوگ منال جا رہے تھے۔

اُن کی حویلی سے منال کا سفر تقریباً آدھے گھنٹے کا تھا۔
سیرت جو فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اب مقابل کی نظروں سے روہانسی ہو رہی تھی۔

بہرام خانزادہ پلوشے سے باتیں کر رہا تھا جبکہ ڈرائیونگ سے زیادہ فوکس سیرت پر تھا۔

جواب تنگ آتی غصے سے سرخ پڑ گئی تھی۔

"او تم نے بیلٹ نہیں باندھا۔۔ویٹ میں باندھ دیتا ہوں"

بہرام جان بوجھ کر اُسے زچ کر رہا تھا۔
وہ سیرت کی طرف جھک کر آرام سے بیلٹ باندھنے لگا جبکہ سیرت سیٹ سے چپکی سانسیں روک چکی تھی۔

"آج اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ دل کر رہا ہے کھا جاؤں تمہیں"

اُس نے بے باک سرگوشی کی تو سیرت شرم سے ڈوب مرنے والی ہوئی۔

"اور آپ اس وقت اتنے برے لگ رہے ہیں مجھے کہ دل کر رہا ہے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کیا کر دوں"

وہ جھنجلاتی ہوئی بولی تو وہ مسکرا کر پیچھے ہوا۔

"لالا آپ کو پتہ ہے پر سوماہر لالا مجھے یونی سے لینے آئے تھے۔۔۔اُنھوں نے اتنی تیز گاڑی چلائی تھی کے مجھے تو لگا تھا میری موت پکی ہے۔۔۔میں نے اُنہیں کہا کہ میں آپ کو

شکایت لگادوں گی تو اُنھوں نے بولا لگا دینا شکایت میں ڈرتا نہیں ہمیں تمھارے لالا سے آیا بڑا"

پلوشے نے بڑے افسوس سے کہا تھا۔

اُس کے شیطانی دماغ میں اچانک سے یہ خیال آیا کہ کیوں ناں آگ بھڑکائی جائے۔۔۔اُس نے اپنے خیالات پہ فوراً ہی عمل کیا تھا۔

اچھا اُس نے ایسا کہا۔۔۔ پہنچنے دو مجھے دیکھنا کیسے اُس کی حالت ٹائیٹ کرتا ہوں"

بہرام جانتا تھا اُس کی چالاکیوں کو مگر اُسے خوش کرنے کی خاطر مصنوعی غُصے سے بولا تو وہ واقع خوش ہو چکی تھی۔

جبکہ سیرت نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔

---------------------------------------------------

وہ لوگ پارکنگ میں گاڑیاں روک چُکے تھے۔
آہستہ آہستہ سب نیچے اترے اور اندر کی طرف بڑھنے لگے۔

اُن سب نے ایک چھ کرسیوں والی ٹیبل سیلیکٹ کی تھی۔

موسم اچھا ہونے کی وجہ سے ہر طرف ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

ارمان اور مرحا ساتھ ہی بیٹھے تھے۔

مرحا کو آج کا دن اپنی زندگی کا حسین ترین دن لگ رہا تھا۔

وہ مسکراتی ہوئی اسی کو نہار رہی تھی جو سنجیدگی سے ویٹر کو آرڈر نوٹ کروا رہا تھا۔

"لگتا ہے آدھے گھنٹے کا سفر ساتھ کر کے تم دونوں کے ارادے بدل گئے ہیں۔۔ کیوں ارمان ایسا کیا ہوا اس سفر میں"

ماہر مرحا کو یوں مسکراتے دیکھ معنی خیزی سے بولا۔

اُس کی بات پر وہ خود اور قابو پاتی سرعت سے نظریں پھر گئی تھی۔

ارمان نے حیرانگی سے ماہر کو دیکھا پھر اپنے پہلو میں بیٹھی مرحا پر نظر ڈالی۔

"ہمارے سفر میں تو کچھ نہیں ہوا البتہ مجھے ایسا ضرور لگ رہا ہے۔۔۔اتنا سفر تنہا۔۔کسی کو سوچتے رہنے کی وجہ سے۔۔۔۔۔

آپ کا دماغ ضرور الٹ گیا ہے"

ارمان نے بھی معنی خیزی سے بدلہ لیا تو سب کے ہی منہ حیرت سے کھلے تھے۔

اب ارمان ریلیکس ہوتا ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھتا مسکرا کر سب کی طرف دیکھنے لگا۔

کیونکہ اب ماہر خانزادہ کا جینا حرام ہونے ہی والا تھا۔

ماہر لالا آپ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نام تو بتائیں ہمیں "
" کون ہے وہ؟ کیسی ہے؟ آپ کو کہاں ملی؟
سیرت تو پر جوش ہوتی سوالوں کی بوچھاڑ کر چکی تھی۔

تم تو انتہائی ڈیش نکلے۔۔۔۔۔۔۔مجھے بتانا بھی ضروری نہیں" سمجھا اور ارمان کو ایک ایک چیز بتادی۔۔۔لعنت ہے ایسی دوستی پر۔۔۔۔۔۔۔دل تو کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر لڑکیاں نہ بیٹھی ہوتیں تو تجھے ایسی گالیاں دیتا کہ مرتے دم تک تجھے یاد رہتیں"

بہرام غصے سے اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر چیخا تھا۔

اُس کی آخری بات پر وہ تینوں یونہی شرمندہ ہوتی سر جھکا گئی تھیں۔

"مجھے تو لگتا تھا کے بہرام لالا شریف ہیں۔۔۔مگر"

مرحا اپنے ساتھ بیٹھی سیرت کے کان میں بولی۔

"ابھی تم نے انہیں جانا ہی کہاں ہے جو تم انہیں شریف سمجھتی رہی "

سیرت رازداری سے کہتی سیدھی ہو بیٹھی۔

"اب کچھ بولو گے بھی یا۔۔۔۔۔۔۔"

بہرام ماہر کو گھور کر بولا تو اُس نے کھا جانے والی نظروں سے ارمان کو دیکھا تھا۔

لالا یہ بیچارے کیا بتائیں گے آپ کو اپنی داستانِ "

"محبت۔۔۔۔میں ہی بتا۔۔

ابھی ارمان کے الفاظ منہ میں ہی تھے کہ ماہر چیل کی سی تیزی سے اُس تک پہنچ کر اُس کے منہ کو سختی نے بند کر چکا تھا۔

"بکواس بند رکھو اپنی"

ماہر اُسے گھور کر سنجیدگی سے بولا تو ارمان مسکراتا ہو خاموش ہو گیا۔

دوسری طرف بہرام ابھی بھی ماہر کو گھورنے میں مصروف تھا۔

وہ دونوں بچپن سے ہی گہرے دوست تھے۔

بہرام نے کبھی اُس سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی یہاں تک کہ سیرت کے لیے اپنی محبت بھی۔۔۔

اور اُس نے کیا کیا تھا۔۔۔ کسی سے محبت ہو ہی گئی تھی تو اسے بتا تو دیتا۔ لیکن اُسے شاید اعتبار ہی نہیں تھا بہرام پر۔

ماہر اُسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ پلوشے کو چاہنے لگا ہے۔ مگر بہرام اپنے گھر کی لڑکیوں کے لئے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ رہتا تھا۔

اس لیے وہ چاہ کے بھی بہرام کو اس متلعق نہیں بتا پایا تھا۔

ماہر نے تو ارمان کو بھی نہیں بتایا تھا اس بارے میں مگر وہ خود ہی اُس کی نظروں سے اُس کے دل کا حال سمجھ گیا تھا۔

ویٹر کھانا لایا تو وہ سب کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

لڑکیاں تو آپس میں باتیں کر رہی تھیں جبکہ وہ تینوں بلکل خاموش تھے۔

بہرام کو یوں سنجیدہ دیکھ کر ماہر کا دل کر رہا تھا ابھی اُسے بتا دے۔

باہر والوں کے ساتھ ماہر خانزادہ جیسا رویہ رکھتا تھا گھر والوں کے لیے بلکل اُس سے اُلٹ رویہ ہوتا تھا اُس کا۔

اب بھی اُس سے بہرام کی ناراضگی برداشت بھی ہو رہی تھی مگر کل اُسے منانے کا سوچتا وہ خاموش رہا۔

"لالا کھانے کے بعد ہمیں مال لے جائیں ناں۔۔۔ تھوڑی سی شوپنگ کر لیتے ہیں"

پلوشے بہرام سے ضد کرنے لگی تو اُس نے نفی میں سے ہلایا۔

"نہیں گڑیا۔۔اب بس حویلی چلیں گے رات گئے تک آپ لڑکیوں کا باہر گھومنا مناسب نہیں لگتا"

بہرام نے اُسے سمجھایا۔

"پلیز لالا"

اس دفعہ مرحا بولی تو ارمان نے غصے سے اُس کی طرف دیکھا۔

"تم خاموش رہو۔۔۔ کہہ دیا ہے نا ایک دفعہ کے نہیں جانا اب کہیں۔۔۔چپ چاپ گاڑی میں جا کر بیٹھو تم لوگ ہم بل پے کر کے آتے ہیں"

ارمان سختی سے بولا تو وہ آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

بہرام نے ارمان کو گھورا تھا۔۔۔

"تمیز سے۔۔۔۔۔۔۔۔ میری گڑیا اگر جانا چاہتی ہے تو ہم ضرور چلیں گے مال"

بہرام نے پہلے ارمان کو دیکھا تھا پھر پیار سے مرحا کو خود سے لگاتے ہوئے بولا۔

ارمان سر جھٹکتا بل پے کرنے چلا گیا۔
وہ چاروں بھی پارکنگ میں ائے تھے۔

سیرت اور پلوشے بہرام بہرام خانزادہ کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں اور مرحا ارمان کی گاڑی میں۔

بہرام اور ماہر کھڑے ارمان کا اِنتظار کر رہے تھے تاکہ وہ مرحا کے پاس آکر بیٹھے تبھی وہ دونوں اپنی گاڑیوں میں جاتے۔

رات کے اس وقت کافی عیاش لڑکے بھی سڑکوں پر گھوم رہے ہوتے ہیں۔

اس لیے وہ دونوں احتیاط برت رہے تھے۔۔۔

کچھ ہی منٹوں میں ارمان پارکنگ میں داخل ہوا تو وہ بہرام اُسے مال کا بتاتے اپنی گاڑی میں آیا۔

وہ دونوں بھی اپنی گاڑیوں میں سوار ہوئے۔

"کیا ضرورت تھی اس وقت ان فضولیات کی"

ارمان ایک بازو سٹرینگ پر رکھے اُس کی طرف دیکھتا بولا۔

"آپ۔۔۔ویسے ہی۔۔۔دل کر رہا تھا ہمارا ابھی شاپنگ کرنے کا۔۔۔آپ
لوگ بھی تو اکثر رات دیر تک دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں"

وہ بغیر ہچکچائے دوبدو بولی تو ارمان نے آنکھیں نکال کر اُسے
ڈرایا۔

"ہم لڑکے ہیں چاہے ساری رات گھر نا آئیں کوئی کچھ نہیں کہے
گا۔۔۔لیکن تم لڑکیوں کو خیال رکھنا چاہیے۔۔تھوڑی سی اونچ
نیچ بھی ہو جائے تو یہ دنیا جینے نہیں دیتی"

آج پہلی مرتبہ ارمان خانزادہ نے اُسے کوئی بات سمجھائی تھی۔

مرحا نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔اُس کے دل میں اچانک ایک سوال آیا تو اُس نے ارمان کا اچھا موڈ دیکھ کر فوراً سے اُس سے پوچھا۔

"ارمان۔۔۔میں آپ کو کیوں نہیں پسند؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

ارمان خانزادہ نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

وہ ہمیشہ سے ہی جانتا تھا اُس کی نازک مجازی مگر وہ اُس معصوم کو اُس کی ماں جیسا نہیں بننے دینا چاہتا تھا۔

بیشک وہ اُس کی پھپھو تھیں لیکن ارمان کو اُن سے نفرت تھی۔

اُسے ہر اس قسم کی عورت سے نفرت تھی جو صرف ایک پسند کی شادی کے لیے اپنے گھر والوں کی عزت مٹی میں ملا دیتی ہے۔

وہ کئی بار مرحا کی نظروں میں اپنے لیے محبت دیکھ چکا تھا۔

مگر وہ پھر بھی ہمیشہ اُس سے سخت رویہ رکھتا رہا تھا۔

صرف اس لیے کہ وہ خود کو سمبھال کر رکھے۔۔۔ خود کو مضبوط بنا سکے۔۔۔

"میں نے کب کہا کے تم مجھے نہیں پسند"

ارمان گھمبیر لہجے میں بولا تو مرحا نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا۔

"آپ کہتے نہیں ہیں لیکن آپ کا رویہ یہی بتاتا ہے"

وہ تھوڑی ناراضگی سے بولی تو ارمان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری۔

" رویوں پر مت جایا کرو"

وہ کہتا گاڑی مال کے آگے روک چکا تھا۔

وہ دونوں باہر نکلے۔

تبھی باقی دونوں گاڑیاں بھی آ رکیں۔

وہ سب اندر کی طرف بڑھے۔

لڑکیاں آگے آگے چل رہی تھیں جبکہ وہ تینوں اُن کے پیچھے۔

بہرام کی آفیس سے کال آگئی تھی وہ اپنے مینیجر سے بات کرتا اُن کے پیچھے ہی چل رہا تھا۔

اچانک مرحا کے چلتے قدم تھمے تھے۔
اُس کی آنکھیں میں خوشی سے آنسو آئے تھے۔

تبھی اُن سب کی نظر بھی سامنے اٹھی تو پلٹنا بھول گئی تھی۔

سامنے ہی مہروش مسکراتی ہوئی ایک بچے کے ساتھ ڈریسز لگا کر دیکھ رہی تھی۔

اُس کے ساتھ ہی آویز شاہ سیل میں مصروف سا کھڑا تھا۔

"مم۔۔۔مہروش"

مرحا بھاگتی ہوئی اُس شاپ کی طرف بڑھی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ گلاس ڈور کھولتی اندر داخل ہوئی۔

اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر مہروش کو گلے سے لگایا تھا۔

مہروش تو اس افتاد پر بوکھلا ہی گئی مگر پھر اُسے پہچان گئی۔

آج وہ تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد مل رہی تھی کسی اپنے سے۔

مرحا اُس سے لگی آنسو بہا رہی تھی۔۔۔بے اختیار مہروش کی بھی آنکھیں برسنے لگیں۔

آویز شاہ نے نہ گواری سے کر اُس لڑکی کو دیکھا تھا جو اُس کی بیوی سے چپکی ہی کھڑی تھی۔

پھر مہروش کو روتے دیکھ آویز شاہ کو محسوس ہوا وہ حویلی کی ہی کوئی لڑکی ہے۔

ورکرز عجیب نظروں سے اُنہیں دیکھ رہے تھے۔

تبھی مہروش خود کو اُس سے الگ کرتی اُس کا ہاتھ تھام کے باہر لائی تھی۔

آویزشاہ بھی روحان کو اٹھاتا باہر نکلا۔

ارمان کی نظر جب سے مہروش پر پڑی تھی دل کر رہا تھا اپنی بہن کو آویزشاہ سے چرا کر حویلی لے جائے۔

پتہ اُن لوگوں نے کیسا رویہ رکھا ہوگا اس کے ساتھ۔ وہ تو نازک بھی بہت تھی کیسے سہتی ہوگی اکیلے اُن سب کی سختیاں۔

سب لڑکیاں جب اس سے مل چکیں تو مہروش بھاگتی ہوئی بہرام خانزادہ کے سینے سے لگی تھی۔

"لا۔۔لالا۔میں۔۔نے ب۔ہت۔۔مس کیا آپ۔۔سب کو" وہ روتی ہوئی بولی تھی۔

بہرام نے اُس کے گرد نرم حصار بنایا اور اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا۔

"ہم سب نے بھی بہت مس کیا اپنے بچے کو۔۔۔میری جان کیسی ہے؟وہاں کسی نے کچھ کہا تو نہیں؟"

وہ محبت سے اُس سے سوال پوچھنے لگا تو اُس نے نم آنکھوں سے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں لالا وہاں سب بہت اچھے ہیں۔۔ مجھے کوئی کچھ بھی نہیں کہتا۔۔۔ بلکہ میری سب سے دوستی بھی ہو گئی ہے"

اُس کی بات پر بہرام نے ایک نظر آویز شاہ کو دیکھا رہا جس کے چہرہ ہی بتا رہا تھا کہ وہ یہ سب بہت مشکل سے برداشت کر رہا ہے۔

اب بھی وہ خونخوار نظروں سے ارمان کو دیکھ رہا تھا۔

"ہمم۔۔۔اچھی بات ہے"

بہرام کو جہاں اپنی بہن کے خوش ہونے سے خوشی ہوئی تھی وہیں ایک خدشے نے اُسے گھیرا تھا۔

کہ کہیں آویز شاہ نے اُس کی بہن سے۔۔رشتہ آگے تو نہیں بڑھا لیا ہوگا؟

یہ سوال وہ مہروش سے پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔مگر وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ آویز شاہ اپنا رشتا آگے بڑھائے کیونکہ اس طرح اُنہیں الگ کرنے میں مشکل ہونی تھی۔

وہ دونوں بھائی کب سے بھاگ دوڑ میں لگے تھے کہ کسی طرح ارمان بے گناہ ثابت ہو اور وہ اپنی بہن واپس لائیں۔

لیکن اب مہروش کے چہرے کی خوشی کچھ اور ہی بتا رہی تھی۔

بہرام کے بعد وہ ارمان کے سینے سے لگی۔

ارمان ابھی اسے پیار کر ہی رہا تھا کہ آویز شاہ ضبط کھوتا تیزی سے آگے آیا۔

ارمان سے لگی مہروش کا بازو سختی سے جکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا باہر لے جانے لگا۔

مہروش نے بہت کوشش کی خود کو اُس سے چھڑانے کے مگر وہ ظالم بن چکا تھا۔

ارمان غصے سے کھولتا اُن کے پیچھے جانے ہی لگا تھا کہ بہرام نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر انکھوں ہی انکھوں میں کوئی اشارہ کیا تھا۔

ارمان خانزادہ نے بمشکل خود اور قابو پایا۔۔۔

وہ تیزی سے مال سے باہر نکلا تو پیچھے بہرام بھی اُن سب کو لیے مال سے نکلا تھا۔

ارمان اپنی گاڑی وہاں سے نکال چکا تھا تو مرحا بھی بہرام کی گاڑی میں ہی جا رہی تھی۔

---

"بابا مجھے ابھی کہ ابھی مہروش واپس چاہیے۔۔۔آپ کچھ کر سکتے ہیں تو بتائیں نہیں تو میں خود کر لوں گا کچھ نا کچھ"

صبح سب ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے جب ارمان غصے سے نیچے آتے ساتھ ہی ازمیر خانزادہ سے مخاطب ہوا تھا۔

اُس کی بات اور ازمیر خانزادہ نے چونک کے اُسے دیکھا۔

اچانک پتہ اب اُس پہ کون سا جادو سوار ہوا تھا۔

"تمہارا دماغ درست ہے"

وہ بھی غصے سے بولے۔

"جی الحمدللہ بالکل ٹھیک ہے میرا دماغ۔۔۔ بابا بتائیں آپ کچھ کر رہے ہیں یا نہیں"

وہ نجانے کیوں عجیب عجیب باتیں کر رہا تھا۔۔۔

"ناں ہی میں ایسی کوئی حرکت کر رہا ہوں اور نا تم۔۔۔ اگر کچھ کرنا ہی ہے نا تو کسی طرح اپنی بے گناہی ثابت کردو"

وہ سختی سے اُسے تنبیہہ کرتے کھانے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

ارمان جو غصے سے سرخ ہو رہا تھا اچانک چیخا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آپ کچھ نا کریں میں خود ہی جا رہا ہوں شاہ حویلی مہروش کو لینے"

وہ کہتے ساتھ ہی باہر نکلا تو بہرام بھی اس کے پیچھے نکلا۔

لیکن وہ اپنی گاڑی حویلی سے نکال چکا تھا۔

"مجھے تو یہ لڑکا پاگل لگتا ہے۔۔۔اب پتہ کیا کرے گا وہاں جا کر"

ازمیر خانزادہ پریشانی سے بولے۔

"میں بھی چلا جاتا ہُوں اُس کے پیچھے"

بہرام نے سوالیہ نظریں سے اپنے بابا کو دیکھ کر کہا تو اُنھوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں اب گیا ہے تو اپنی مرضی سے گیا ہے۔۔۔ تمہیں جانے کی کوئی ضرورت نہیں"

اُن کی بات اور وہ اثبات میں سر ہلاتا چیئر کی بیک سے اپنا کوٹ اٹھا کر آفیس کے لیے نکل گیا۔

وہ اپنے آفیس روم میں آیا ہی تھا کے سامنے ماہر علی خانزادہ بڑی شان سے اُس کی چیئر پر بیٹھا پیپر ویٹ کو گھمار ہا تھا۔

اُسے اتے دیکھ ماہر مسکرایا جبکہ بہرام سنجیدگی سے ایک ڈرا کھول کر اُس میں سے کوئی فائل ڈھونڈنے لگا تھا۔

"اچھا یار بس کرناں۔۔۔تجھے بتانے ہی آیا ہُوں"

ماہر کھڑا ہوتا اُس کے پاس آیا تھا اور اُسے کندھوں سے تھام کر اُس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

مگر بہرام اُسے دھکا دیتا خود سے دور جھٹک چکا تھا۔

"ابھی کے ابھی دفعہ ہو جاؤ یہاں سے مجھے کچھ نہیں سننا"

وہ درشتگی سے کہتا ٹیبل سے ایک فائل اٹھا کر پڑھنے کی اداکاری کرنے لگا تو ماہر نے فائل اُس سے کھینچ کر دور اچھالی۔

"اب بکواس بند کر اور بات سن میری۔۔۔۔ قسم سے میں نے ارمان کو کچھ نہیں بتایا اُس گالی نے خود ہی جان لیا تھا یار"

ماہر اُسے چیئر پر زبردستی بیٹھاتا خود ٹیبل کے کونے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔

"ہمم۔۔۔۔ بتا کون ہے وہ"

بہرام نے ناراضگی بھولتے گہری سانس لے کر اُس سے سوال کیا۔

۔

۔

ماہر جو گھر سے تو خود کی مکمل تیار کر کے نکلا رہا اب پھر ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔

لیکن پھر نظریں چھوڑا کر بولا۔

"پل۔وشے"

وہ زمین پر نظریں گاڑھے بولا تھا۔

بہرام کو شدید قسم کی حیرت ہوئی تھی۔

وہ آج تک اُس کی نظریں پہچان ہی بھی پایا؟

"کچھ تو شرم و حیا ہوتا ہے بندے مجھے ہی میری بہن کے لیے محبت کا بتا رہا ہے۔۔۔تجھے ذرا شرم نہیں آئی بیغیرت انسان"

بہرام مصنوعی غصے سے بولا تو ماہر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"انہیں حرکتوں کی وجہ سے نہیں بتایا تھا تجھے"

اُس نے شکوہ کیا مگر بہرام خانزادہ اور کوئی اثر نہیں ہوا۔

"بیٹا جی جتنی سے جتنی جلدی ہو سکے اُسے بھولنے کی کوشش کرو۔۔۔کیُونکہ وہ ابھی بہت چھوٹی ہے تو حویلی میں کوئی بھی نہیں مانے گا"

بہرام اٹھتا ہوا عام سے لہجے میں بولا۔

جبکہ ماہر نے کھینچ کر اسے واپس کرسی پر گرایا تھا۔

"تو دوست ہے یا دشمن۔۔۔ی نہیں کہ بندہ زرا تسلی ہی دے دیتا ہے نہیں یہاں تو سیدھا بھول جانے کے مشورے دیے جا رہے ہیں"

وہ اُسے دیکھ کر غصے سے بولا تو بہرام مسکرایا۔

"اچھا اگر جھوٹی تسلی ہی چاہیے تھی تو پہلے بتاتا۔۔۔۔ چل اب سن۔۔۔ جیسے ہی تو رشتہ بھیجے گا ہم سب اُسے اٹھا کر تیری جھولی میں ڈال دیں گے۔۔اب ٹھیک ہے؟"

بہرام اُسے زچ کرنا چاہ رہا تھا اور وہ ہو بھی رہا تھا۔

اُس نے ٹیبل سے اپنا سیل اُٹھایا اور بغیر بہرام کی طرف دیکھے اُس کے آفیس سے باہر نکلا۔

پیچھے بہرام اُس کے روٹھنے پر مسکرایا تھا۔

"روٹھی محبوبہ"

وہ اُسے لقب سے نوازتا مسکرا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

---

وہ سارے راستے روتی رہی تھی کس طرح آویز شاہ نے اُسے اُس کے بھائی سے جدا کیا تھا۔

اُسے اُس کی فیملی سے ہمشہ کے لئے الگ کر تو دیا تھا کم از کم ایک لمحے کے لیے ملنے تو دے ہی سکتا تھا ناں؟

مہروش روتی رہی تھی مگر اُس ظالم ن
ے ایک دفعہ بھی اُس کے آنسو نہیں پونچھے۔

جب وہ لوگ حویلی پہنچے تو مہروش نے شکر ادا کیا کہ سب لوگ سو رہے تھے۔۔۔

کیُونکہ اُسے روتا دیکھ سب سوال کرتے تو وہ مزید ٹوٹ جاتی۔

وہ کمرے میں ائے تو مہروش خاموشی سے اپنی طرف لیٹ کر آنکھیں بند کر چکی تھی۔

آویز نے سوئے ہوئے روحان کو لاکر اُس کے پہلو میں لٹایا اور خود اسٹڈی میں چلا گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ روم میں آیا تو کمرے میں اُس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

آویز شاہ کو احساس تھا کہ اُس اور کیا گزر رہی ہو گی۔

اتنے دنوں بعد سب سے مل رہی تھی۔

لیکن وہ کیا کرتا اُس کا بھی تو جوان بھائی بے موت مارا گیا تھا۔

اُسے باقی کسی سے مسلہ بھی تھا مگر جب وہ ارمان خانزادہ کے سینے سے لگی تھی تو آویز کو خود میں آگ کے بھانبھڑ جلتے محسوس ہوئے تھے۔

اس لیے اُس نے اسے ارمان سے الگ کیا تھا۔

اب بھی وہ خود بہت غصے میں تھا مگر اُس کا رونا آویز شاہ کو تکلیف پہنچا رہا تھا۔

وہ آہستہ سے اُس کی طرف آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

"رونا بند کرو"

آویز شاہ روحان کو ایک طرف لٹاتا خود دونوں کے درمیان آیا تھا۔

ہاتھ بڑھا کر اُس کا کمبل خود پر بھی ڈالا اور اُسے مدھم آواز میں تنبیہہ کی تھی۔

لیکن وہ ابھی بھی رونے میں مشغول تھی۔

اچانک آویز کو غصّہ آیا تھا۔

"مہروش سمجھ نہیں آرہی میری بات؟"

وہ انتہائی سختی سے بولا تو مہروش نے آنکھیں پونچھیں اور خاموش ہوتی تکیے میں منہ چھپا گئی تھی۔

"یہاں دیکھو میری طرف"

وہ نرمی سے اُس کے بال سہلاتا بولا تھا۔

مجھے نہیں دیکھنا آپ کی طرف،، میرے صبر کا امتحان مت لیں"

" آویز شاہ۔اتنا ظلم مت کریں مجھ پر

وہ انتہائی غمگیں لہجے میں بولی تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

آویز خاموشی سے خود بھی اسی کے تکیے پر سے رکھ کے کر گیا۔

دو منٹ چھت کو گھورنے کے بعد اُس نے نرمی سے مہروش کو سیدھا کر کے اپنے سینے پر اُس کا سر رکھا اور اُس کی کمر کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا تھا۔

مہروش نے پیچھے ہونا چاہا تو اُس نے گرفت اتنی مضبوط کی تھی کہ مہروش کو لگا آج اُس کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی۔

"تم بھی تو مجھے سمجھنے کی کوشش کرو"

وہ آہستہ آواز میں بولا تھا۔

پتہ نہیں کیوں مہروش کو آج اُس کا لہجہ بہت دکھی اور بے بس محسوس ھوا۔

میں سمجھتی ہُوں آپ کو آویز۔۔۔ مگر کاش آپ بھی مجھے" سمجھتے"

وہ دکھ سے کہتی اُس کے گرد اپنی باہیں باندھ چکی تھی۔

"بیشک تم اپنی فیملی سے الگ ہوئی ہو مہر مگر تمھیں پتہ تو ہے ناں کہ تمھاری فیملی ٹھیک ٹھاک ہے، زندہ ہے۔۔۔ لیکن مجھے دیکھو میرا جان سے پیارا بھائی صرف تمہارے اُس ڈیش بھائی کی وجہ سے آج میرے پاس نہیں ہے۔ کتنا دور چلا گیا ہے وہ ہم سب سے کہ اب ہم چاہ کر بھی اُسے مل نہیں سکتے، دیکھ نہیں سکتے۔۔۔ میں بھی تو خاموش ہُوں ناں "

وہ انتہائی اذیت سے بولا تھا۔

اُس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کے گرتا اُس کی بیئرڈ میں جذب ہوا تھا۔

"میں مانتی ہُوں آویز کہ آپ لوگ بہت دکھی ہیں۔۔۔ جوان بھائی، بیٹا کھونا کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔۔۔ آپ سب کے لیے تو وہ دن قیامت کے مترادف ہو گا مگر میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کے ارمان لالا نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔ وہ تو آپ کے بھائی کے بہت اچھے دوست تھے وہ کبھی ایسا کچھ نہیں کر سکتے"

وہ اُسے سمجھانے کی خاطر بولی تو آویز نے اچانک اٹھتے اُسے سیدھا کر کہ بیٹھایا تھا اور سر اُس کی گود میں رکھتا آنکھیں موند گیا۔

فلحال مجھے سکون چاہیے مہر بہت تھک گیا ہوں میں۔۔۔۔ابھی "
بحث نہیں چاہتا "

اُس نے مہروش کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھے تو وہ اُس کا اشارہ سمجھتی اُس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔

اُس کی انگلیوں کے لمس میں اس قدر سکون تھا کہ آویز شاہ کو کچھ ہی لمحوں میں نیند نے آن گھیرا تھا۔

وہ کچھ دیر تو اُس کے بال سہلاتی رہی مگر تھوڑی دیر بعد ہی یونہی بیٹھے بیٹھے اُسے بھی نیند آگئی تو اُس نے سے بیڈ کراؤن سے لگا کر آنکھیں بند کر کی تھیں۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

صبح آویز شاہ کی نیند چھ بجے کھلی تھی۔

اُسے ہمیشہ سے ہی جلدی اٹھنے کی عادت تھی کیونکہ وہ باجماعت فجر کی نماز پڑھا کرتا تھا۔

آج وہ تھوڑا لیٹ اُٹھا تھا۔

وہ ابھی بھی مہروش کی گود میں ہی سر رکھے ہوئے تھا۔

روحان اور مہروش ابھی سو رہے تھے۔

وہ مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھا ایک نظر مہروش کی بند آنکھوں پر ڈالی۔

پھر روحان کی طرف متوجہ ہوا جو اُنہیں کی طرف کروٹ لیے گہری نیند میں سویا بے حد معصوم اور پیارا الگ رہا تھا۔

آویز شاہ نے اُس کے چہرے پر جھک کر زور سے اُس کی گال چوم کر بیرڈ اُس کی گال پر رگڑی تھی۔

روحان جو پر سکون نیند سو رہا تھا گال اور چبھن ہونے سے آنکھیں کھولتا رونے لگا تھا۔

آویز پریشان ہوتا اُسے بازوؤں میں بھر کر چپ کروانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ بس روئے جا رہا تھا۔۔۔

مہروش کی نیند بھی اُس کے رونے پر کھلی تو اُس نے جلدی سے روحان کو اپنی گود میں لیا تھا۔

اُسے سینے سے لگا کر اُس کی پیٹھ رب کرتے ہوئے مہروش نے گھور کر آویز کو دیکھا۔

"کیا کہا ہے آپ نے صبح صبح بچے کو"

وہ غصے میں اس قدر کیوٹ لگ رہی تھی کہ آویز شاہ کا دل کیا اُس کا چہرہ ہی چوم ڈالے۔

"بس تھوڑا سا پیار کیا ہے تو اس کا یہ حال ہے۔۔۔میں تو یہ سوچ کر پریشان ہُوں کے اُس رات تمہارا کیا حال ہو گا"

وہ اُسے ٹیز کرنے کی خاطر شرارت سے بولا تو وہ پل میں ہی سرخ پڑی تھی۔

سائڈ سے کشن اٹھا کر آویز شاہ کو مارا تھا۔

وہ قہقہہ لگاتا بیڈ سے اٹھتا واشروم کی طرف بڑھ گیا تو مہروش نے روحان کو اپنی گود میں لٹایا۔

جواب خاموش ہو چکا تھا۔

اُسکی نظر روحان کی سرخ ہوئی گال پر پڑی تو اسے سمجھ ائی کہ وہ بیچارہ کیوں رو رہا تھا۔

"ماما کی جان"

وہ پیار سے کہتی اُس کے چہرے پر جھکی اور اُسکی اسی گال پر اپنی لب رکھے۔

اچانک یاد کہ آویز شاہ نے بھی یہیں پیار کیا تھا تو وہ شرماتی ہوئی پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ تینوں ناشتے کے بعد لون میں آگئے تھے۔

آویز شاہ ایک چیئر پر بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا اور وہ دونوں ایک طرف کھیل رہے تھے۔

وہ محبت پاش نظروں سے اُن دونوں کو دیکھتا رہا۔

کتنی مکمل ہی گئی تھی اُس کی زندگی مہروش کے انے سے۔

وہ اُداسیاں جنہوں نے اُس کی زندگی میں ڈیرے جمالیے تھے اب کہیں کھو گئی تھیں۔

وہ کال ختم کرتا اٹھ کے اُن دونوں کے پاس آیا جو پھولوں کی کیاری کے پاس ہری بھری گھاس پر بیٹھے تھے۔

مہروش ایک پھول توڑ کر روحان کے منہ پر پھیرنے لگی تو وہ کھلکھلا دیا۔

آویزا بھی اُن تو پہنچا ہی تھا کے گیٹ پر نظر پڑی جہاں سے ارمان خانزادہ تیزی سے اُن کی طرف آرہا تھا۔

پل میں آویز شاہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی کچھ دیر پہلے چہرے پر کو نرمی تھی اب وہ انتہائی غصے میں بدلی تھی۔

اُس کے ماتھے پر بل پڑے اور وہ تیزی سے آگے بڑھتا ارمان کے سامنے جا رکا۔

"تمہارے بھائی کو میں نے مارا ہے ناں۔۔۔اگر تم مرد ہوتے تو بدلہ بھی مجھ سے لیتے یہ کیا بزدلوں کی طرح مردوں کی لڑائی میں عورتوں کو گھسیٹا ہے"

ارمان خانزادہ اُس کے بلکل سامنے کھڑا ہوتا تمسخر سے بولا تھا۔

مہروش اُس کی آواز پر تیزی سے کھڑی ہوتی اُن دونوں کے پاس ائی تھی۔

"بزدل میں نہیں بزدل تم لوگ ہو ہم نے تو دو آپشن دیئے تھے ناں تملوگوں کو۔۔۔تم نے خود ہی اپنی بہن پر اپنے آپ کو فوقیت دی تو میں کیا کر سکتا تھا"

آویز شاہ بھی غصے سے اُسے دیکھتا بولا تو ارمان اُسے ایگنور کرتا مہروش کا ہاتھ سختی سے تھام گیا۔

"میں اسے لے کر جارہا ہوں۔۔۔پہلے میری خلاف کوئی ثبوت ڈھونڈواور جب ثبوت مل جائے تو سیدھا میرے پاس آکر میرا سینا گولیوں سے چھلنی کر دینا میں اف بھی نہیں کروں گا"

وہ آویز شاہ کی لہو رنگ انکھوں میں آنکھیں گاڑھے کہتا مہروش کو لیے مڑنے ہی لگا تھا کہ آویز شاہ نے آگے بڑھ کر مہروش کا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے الگ کیا تھا۔

اُسے اپنے پیچھے کرتا خود آگے ہوا اور سنجیدگی سے ارمان خانزادہ کو دیکھا۔

پنچایت کا فیصلہ تم بدل نہیں سکتے۔۔۔ابھی اور اسی وقت نکلو" میری حویلی سے اس سے پہلے میرے آدمی تمہاری بوٹیاں کتوں کے آگے ڈال دیں۔۔۔"

آویز شاہ انتہائی سختی سے بولا تھا۔

مہروش جو اُس کے پیچھے کھڑی تھی اچانک آگے ہوئی۔

"آپ ایسے بات نہیں کر سکتے میرے لالا سے"

وہ شکوہ کناں نظروں سے آویز کو دیکھتی بولی تھی۔

آویز شاہ نے گہری نظروں سے اُسے دیکھتے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو وہ بے بسی سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

"مہروش تم چل رہی ہو یا نہیں"

ارمان خانزادہ، آویز کو سرے سے نظر انداز کیے اُس کی طرف مڑتا ہوا برہمی سے بولا تھا۔

آویز کا دل تو کیا کے اُس کے منہ پر دو تین لگا کر اُسے حویلی سے باہر پھینک دے مگر وہ مہروش کا ریکشن دیکھنے کے لیے پل کو ٹھہرا۔

مہروش نے بے بسی سے اُن دونوں کو دیکھا تھا ایک طرف جان سے پیارا بھائی تھا تو دوسری طرف نیا نیا عشق۔۔۔

بیشک وہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی تھی مگر وہ کیسے آویز شاہ کا احسان بھلا دیتی۔

وہ جانتی تھی خون بہا میں جانے والی لڑکیوں سے کس قدر برا سلوک کیا جاتا ہے۔

مگر آویز شاہ نے اُسے کچھ بھی تو نہیں کہا تھا۔ بلکہ اُس کی فیملی نے بھی مہروش کو بلکل اپنا سمجھ لیا تھا۔

وہ سب حویلی سے اٹھی اُس جوان لاش کو بھی فراموش کر کے اُس کیسے یوں بیچ راہ میں ساتھ ملتے ہی o کی طرف بڑھے تھے تو وہ بے وفائی کر جاتی۔

اس وقت وہ ارمان خانزادہ کی آنکھوں میں انا اور جنون صاف دیکھ رہی تھی۔

جو صرف آویز شاہ کو نیچا دکھانے کے لیے اسے لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اگر یہ محبت اتنی ہی تھی تو اُسے بھیجا ہی کیوں تھا یہاں اسی وقت اُس کے آگے ڈٹ کر کھڑا ہونا تھا ناں؟

"نہیں لالا میں نہیں آسکتی جو بھی ہے آویزاب میرے شوہر ہیں
میں صرف آپ کی ضد کی وجہ سے اپنا گھر نہیں خراب کرنا چاہتی
"

وہ بظاھر سنجیدگی سے بولی تھی مگر اُس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ
سے وہی واقف تھی۔

اپنے لالا سے اس طرح سخت الفاظ کہتے اُس کے دل کو کچھ ہوا
ضرور تھا مگر ایک کہہ گئی تھی۔

وہ ارمان خانزادہ کے ضدی مزاج سے واقف تھی۔

وہ جانتی تھی اُسے وقتی غصّہ ائے گا مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھول جائے گا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔لیکن میں ارمان خانزادہ آج سے تم سے اپنا ہر تعلق ختم کرتا ہوں تمہیں تمہارا گھر اور شوہر مبارک ہو۔ تمہارا صرف ایک بھائی ہے بہرام بس۔میں نہ ہی تمہارا کچھ لگتا ہوں اور نہ ہی لگتا تھا۔۔۔۔خدا حافظ"

وہ سنجیدگی سے کہتا جس طرح آیا تھا اُسے طرح تیزی سے باہر نکلا۔

پیچھے مہروش اُس کے الفاظ یاد کرتے زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

وہ گھٹنوں میں سر چھپا کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو آویز تیزی سے اُس کے نزدیک آ بیٹھا تھا۔

اُسے کندھوں سے تھام کے خود سے لگایا۔

وہ جانتا تھا اس وقت اُس نازک جان پر کیا بیت رہی ہو گی مگر اُس کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔

مہروش روتی ہوئی اُس کے سینے سے سر ٹکا گئی تو وہ اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اُسے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

رات کے بارہ بج چکے تھے ارمان خانزادہ کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔

اُس کا یوں رات دیر سے آنا عام سی بات تھی۔

مگر آج صبح وہ غصے کے جس عالم میں حویلی سے نکلا تھا سب ہی پریشان تھے۔

وہ سب لاؤنج میں بیٹھے پریشانی سے اُس کا انتظار کر رہے تھے۔

صبح سے تو اُس کا فون بھی بند تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے بہرام خانزادہ نے ٹرائے کیا تھا تو اُس نے کال پک کر لی تھی اور کچھ دیر میں پہنچنے کا کہا تھا۔

سب ہی اُس کے مزاج سے واقفیت رکھتے تھے۔

اسی لیے سب کو فکر تھی کہ اس نے کچھ غلط نہ کر دیا ہو غصے میں۔

اچانک قدموں کی چاپ پر اُن سب نے نظریں اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

یہاں سے وہ تھکا تھکا سا داخل ہوا۔

بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے غصے اور تھکن کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

ہاتھ پر پٹی بندھی دیکھ شائستہ بیگم کا تو کلیجہ منہ کو آیا تھا۔

وہ جلدی سے اُس کے قریب ائیں، اُس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اُس کی پیشانی چومی پھر نم انکھوں سے اُسے دیکھا۔

"کیا حالت بنالی ہے تم نے اپنی ارمان۔۔۔ذرا سا تو ہمارے لیے بھی سوچا کرو"

وہ پر شکوہ نظروں سے بولیں تو ارمان نے اُس کی آنکھیں صاف کیں۔

اُن کے دونوں ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے اُن پر اپنے لب رکھے۔

"میں بلکل ٹھیک ہُوں امی۔۔آپ میرے لیے پریشان مت ہوا کریں"

وہ محبت سے کہتا اُن سب کو نظر انداز کیے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"واپس آؤ"

بہرام خانزادہ کی بارعب آواز پر اُس کے قدم تھمے تھے۔

وہ سنجیدگی سے واپس نیچے اُترا اور ایک خالی صوفے پر جاکر بیٹھ گیا۔

جانتا تھا وہ سب اُس سے سوال کریں گے جن کے جواب دینے کا اُس کا ہرگز دل نہیں کر رہا تھا۔

" کیا کیا تم نے وہاں جاکر؟"

ازمیر خانزادہ آہستہ مگر سخت آواز میں بولے تو اُس نے نظریں اٹھا کر اُنہیں دیکھا۔

"میں اس معاملے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا"

ارمان نظریں چراتا ہوا بولا تھا۔

بہرام نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔

اُس کی شکل ہی بتا رہی تھی کہ وہ کوئی کارنامہ تو ضرور کر کے آیا ہے۔

لیکن وہ تھا کہ بتانا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

"ارمان، یہ فضول کے نکھرے نہیں کرو اور سیدھی طرح بتاؤ کیا ہوا ہے وہاں "

بہرام سختی سے اُس کی طرف دیکھتا بولا تو ارمان نے گہری سانس لی پھر اُن سب کی طرف دیکھا جو اسی کے بولنے کے انتظار میں بیٹھے اُسے دیکھ رہے تھے۔

"میں نے مہروش سے کہا کے گھر آؤ مگر اُس نے کہا کہ وہ میرے ساتھ آ کر اپنا گھر خراب نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

اُس نے آہستہ سے آدھی ادھوری بات کہی تھی۔

"پھر تم نے کیا کیا"

ازمیر خانزادہ جو اُس کی بات پر غصے سے پھٹنے والے ہو رہے تھے۔۔۔خود اور قابو پاتے اُس سے سوال کیا تا کہ پوری بات جان سکیں۔

میں نے اُس سے اپنا ہر تعلق ختم کر لیا ہے۔۔۔جہاں تک" بات ہے آپ سب کی تو آپ اپنی لاڈلی سے جیسے چاہیں ملیں مجھے فرق نہیں پڑتا"

وہ غصے سے بولا تھا۔

اُس کی بات پر از میر خانزادہ نے شائستہ شاہ کو ایسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہے ہوں یہ ہے تمہاری تربیت۔

وہ بھی نظریں چرا گئیں تھیں۔

"ذرا تو تم بھی دماغ چلا لیا کرو۔۔۔یہ کوئی طریقہ ہے ہاں؟ وہ بیچاری صرف تمہاری وجہ سے غیروں میں چلی گی اور تم بجائے اصل قاتل ڈھونڈنے کے اُس سے ہی تعلق ختم کرائے ہو۔۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ وہ لوگ اُس کے ساتھ اچھے سے پیشِ آرہے ہیں جو وہ واپس نہیں آنا چاہتی "

ازمیر خانزادہ افسوس اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اُسے کہتے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو وہ بھی اٹھ کر تیزی سے اوپر گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

------------------------------------

----

ماہر شام کو آفیس سے جلدی لوٹ آیا تھا آج اُس کا ارادہ سب سے بات کرنے کا تھا۔

وہ لاؤنج میں آیا تو کوئی نہیں تھا۔

اُس نے ملازمہ سے سب کے مطلق پوچھا تو اُس نے بتایا کہ آغا جان کسی دوست سے ملنے گئے ہیں، سمرین بیگم اور علی خانزادہ اپنے کمرے میں ہیں۔

وہ پہلے روم میں گیا شاور لے کر کپڑے بدلے۔
پھر کمرے سے نکلا۔

اُس نے علی خانزادہ کے روم کے دروازے پر نوک کیا تو انہوں نے اندر بلایا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو علی خانزادہ صوفے پر بیٹھے ٹی وی پر نیوز دیکھ رہے تھے اور سمرین بیگم بیڈ پر بیٹھیں کپڑے لپیٹ رہی تھیں۔

اُسے آتے دیکھ دونوں ہی مسکرائے تھے۔

ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ ماہر خانزادہ اُن کے کمرے میں ائے۔

جب اُسے کوئی ضروری کام ہوتا تھا وہ تب ہی اُن کے کمرے میں آیا کرتا تھا۔

وہ مسکراتا ہوا اسمرین بیگم کے قریب آکر بیٹھا اور کپڑے ان سے
سے لے کر سائڈ پر رکھتا اُن کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

اُنھوں نے جھک کر اُس کی پیشانی چومی۔

"آج ماں کی یاد آہی گئی میرے بیٹے کو"

وہ مسکرا کر بولیں تو ماہر بھی مسکرایا۔

"جی مجھے تو اکثر یاد آتی ہی رہتی ہے مگر جانے کیوں میں اتنا رحم
دل ہُوں کہ بابا کا رومینس خراب کرنے کا دل ہی نہیں کرتا"

وہ شرارت سے ایک آنکھ دبا کر بولا تو جہاں ایک طرف علی خانزادہ کا قہقہہ گونجا تھا وہیں سمرین بیگم شرما سے گئی تھیں۔

اچھا ناں بابا یہاں آئیں مجھے آپ دونوں سے ضروری بات کرنی ہے"

وہ اُن کی خفت مٹانے کی خاطر بولا تو علی صاحب بھی ٹی وی کا والیم بند کرتے اُن کی طرف آکر بعد پر بیٹھے۔

"یہی تو میں کہوں کے تم بغیر کسی وجہ کے کیسے آ گئے
یہاں۔۔۔۔ خیر بتاؤ کیا ضروری بات کرنی ہے؟ "

وہ اُسے گھور کے بولے تو ماہر نے اُن کی طرف دیکھا۔

"مجھے شادی کرنی ہے"

وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

جبکہ اُس کی بات پر اُن دونوں کے چہرے ہی کھل اٹھے تھے۔

وہ اٹھائیس سال کا ہو چکا تھا مگر وہ کبھی بھی شادی کے لیے بات ہی نہیں کرتا تھا۔

وہ دونوں جب بھی اُس کی شادی کا ذکر کرتے تو ماہر بات بدل دیا کرتا تھا۔

آج اُسے خود یہ بات کہتے دیکھ دونوں نے ہے رب کا شکر ادا کیا۔

ایک ہی تو اولاد تھی اُس کی خوشیاں ہی تو دیکھنا چاہتے تھے وہ لوگ۔

"چلو تمہیں بھی عقل آئی۔۔۔کوئی لڑکی پسند کر رکھی ہے یا تمہاری ماما دیکھیں"

علی خانزادہ کے سوال پر اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ معصوم سا چہرہ آیا تو ماہر کے ہونٹ خود بہ خود مسکرانے لگے۔

"مجھے پلوشے سے شادی کرنی ہے"

وہ علی خانزادہ کی طرف دیکھتا بولا تو اُن دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"بیٹا پلوشے تو ابھی بہت چھوٹی ہے بڑی حویلی میں پہلی باقی سب بچوں کی شادیاں ہوں گی پھر ہی اُس کے بارے میں سوچیں گے تمہارے بڑے بابا۔۔۔ ویسے بھی اُسے ابھی پڑھنا ہے۔ تم اتنا انتظار کیسے کرو گے اٹھائیس کے ہو گئے ہو"

سمرین بیگم نے اُسے تفصیل سے سمجھایا وہ اُن کی گود سے اٹھتا اُن کے ہاتھ تھام گیا۔

"ماما آپ رشتہِ تو مانگیں نا۔۔۔اب اتنی بھی چھوٹی نہیں ہے وہ مرحا جتنی تو ہے ہی اُس کا بھی تو نکاح ہو چکا ہے ہم بھی نکاح کر لیں گے رخصتی اگلے سال ہو جائے گی۔۔۔جہاں تک بات ہے پڑھائی کی تو وہ شادی کے بعد بھی ہوتی رہے گی میں نے کون سا منع کرنا ہے اُسے"

وہ جلدی سے بولا تو وہ دونوں اُس کی بے تابی پر مسکرا دیے۔

"اچھا بھئی جاتے ہیں ہم کل بڑی حویلی مجھے یقین ہے وہ لوگ انکار نہیں کریں گے"

علی خانزادہ کی بات پر ماہر مسکرا دیا۔

"بابا نکاح کی بھی کوئی ڈیٹ رکھ لیجیے گا"

اُس کی بات پر اُنھوں نے سر ہلایا تو ماہر اُن دونوں کو خدا حافظ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

---

مرحالاؤنج میں اکیلی بیٹھی تھی۔

اُس نے ابھی کچھ دیر پہلے سب کے ساتھ ناشتہ کیا تھا۔

پھر سب لوگ اپنے اپنے کاموں کو نکلے تو وہ اب صوفے پر بیٹھی موبائیل یوز کررہی تھی۔

تبھی شائستہ بیگم اُس کے پاس آئیں۔

"مرحابیٹا میں اور نورین کچھ گروسری کرنے جارہی ہیں میں نے شبنم (ملازمہ) کو کہہ دیا ہے وہ ارمان کا ناشتہ بنادے گی تم زرا اُس

کے کمرے میں دے آنا۔ جانتی ہو نا اُسے نہیں پسند کوئی ملازم

"اُس کے کمرے میں داخل ہو

وہ اس کے پاس آکر بولیں تو مرحا نے چونک کرا نہیں دیکھا۔

ماما آپ کو پتہ ہے ناں وہ کسی سے بات نہیں کر رہے ایسے میں "

"اگر میں اُن کے روم میں گئی تو وہ بہت غُصہ ہو جائیں گے

مرحا بے بسی سے بولی۔

وہ جانتی تھی ارمان ان دونوں بہت غصے میں ہے۔

وہ کافی دنوں سے کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔

صبح آفیس چلا جاتا پھر رات کو دیر سے گھر آتا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں کہے گا بیٹا تم نے کیا کیا ہے جو تم پر غصہ ہو گا"

وہ اُسے دیکھ کر سمجھاتی ہوئی بولیں۔

ابھی وہ کچھ کہتی کہ نورین بیگم لاؤنج میں آئیں۔

"چلیں بھابھی پھر دیر نہ ہو جائے گھر آکر کھانا بھی دیکھنا ہے"

وہ عجلت سے بولیں تو شائستہ بیگم بھی مرحا کو خیال رکھنے کا کہتیں اُن کے ساتھ باہر نکلی تھیں۔

پیچھے وہ اب اسی سوچ میں غلطاں تھی کے اُس کے کمرے میں کیسے جائے۔۔۔۔

اُسے ابھی پچھلی دفعہ کا واقعی تو بھولا نہیں تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مرحا کو بیٹھے کچھ ہی وقت ہوا تھا جب ملازمہ ایک ٹرے تھامے اُس تک ائی۔

"بی بی جی یہ ارمان صاب کا ناشتہ"

وہ بولی تو نہ چارا سے اٹھنا ہی پڑا۔اس نے ٹرے ملازمہ سے لی اور گہری سانس بھرتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

وہ ارمان کے روم میں داخل ہوئی تو وہ صوفے پر بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

مرحا نے دیکھا موقع اچھا ہے تو اس نے جلدی سے ناشتہ اُس کے سامنے پڑی ٹیبل پر رکھ دیا۔

ابھی وہ واپس جانے ہی والی تھی کے اُس کا ہاتھ کسی کی مضبوط گرفت میں آیا۔

اُس کا سانس گویا سینے میں ہی اٹک گیا تھا۔

وہ آہستہ سے پلٹی اور ارمان کی طرف دیکھا۔

ارمان نے اُسے آنکھوں سے ہی پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ بھی خاموشی سے چلتی صوفے پر اُس کے پاس ہی آ بیٹھی۔

مرحا نے نظریں اٹھا کے ارمان کے چہرے کو دیکھا جو سنجیدگی سے بات کرنے میں مگن تھا۔

"ہمم۔۔۔ جیسے ہی ٹائم ملتا ہے میں آتا ہوں تمہارے پاس۔۔۔ہاں یار تم جلد سے جلد کچھ کرو میں بس اس جھنجھٹ سے جان چھڑانا چاہتا ہوں"

وہ بہت بے زاری سے بولا تھا۔

"ہاں بلکل۔۔۔ خیر تم سے بعد میں بات ہو گی خدا حافظ "

اُس نے بات ختم کرتے ہی فون سائڈ پر رکھا اور اُس کی طرف دیکھا تھا۔

مرحا اُس کی گہری نظریں خود پر پا کر لب چباتی ہوئی آنکھیں جھکا گئی۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے؟"

ارمان کے ڈائریکٹ سوال پر اُس نے آہستہ سے نظریں اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

اُسے حیرت ہوئی تھی ارمان کے اس سوال پر۔

جانتی تھی اگر وہ نہ کہتی تو بھی ارمان خانزادہ نے اُسے بدکردار کہنا تھا کہ وہ اپنے شوہر سے محبت نہیں کرتی اس کا مطلب کسی غیر مرد سے کرتی ہو گی۔

وہیں دوسری طرف وہ ہاں کہتی تو بھی ارمان نے اسے ہی بدکردار کہنا تھا کہ وہ کسی مرد کو شادی سے پہلے دل میں کیوں رکھتی ہے۔

مگر مجبور تھی کوئی جواب تو دینا ہی تھا۔

اُس نے ارمان کو دیکھا جو مضطرب سا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مرحا نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر ارمان کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اُس کے لیے تمسخر کا تاثر نمایاں تھا۔

"جو بھی میں کہوں وہ کر سکتی ہو؟"

وہ پھر سے بولا تو مرحا نے حیرت سے اُسے دیکھا پتہ وہ اس سے کیا کروانا چاہ رہا تھا۔

"جی میں کر سکتی ہوں"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی تو ارمان نے سر ہلایا۔

"تم مہروش سے اپنا تعلق ختم کرلو"

ارمان نے سنجیدگی سے کہا تو مرحا نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"ار۔۔مان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔میں کیوں کروں ایسا۔۔"
"وہ میری بہت اچھی دوست ہے

وہ لڑکھڑاتی ہوئی بولی تو اچانک ارمان کی آنکھوں میں خون اُترا
تھا۔

ارمان نے اُسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سختی سے اپنے قریب کیا اور اُس کی انکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھ دیں۔

اُس کی اس حرکت پر مرحا کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا اُسکی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ اپنی آنکھیں جھکا گئی تھی۔

جبکہ جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔

"تم ایسا اس لیے کرو گی کیوں کہ میں، تمہارا شوہر اُس سے اپنا رشتہ ختم کر چکا ہوں تو تم بھی اُس سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی بات ختم"

وہ اُس کے چہرے کے بلکل قریب اپنا چہرہ کیے اٹل لہجے میں بولا تو مرحا نے بمشکل نظریں اٹھا کے اِسے دیکھا تھا۔

"ارمان آپ۔۔آپ کی بہن ہے وہ۔۔۔آپ کا غُصہ وقتی ہے کچھ دنوں تک ہی اتر جائے گا ایسے میں۔۔۔میں کیسے تعلق ختم کر لوں اُس سے"

وہ بہت مشکل سے ہمت کرتی بولی تھی۔۔۔۔

"یہی محبت تھی تمہاری؟"

ارمان طنزیہ نظروں سے اُسے دیکھتا بولا تھا۔

اُس کی بات پر مرحا کے دل کو کچھ ہوا۔

وہ اُس کی محبت اور شک کر رہا تھا اور وہ ایسا ہر گز نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں ارمان میں سچ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں لیکن

محبت میں یہ لیکن ویکین کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔لوگ تو محبوب پر "
"جان وار دیتے ہیں تم صرف ایک لڑکی کو نہیں چھوڑ پا رہی

ارمان اُس کی بات درمیان نے ہے کاٹتا افسوس سے بولا تو مرحا
نے نظریں جھکا لیں۔

وہ جان بوجھ کر اُسے اُموشنل بلیک میل کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔جب تک آپ خود نہیں کہیں گے میں مہروش سے بات نہیں کروں گی"

وہ ہارمانتی بولی تھی۔

اُس کی بات پر ارمان ہلکا سا مسکرایا۔

اچانک ہی ارمان نے اُسے نرمی سے خود سے لگایا تو وہ حیران ہوئی تھی۔

یہ اُس کی زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا کہ ارمان خانزادہ نے اُسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔

دونوں کے دل ہی ایک دوسرے کی قربت میں زور زور سے دھڑک رہے تھے۔

دو منٹ بعد ارمان کو اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو آرام سے اُسے علیحدہ کیا۔

"آپ۔۔۔آپ کا ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے آپ ناشتہ کر لیں۔۔میں چلتی ہوں"

وہ جلدی سے کہتی ہوئی باہر نکلی تو وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

اُس کے روم سے نکلتے ہی مرحا نے گہرے گہرے سانس بھرے تھے۔

اُس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہو ہی نہیں رہی تھی دل بھی جیسے سرشار ہو گیا تھا۔

وہ جانتی تھی جب ارمان کا غصّہ ٹھنڈا ہو گا تو وہ مہروش سے بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

اسی لیے اسے اس بات کی ٹینشن ہرگز نہیں تھی۔

---

مہروش کو ابھی ڈاکٹر ڈرپ لگا کر گیا تھا۔۔۔

ارمان کے جاتے ہی وہ سخت بخار میں تپنے لگی تھی۔

پھر آویز شاہ اُسے روم میں لایا تھا اور ڈاکٹر کو بلایا۔

ڈاکٹر نے کہا تھا ٹینشن کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا ہے تو اب اسے پریشانیوں سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔

سب ہی اُس کے کمرے میں موجود تھے روحان اُس کے بلکل پاس اُس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

"بیٹا کیا پریشانی لی ہے آپ نے"

نورین شاہ فکر مندی سے اُسے دیکھتی ہوئے بولیں۔

اُس نے نم انکھوں سے ایک نظر آویز شاہ کو دیکھا تھا اور پھر اُن کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کچھ نہیں آنٹی بس ایسے ہی۔۔۔"

اُس سے کوئی بات نہیں بن رہی تھی اس لیے خاموش ہو گئی۔

"مہروش اب احتیاط رکھنا بچے کوئی پریشانی ہوتی ہے تو آویز سے شیئر کیا کرو یوں دماغ پر سوار کرو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی"

رابعہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم کر محبت سے کہا تو اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی آنٹی"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔

اُن سب نے بھی زیادہ کرید نا مناسب نہیں سمجھا اور اُسے پیار کرتے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

سوہا روحان کو بھی ساتھ لے گئی تھی کیونکہ میر آفس تھا تو وہ اکیلی روم میں بے زار ہو گئی تھی۔

اُن کے جاتے ہی آویز شاہ اُس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"لالا نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ آویز۔۔۔ مم۔۔میں کیا کروں؟ سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ سب نے۔۔۔میں کیسے زندہ رہوں گی "

وہ آویز کے کندھے پر سے رکھتی روپڑی تھی۔

آج اُسے اپنا آپ بہت اکیلا محسوس ہورہا تھا۔

کون تھا اس کا اپنا؟

کیا اُس کی قربانی کم تھی جو وہ لوگ ابھی بھی اُس سے خوش نہیں تھے۔۔۔

"مہروش میں ہوں ناں تمھارے پاس میری جان۔اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے تمھیں کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں ہے جہاں تک اس ارمان خانزادہ کی بات ہے تو اسے بھول

جاؤتم وہ اگر تم سے تعلق ختم کر چکا ہے تو تمہیں بھی اُس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے"

آویز نے محبت سے اُس کے گرد باہیں پھیلا کر اُسے سمجھایا تھا۔

"آپ۔۔۔آپ مجھے حویلی لے جائیں نا میں سب کو منا لوں گی۔۔ مجھ۔۔۔ مجھ سے اب اُن سب کے بغیر نہیں رہا جا رہا آویز مجھے لگتا ہے میرا سانس رک جائے گا"

وہ پھر سے روتی ہوئی بولی تو آویز نے اُسے خود سے الگ کیا اور اُس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرا۔

"مہروش میں چاہوں گا تم میرے سامنے اُن سب میں سے کسی کا ذکر بھی مت کرو۔۔۔میں نفرت کرتا ہوں تمہاری فیملی سے شدید نفرت"

آویز شاہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا سنجیدگی سے بولا تھا۔

"آویز پلیز صرف ایک دفعہ ملوادیں۔۔۔پھر میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گی پلیز آویز میری آخری بات۔۔۔مان لیں"

وہ گڑگڑاتی ہوئی بولی تو آویز نے تڑپ کے اُس کی آنکھوں پر لب رکھے۔

مہر ضد مت کرو۔۔۔ طبیعت خراب ہو رہی ہے تمہاری"

"میڈیسن لے کر سو جاؤ

آویز آہستہ سے اٹھتا اُس کی میڈیسن نکالنے لگا تھا۔

جبکہ وہ اب نم انکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ جانتی تھی وہ اس کی بات کبھی نہیں مانے گا اس لیے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

آویز نے قریب آکر اسے میڈیسن پکڑائیں تو اُس نے خاموشی سے کے لیں پانی پینے کے بعد وہ آرام سے بیڈ اور لیٹ گئی تھی۔

آویز نے لائٹ آف کی اور خود بھی اس کے پاس لیٹا۔

نرمی سے اُسے قریب کر کے اُس کا سے اپنے بازو پر رکھا تو وہ ضبط کھوتی اُس کی گردن میں چہرہ چھپائے رونے لگی۔

آویز نے اُس کی حالت سمجھتے ہوئے اُسے رونے دیا تھا۔

وہ ساتھ ساتھ اُس کی کمر بھی تھپتھپاتا رہا تھا۔

"بس مہروش۔۔۔بس کرو میری جان"

وہ اُسے تکیے پر لٹاتا خود اُس اور جھکا تھا۔

وہ اُس کے اتنے قریب تھا کے دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے لبوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

آویز شاہ سے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔

اُس نے جھک کر نرمی سے اُس کی آنکھوں کو چوما۔

اُس کے لمس میں اتنی نرمی اور سکون تھا کہ مہروش اپنے غم بھول کر اُس کے لمس میں کھو گئی تھی۔

آویز نے دونوں ہاتھ اُس کے گرد رکھے تھے۔

وہ اُس کی آنکھوں سے ہٹتا اُس کی ٹھوڑی پر لب رکھ چکا تھا۔

مہروش سے تو سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔

اُس کی ہلکی ہلکی بیئرڈ کے بال مہروش کی تھوڑی پر چبھن کا باعث بن رہے تھے۔

ابھی مہروش اسے رکنے کا کہتی ہی کہ اچانک آویز شاہ نے اُس کے گلاب جیسے ہونٹ اپنے عنابی لبوں میں لیے۔

وہ شدت سے اُس کی سانسیں اپنی سانسوں میں اتار رہا تھا۔

مہروش کی سانسیں رک سی گئیں تو اُس نے زور زور سے آویز شاہ کی پیٹھ پر مکے مارے۔

مگر آویز اُس کے ہونٹوں کی نرمی اور مٹھاس میں اس طرح مدہوش ہو چکا تھا کہ اس نازک جان کی مزاحمت اُس پر کوئی اثر ہی نہیں کر رہی تھی۔

جب کافی کوشش کے بعد بھی وہ پیچھے نہیں ہٹا تو مہروش کو اپنی موت بلکل قریب نظر آئی۔

جب آویز کو اُس کا وجود بلکل ساکت ہوتا محسوس ہوا تو وہ نرمی سے اُس سے علیحدہ ہوا تھا۔

وہ سینے پر ہاتھ رکھتی لمبے لمبے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی مگر اُسے سانس نہیں آرہا تھا۔

اچانک اُس نے آویز شاہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسے خود پر جھکایا تھا۔

اُس کے لب اپنے لبوں سے جوڑتے وہ تیزی سے اُس کی سانسیں خود میں انڈیلنے لگی تھی۔

اُس کی اس حرکت پر آویز تو دل سے سرشار ہوا اٹھا۔

جب مہروش کی سانسیں بحال ہوئیں تو اُس نے سر تکیے پر گرایا تھا۔

"آ۔۔۔آپ بہت۔۔گندے۔۔ہیں آویز۔۔۔۔کوئی ایسے بھی۔۔کرتا۔ہے۔۔۔ابھی۔۔میں۔۔مر۔۔جاتی۔تو۔۔۔"

وہ اکھڑتی سانسوں کے بیچ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔

"اچھا میں گندہ ہوں اور جو تم نے ابھی کیا ہے کیا وہ ٹھیک تھا"

آویز شاہ ایک آنکھ دبا کر شرارت سے بولا گی مہروش نے اسے پیچھے دھکا دیا۔

"مجھے بات ہی نہیں کرنی آپ سے۔۔۔ کتنے ٹھرکی ہیں آپ"

وہ غصے سے بولی تو آویز شاہ کا قہقہہ فضا گونجا تھا۔

بات کرنی ہے یا نہیں وہ بعد میں دیکھیں گے ابھی تو تم کل رات "

"کا انتظار کرو میڈم

آویز نے اُسے یاد کروایا تو مہروش کا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔

وہ جلدی سے کمبل خود پر ڈالتی آنکھیں موند گئی تو آویز مسکراتا ہوا اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔۔۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ــــــ

اس وقت خانزادہ ہاؤس میں سب ہی لاؤنج میں موجود تھے سوائے ارمان خانزادہ کے وہ ابھی تک گھر ہی نہیں آیا تھا۔

ابھی وہ سب ڈنر کر کے چائے پی رہے تھے۔

لڑکیاں ایک طرف بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

مرد حضرات کاروبار کی ڈسکشن میں مصروف تھے، نورین اور شائستہ بیگم اپنی باتیں کر رہی تھیں۔

تبھی ازمیر خانزادہ کا فون بجا تو انھوں نے یس کر کے کان سے لگایا۔

"چاچو آرہے ہیں فیملی کے ساتھ"

وہ فون رکھ کر شائستہ بیگم کی طرف دیکھتے بولے تو وہ سر ہلاتی کچن کی طرف گئیں تا کہ چائے وغیرہ کا انتظام کروالیں۔

"اس وقت کیوں اس رہے ہیں کوئی خاص بات ہے کیا"

زبیر خانزادہ ازمیر صاحب کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے بولے۔

"بتایا نہیں کچھ بس اتنا کہا کہ ہم سب آرہے ہیں"

وہ لاعلمی سے بولے تھے۔

دس منٹ بعد ہی وہ سب پہنچ گئے تھے۔

سب لوگ لاؤنج میں ہی جمع تھے۔

ملازم چائے وغیرہ رکھ کر جا چکے تھے۔

بہرام اور ماہر ساتھ ہی بیٹھے تھے۔

" دیکھا میرا کمال"

ماہر مسکراتا ہوا آہستہ آواز میں بولا تھا جبکہ نظریں تھوڑی دور بیٹھی پلوشے پر تھیں۔

Zubi Novels Zone

"ہمم۔۔تو تو بڑا تیز نکلا۔ابھی تک جو کام میں بھی نہیں کر سکا تو نے کچھ دنوں میں ہی کر دکھایا"

بہرام اُس سے متاثر ہوا تھا شاید۔

"بس اب تیری فیملی نکاح کے لیے مان جائے۔۔۔مزہ تو تب ہے نا"

ماہر خانزادہ پریشانی سے بولا تھا۔

نظریں ابھی بھی اُس نازک سے لڑکی پر تھیں جواب خود پر نظروں کی تپش پاتی پریشانی سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

اُس کی حرکت پر جہاں ماہر مسکرایا وہیں بہرام میں اسے گھورا تھا۔

"تجھے شرم نہیں آرہی میرے سامنے میری بہن کو یوں بے ہودگی سے تاڑتے ہوئے"

بہرام غصے سے بولا تو ماہر نے منہ بنا کر نظریں پھیری تھیں۔

"ایسے دوست ہوں تو قسم سے دشمن کی ضرورت ہی نہیں"

ماہر ناراضگی سے بولا تو بہرام نے اُسے گھور کر دیکھا۔

" نکاح کے بعد چاہے جیسے بھی دیکھنا لیکن ابھی خود پر قابو رکھو"

بہرام سنجیدگی سے بولا تو ماہر نے اسے دیکھا۔

اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔جو سیرت کے بازو تک

"پکڑ لیتے ہو، بچی بیچاری کتنا ڈر جاتی ہو گی یہ کبھی سوچا ہے

ماہر نے جل کر اسے اُس کی حرکتیں یاد دلائیں تو بہرام نے ایک

محبت بھری نظر سیرت پر ڈالی۔

میری مرضی میں جو بھی کروں اور تجھے بچی کی فکر کرنے کی" ہر گز ضرورت نہیں ہے ابھی تو تُو اپنی فکر کر کے بابا کیا جواب "دیتے ہیں

بہرام نے اُس کا دھیان بٹایا تو وہ واقعی پریشانی سے علی خانزادہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"اللہ خیر کرے"

وہ دل ہی دل میں بولا۔

"زبیر آج ہم یہاں کسی خاص مقصد کے لئے آئے ہیں"

حبیب خانزادہ نے بات شروع کی تو تمام افراد ہی خاموش ہو گئے تھے۔

سب ہی تجسس سے اُن کے بولنے کہ انتظار کرنے لگے۔

"کیسا مقصد چاچو"

زبیر خانزادہ نے الجھ کر اُنہیں دیکھا تھا اُنہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔

"دراصل ہم ماہر کے لیے پلوشے کا ہاتھ مانگنا چاہتے ہیں۔۔۔ تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ"

اُن کی بات تھی کہ بم جو پلوشے پر پھوٹا تھا۔

اُس نے بے یقینی سے ماہر کو دیکھا تھا جو اسی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

پلوشے نے تیزی سے نظریں پھیر لیں۔

اُس سے اب مزید یہاں بیٹھنا دشوار ہو رہا تھا تو وہ جلدی سے اٹھتی کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

سب ہی اُس کے فطری شرم کا سوچ کر مسکرائے تھے۔

"نہیں چاچو شاید میں پلوشے کے لئے ماہر سے اچھا لڑکا کبھی ڈھونڈ نہ پاتا۔۔۔میری طرف سے ہاں ہے آپ بڑے لالا سے پوچھ لیں انہیں کوئی اعتراض تو نہیں"

زبیر خانزادہ مسکراتے ہوئے بولے تو سب ہی ازمیر خانزادہ کو دیکھنے لگے۔

"مجھے کیا اعتراض ہونا ہے بھلا۔۔۔ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور مجھے یقین ہے پلوشے بھی ہماری بات سے انکار نہیں کرے گی"

ازمیر خانزادہ کی بات پر ماہر کا دل کر رہا تھا اٹھ کر جھومنا شروع کر دے۔

"اگر تم لوگ چاہو تو نکاح کی کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔۔۔رخصتی بعد میں ہو جائے گی"

علی خانزادہ کی بات پر دونوں بھائیوں نے سر ہلائے۔

"اصل میں پلوشے ابھی چھوٹی سی ہے اور اُس کا خواب ہے اپنی خود کی کمپنی اسٹیبلش کر کے بزنس کرنا۔۔۔اُس کے ابھی تین سمیسٹر رہتے ہیں پھر ہی اُسے بزنس کی ڈگری ملے گی۔کچھ دنوں تک ہم اُس کی کمپنی کی کنسٹرکشن شروع کروانے ہی والے

ہیں۔۔۔اس لیے بیشک ہم لوگ نکاح ابھی کر لیں مگر رخصتی دو ڈھائی سالوں تک ہی ممکن ہے"

ازمیر خانزادہ نے اُنہیں تفصیل سے تمام بات سے اگاہ کیا۔

اُس کی الگ کمپنی اور بزنس کا سوچ کر ماہر کے اندر آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔

"بڑے بابا۔۔۔اب ہمارے خاندان کی لڑکیاں آفیس میں مردوں کے بیچ گھوما کریں گی؟"

ماہر سنجیدگی سے بولا تھا جبکہ سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

بیشک وہ لوگ خانزادے تھے مگر انھوں نے اپنی بیٹیوں اور کبھی بے جا پابندیاں نہیں لگائی تھیں۔

وہ سب خود بھی اپنی حدود سے اچھی طرح واقف تھیں تو سب کو ہی ان چاروں پر ہمیشہ سے ہی یقین رہا تھا۔

مگر یہ بات بھی سب ہی جانتے تھے کہ ماہر لڑکیوں کے معاملے میں کس قدر سخت ہے۔

سمرین بیگم تو شکر ادا کرتی تھیں کے اُن کی کوئی بیٹی نہیں ہے اگر ہوتی تو ماہر تو اُسے سات پردوں میں چھپا دیتا۔

"ماہر بچے جب آپ کا اپنا کردار صاف ہوناتو آپ صاف ہی رہتے ہیں۔۔۔مجھے پلوشے پر یقین ہے اسی لیے اُسے اجازت دی۔ ارمان اور بہرام بھی خیال رکھا کریں گے اُس کی کمپنی کا۔۔۔بیٹا اب ہم یوں بچیوں کو قید تو نہیں کر سکتے نا"

ازمیر خانزادہ نے نرمی سے اُسے سمجھایا تھا۔

"میں جانتا ہوں وہ بہت معصوم اور پاک ہے مگر آپ باہر کے ماحول سے واقف تو ہیں ہی بڑے بابا۔۔۔کوئی بھی لڑکی بری نہیں ہوتی مگر لوگوں کی باتیں اُسے معاشرے میں برا بنا ہی دیتی ہیں"

اس نے پھر سے اپنا پوائنٹ آگے کیا۔

"بیٹا آپ تینوں ہو گے نا اُس کے ساتھ تو کسی میں ہمت نہیں ہو گی اُس پر کوئی بات کرنے کی۔۔۔ویسے ہم کوشش کریں گے کہ وہ ہماری کمپنی میں ہی اپنا بزنس کرنے پر تیار ہو جائے"

زبیر خانزادہ نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا تو اُسے مزید بحث کرنا مناسب نہیں لگا۔

ماہر سر ہلاتا خاموش ہو گیا۔۔۔جبکہ دماغ غصے سے پھنک رہا تھا۔

"میرے خیال سے اسی جمع کو نکاح رکھ لیتے ہیں"

علی خانزادہ نے بات ختم کرتے ہوئے سب کہ دھیان اس طرف دلوایا تھا۔

بلکل۔۔۔جمع کا دن بہت بابرکت ہوتا ہے تو وہی ٹھیک رہے گا"

ازمیر خانزادہ اُن کی تائید کرتے ہوئے بولے۔

سب ہی اس فیصلے سے خوش نظر آرہے تھے۔

مرحا اور سیرت تو نکاح کا سنتی خوش ہو گی تھیں بہت عرصے بعد اُن کی حویلی میں کوئی فنکشن بننے جا رہا تھا۔

مگر پھر مہروش کی غیر موجودگی کا سوچتے سب ہی اُداس ہو گئے تھے۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

---------------------------------------------

آج آویز شاہ اُسے تنبیہہ کر کے آفس گیا تھا کہ وہ شام تک روحان کو رابعہ بیگم کے کمرے میں چھوڑ دے اور خود اچھے سے تیار ہو کر اُس کا انتظار کرے۔

مہروش کی صبح سے ہی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔

پورے جسم میں جیسے کرنٹ سا لگ رہا تھا اویز شاہ کی دہکتی قربت کا سوچتے ہی اس کی جان لبوں پر آ رہی تھی۔

شام ہو چکی تھی۔
مہروش نے اورنج کلر کی میکسی پہنی تھی جو پاؤں تک آ رہی تھی۔

بال پیچھے کھلے چھوڑ دیئے، ہلکا میک اپ اور لبوں پر سرخ لپسٹک لگا کر وہ کوئی حور ہی لگ رہی تھی۔

میکسی کا اوپر سے بہت ٹائیٹ ہونے کی وجہ سے مرحا بہت الجھن کا شکار ہو رہی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ کھلے کھلے کپڑے ہی پہنا کرتی تھی مگر آج اُسے یہی ڈریس پہننا اچھا لگا تھا مگر پہن کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔

اُس کا جسم اس قدر واضح ہو رہا تھا کہ وہ شرم سے خود کو خود بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

بڑا سا سرخ دوپٹہ اُس نے اچھے سے اپنے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

اب اُسے واحد مسلہ یہ تھا کہ وہ روحان کو رابعہ شاہ کے پاس کیسے چھوڑائے۔

وہ اُسے یوں تیار دیکھ کر کیا سوچتیں۔

اُسے ایک نظر بیڈ پر بیٹھے کھلونوں سے کھیلتے روحان پر ڈالی۔

پھر سب کچھ بھولتی اُس کے پاس ائی۔

"کیا کل لاائے ماما کا بے بی"

وہ اُس کے گال کھینچ کر لاڈ سے بولی تو روحان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

پھر کھڑا ہوتا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اُس کے قریب آیا جو بیڈ کے بلکل پاس کھڑی تھی۔

روحان نے محبت سے اُس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اُس کی گال پر کس کی تو مہروش نے بھی اُس کی چھوٹی سی ناک چومی۔

"با۔۔بابا"

اُسے اچانک اپنے باپ کی یاد نے ستایا تو وہ اسے پکارنے لگا تھا۔

مہروش کو بھی اُس کا خیال آیا تو دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا جیسے جیسے وقت قریب آ رہا تھا اسے اپنی جان جاتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ سوچوں میں گم بیڈ پر بیٹھی تو روحان بھی اُس کی گود میں لیٹ گیا تھا۔

مہروش نے اٹھ کر اُس کا فیڈر بنایا اور پھر اُسے گود میں لٹا کر اُسے دودھ پلانے لگی۔

وہ جلدی سو جاتا تھا اس لیے کچھ ہی دیر میں اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

مہروش نے خالی فیڈر سائڈ اور رکھا اور اُسے بیڈ پر لیٹا کر اُس کی پیشانی چوم کر پیچھے ہوئی۔

اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پر مہروش نے سانس تک روک کی تھی۔

وہ خوشبو سے ہی انے والے کو پہچان گئی تھی۔

آویز شاہ اُسے رخ موڑ کر کھڑے دیکھ مسکرایا۔

پھر اپنا کوٹ اور ٹائی صوفے پر پھینکتا پیچھے سے ہی اُسے اپنے حصار میں لے گیا تھا۔

\---------------

آویز شاہ نے دونوں بازو اُس کے پیٹ پر باندھے اور تھوڑی اُس کے کندھے پر ٹکائی تھی۔

"طبیعت کیسی ہے؟"

وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا اُس کی سانسیں مہروش کی گردن سے ٹکرا کے اُس کے دل میں حشر برپا کر رہی تھیں۔

"ج۔۔۔جی ٹھیک ہوں"

کوشش کے باوجود بھی اُس کی زبان سے الفاظ نکلنے سے انکاری تھے۔

اُس کے اٹک اٹک کر جواب دینے پر آویز شاہ کی مسکراہٹ بے اختیار تھی۔

وہ جو بڑی شوخ بنی پھرتی تھی اب ساری ہوا نکل چکی تھی۔

آویز نے اُس کی گردن پر شدت سے ہونٹ رکھے تھے۔

کچھ پل یُونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ اُس سے الگ ہوا۔

مہروش نے ابھی تک اُس کی طرف چہرہ نہیں کیا تھا تو وہ اُس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا۔

وہ آگے بڑھا اور بیڈ پر سوئے روحان کی گالیں چوم کر اسے گود میں اٹھاتے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی وہ دوبارہ کمرے میں آیا اب روحان اُس کے پاس نہیں تھا یعنی وہ اُسے رابعہ شاہ کو دے آیا تھا۔

آویز شاہ نے پہلے دروازہ اندر سے لوک کیا پھر مہروش کی طرف پلٹا جو وہیں کھڑی تھی۔

ہاں البتہ چہرہ اسی کی طرف کرر کھا تھا۔

اُس کا خوبصورت نکھرا نکھرا چہرہ دیکھ آویز شاہ پل کو ٹھہرا لیکن پھر آگے آیا تھا۔

مہروش کو سوچنے کا موقع دیئے بغیر آویز شاہ نے اُسے بیڈ پر دھکا دیا تھا اور لائٹ آف کر دی تھی۔

مہروش اس افتاد پر بوکھلا گئی تھی مگر پھر خود کو سمجھاتی بجھاتی یونہی لیٹی رہی۔

آویز نے اُس کی طرف دیکھتے شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے تو مہروش لب چباتی اُسے دیکھنے لگی تھی۔

لائٹ آف تھی مگر وہ دونوں ایک دوسرے کو ہلکا ہلکا دیکھ سکتے تھے۔

آویز شاہ نے شرٹ اُتار کر دور اچھالی اور مہروش کے برابر میں لیٹا۔

دونوں کی ہی گہری سانسیں کمرے کی خاموش فضا کو سحر انگیز بنا رہی تھیں۔

آویز شاہ نے چہرہ موڑ کر اُس کی طرف رخ کیا تھا۔

مہروش جو پہلے ہی اُسے دیکھ رہی تھی اُس کے رخ بدلنے پر اپنا چہرہ پیچھے کر گئی۔

آویز شاہ نے اُس کا دوپٹہ اتار کر سائڈ پر رکھا تھا۔

اندھیرے میں بھی مہروش کا نسوانی حسن قیامت ڈھا رہا تھا۔

آویز شاہ کی گہری بولتی نظریں اپنے وجود پر پاتے مہروش آنکھیں سختی سے بند کر گئی تھی۔۔۔

آویز شاہ اوپر ہوتا اُس پر جھکا تھا۔

آہستہ سے اُس کی کانپتی پلکوں پر لب رکھے تو آویز شاہ کو اپنے آپ میں سکون کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

"آنکھیں کھولو"

وہ انتہائی نرمی سے بولا تو مہروش نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نن۔۔ نہیں"

وہ گھبراتی ہوئی بولی تھی۔

آویز شاہ اُس کے کانپتے پر مسکرایا تھا۔

نظر اُس کے پھڑ پھڑاتے لبوں پر رکی تو آویز شاہ کو اپنے گلے میں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے تھے۔

"آ۔۔آویز"

ابھی وہ کچھ بولتی کہ اچانک آویز شاہ بے قابو ہوتا اُس کے لبوں پر جھکا تھا۔

مہروش اُس کی سانسوں میں اپنی اُلجھی سانسیں محسوس کر کے مزید بے چین ہوئی تھی۔

دونوں ہاتھوں میں سختی سے بیڈ شیٹ کو جکڑتے اُس کا جسم ہولے ہولے پھڑ پھڑا رہا تھا۔

آویز شاہ کچھ دیر یونہی اُس کی سانسیں خود میں اُتارتا رہا پھر نرمی سے اس کے لبوں کو آزادگی بخشتے پیچھے ہوا تھا۔

مہروش جو سانسیں روکے لیٹی تھی نظر اُس اور پڑتے آویز شاہ نے اُس کے بال چہرے سے پیچھے کیے تھے۔

"سانس لو مہر"

وہ سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے آہستہ سے سانسیں لینا شروع کیں۔

آویز نے دونوں پر کمبل ڈالا۔

آہستہ سے مہروش کی کمر سے ڈوریاں کھولنی شروع کیں تو اُس کی انگلیوں کے سرسراتے لمس سے مہروش کو اپنی کمر جلتی محسوس ہوئی تھی۔

آویز نے تمام ڈوریاں کھول دیں تو اُس کی میکسی اوپر سے بلکل ڈھیلی ہو چکی تھی۔

آویز شاہ نے کندھوں سے پکڑتے میکسی نیچے کی۔

اُس کی سفید چمکتی ہوئی گردن اور کندھے اب آویز شاہ کے سامنے تھے۔

وہ شدت سے اُس کی گردن پر جھکا تھا۔

اُس کی گردن کی نرمی آویز شاہ کو پاگل کر رہی تھی۔

وہ اُس کی گردن کو چومنے کے ساتھ ساتھ دانتوں سے کاٹ بھی رہا تھا۔

مہروش نے ہاتھ سے گردن سہلائی تھی کیونکہ اس کی بیئرڈ سے گردن پر چبھن اور تکلیف ہو رہی تھی۔

آویز شاہ آہستہ آہستہ تمام حدود پار کرتا چلا گیا تھا۔

کھڑکی سے باہر چاند بھی شرما کر بادلوں کی اُوٹ میں چھپ گیا تھا۔

ساری رات آویز شاہ نے اپنے جنون اور شدتوں سے اس نازک جان کو نڈھال کر دیا تھا۔

وہ بھی اُس کی قربت میں دنیا کے تمام غم بھول کر اُس کے نشے میں بہک گئی تھی۔

---

آویز کی نیند کھلی تو مہروش اُس کی باہوں میں بکھری سی پڑی تھی۔

رات کو اپنی شدتوں پر اُس کا شرمانا اور آویز میں ہی چھپنا یاد کر کے اُس کے لبوں پر مسکراہٹ ائی تھی۔

آویز کی نظر کلوک پر گئی تو دوپہر کے ڈیڑھ بج رہے ہیں اُس نے پریشانی سے گہری نیند میں سوئی مہروش کو دیکھا جو پانچ بجے ہی تھک ہار کر سو پائی تھی۔

آویز کی آج تین بجے ضروری میٹنگ تھی مگر ابھی اُس مومی وجود سے جدا ہونے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

آویز ابھی محبت سے اُس کے چہرے کو دیکھ ہی رہا تھا کہ دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی تھی۔

دستک دینے والے کی بدتہذیبی پر آویز شاہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"مم۔۔مم"

باہر سے روحان کی آوازائی تو وہ دھیما سا مسکرایا۔

وہ بیڈ سے اٹھنے لگا تو اُس کے ہلنے سے مہروش کی نیند کھلی تھی۔

اپنی حالت دیکھتے اُس نے جلدی سے خود کو کمبل میں چھپایا تھا جبکہ چہرہ شرم وحیا سے بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔

نظریں اٹھا کر آویز کی طرف دیکھا جو مسکراتا ہوا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ایسے نہیں دیکھیں ناں"

وہ روہانسی ہوتی بولی تو آویز مسکرا کر اُس پر جھکا اُس کے بالوں پر لب رکھے تو مہروش بھی اُس کی محبت پر مسکرائی تھی۔

"مم۔۔۔ بابا"

روحان نے اب الجھن سے اُنہیں پکارا تو دونوں ہی مسکرائے تھے۔

"جائیں بھی وہ پریشان ہو جائے گا"

مہروش اُس کے شرٹ لیس سینے پر دونوں ہاتھ رکھتی بے بسی سے بولی تھی۔

آویز ایک محبت بھری نظر اُس پر ڈالتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

اُس نے دروازہ کھولا تو سامنے روحان فریش سا کھڑا تھا۔

آویز نے اُسے اٹھا کر دروازہ پھر سے بند کیا اور اُسے لیے اندر آیا۔

مہروش بھی اُسے دیکھتی مسکرائی۔

آویز نے اُسے پیار کیا پھر بیڈ پر بٹھا کر خود دوبارہ لیٹ گیا تھا۔

اُس نے ایک کلائنٹ سے بات کرنی تھی تو وہ یونہی لیٹا سیل میں مصروف ہو گیا۔

"مم۔۔۔"

روحان رینگ کر مہروش کے پاس آتے باہر کی طرف اشارہ کرتے بولا تھا کیونکہ صبح اٹھتے ہی وہ دونوں کھیلا کرتے تھے۔

آج سوہا اور باقی سب نے صبح سے ہی روحان کو بہلائے رکھا تھا تاکہ وہ دونوں آرام کر سکیں۔

مگر جب وہ سنبھلنے میں نہیں آیا تو اُنھوں نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔

Zubi Novels Zone

وہ خود رینگتا رینگتا اُس کے دروازے تک آیا تھا اور اب اُس کا ارادہ مہروش کو اٹھا کر کھیلنے کا تھا۔

اُس کی خواہش پر مہروش نے پریشانی سے ہونٹ چبانے شروع کر دیے تھے کیونکہ ابھی اُس کی حالت اٹھنے کی ہر گز نہیں تھی۔

آویز نے جب روحان کا اشارہ سمجھا تو اُس نے مسکرا کر شرارت سے مہروش کی طرف دیکھا تھا۔

"بابا آپ بی بے رہیں نہیں قابل کے کھیلنے کر اٹھ مم اب حان ساتھ کھیل لو"

آویز اُس کی آنکھیں میں دیکھتا بولا تو مہروش نے شرم سے نظریں جھکائیں تھیں۔

"کیوں بیگم صحیح کہہ رہا ہوں نا"

آویز نے اُس سے تائید چاہی تو مہروش نے بمشکل اُسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

مگر اُس پر مہروش کی آنکھوں کا کیا اثر ہونا تھا۔

آخر تنگ آتے مہروش نے چہرہ بھی کمبل میں ڈھانپا تو آویز مسکراتا ہوا پریشان سے بیٹھے روحان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں جان۔۔۔ مم کی حالت ٹھیک نہیں ہے بے بی بابا تو ٹھیک ہیں آپ کے ساتھ کھیل سکتے ہیں"

جان بوجھ کر مہروش کو سناتے وہ الماری سے شرٹ نکال کر پہنتا روحان کو لیے باہر نکلا تو وہ بھی ہمت کرتی اٹھ کے واشروم بھاگی تھی

-----------------------------------------
--

لیکن میں نے ہمیشہ اُنہیں بہرام اور ارمان لالا کی طرح سمجھا "ہے۔۔میں کیسے"

اس وقت وہ تینوں سیرت کے روم میں بیٹھی تھیں۔

شائستہ اور نورین بیگم نے پلوشے کو راضی کرنے کی زمہ داری مرحا اور سیرت کے ذمے لگائی تھی۔

اب بھی وہ دونوں اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ اپنے آپ کو ایسا سوچنے بھی نہیں دے سکتی تھی۔

اُس نے بچپن سے ہی ان تینوں کو ہی بھائیوں جیسا سمجھا تھا۔

وہ کہاں واقف تھی کہ قسمت اُسے ماہر خانزادہ سے ملا دے گی۔

وہ چاہ کر بھی یہ نہیں کر سکتی تھی۔

"وش یار یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ تم سمجھتی تھی انہیں بھائیوں جیسا مگر وہ ہیں تو نہیں نا۔۔۔۔اور اب بڑے بابا اقرار بھی کے چکے ہیں تو کیا تم اُن کی زبان کی لاج نہیں رکھو گی"

سیرت نے اُسے دیکھتے ہوئے امو شنل بلیک میل کیا تھا۔

"لیکن۔۔۔۔۔۔۔میں کیا کروں تم سب مجھے کیوں نہیں سمجھ رہے۔ مم۔۔میں بہرام لالا سے بات کروں گی وہ پکا میری بات نہیں ٹالیں گے وہ بڑے بابا کو بھی منالیں گے"

پلوشے بے بسی سے بولی تھی تبھی بہرام کا خیال آیا تو اُس کی ساری پریشانی منٹ میں ختم ہوئی۔

"اُمید بھی مت رکھنا اُن پر وہ ماہر لالا کے بہت گہرے دوست ہیں وہ کبھی تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔۔۔ بہتری اس میں ہے کہ تم چپ چاپ نکاح کر لو اور یہ جو ریزن تم بتا رہی ہو نا یہ انتہائی فضول ہے"

سیرت نے اُسے ڈپٹا تھا۔

"ہاں وش سیرت ٹھیک کہہ رہی ہے ہے بے وجہ کی ضد چھوڑ دو۔۔۔ میں نے بھی تو سب کے کہنے پر خاموشی سے ارمان سے

نکاح کر لیا تھا حالانکہ تب میں بہت چھوٹی تھی اور میں جانتی بھی تھی کہ ارمان مجھے پسند نہیں کرتے۔۔۔ماہر لالا تو شاید تمہیں پسند بھی کرتے ہیں۔۔۔تو تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے"

مرحا نے بھی اُسے سمجھایا تھا۔

مگر وہ کسی کی بات پر کان ہی نہیں دھر رہی تھی۔

"اٹھو مرحا ہم نیچے چلیں یہ تو ہے ڈھیٹ۔۔۔جب سب سے ڈانٹ پڑے گی نا تب ہی سمجھ آئے گی اسے ہم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں"

سیرت افسوس سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تو مرحا بھی اُس کے ساتھ باہر نکلی تھی۔

پیچھے وہ اکیلی بیٹھی رہ گئی تھی۔

اُس کے دماغ میں اب تک یہ بات نہیں بیٹھ رہی تھی کہ ماہر سے اُس کی شادی جائز ہے وہ دونوں کوئی سگے بہن بھائی تو ہیں نہیں۔۔۔

وہ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد جلدی سے اٹھی تھی۔

دوپٹہ اٹھا کر خود پر اوڑھا اور جلدی سے کمرے سے نکلی۔

لمبی راہداری عبور کر کے وہ آخری دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوئی تھی۔

سامنے بہرام خانزادہ شاید ابھی آفیس سے لوٹا تھا۔

وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔

شیشے سے پلوشے کو اندر داخل ہوتے دیکھ وہ مسکرا کر پلٹا۔

جانتا تھا وہ کس وجہ سے اس کے پاس آئی ہے۔

"لالا مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے"

وہ صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی تو وہ بھی سر ہلاتا اُس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پہلے آپ وعدہ کریں میری بات مانیں گے"

وہ التجا کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اگر بات ماننے کی ہوئی تو میں اپنے بچے کی بات ضرور مانوں گا"

بہرام نے محبت سے کہا وہ اُس کی اگلی بات سے واقف تھا اس لیے پہلے ہی وعدہ نہیں کیا۔

"لالا مجھے ماہر لالا سے نکاح نہیں کرنا۔۔۔وہ بلکل میرے بھائی جیسے ہیں۔میں نے بچوں سے اُنہیں بلکل بھائی سمجھا ہے تو اب اچانک میں کیسے اُن سے نکاح کرلوں پلیز آپ بڑے بابا سے بات کریں نا"

وہ بے بس نظروں سے بہرام کو دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

بہرام کو بھی اُس کے احساسات کا خیال تھا۔

یوں اچانک رشتے کو بدل دینا اُس کے لیے آسان ہر گز نہیں تھا۔

لیکن وہ بھی کیا کرتا اپنے دوست کی محبتِ تو اسے سوچنی ہی تھی۔

"پلوشے آپ کو خود کو منانا پڑے گا گڑیا۔۔۔آپ جانتی ہو ناماہر نے اپنی خواہش سے رشتہِ مانگا ہے۔یوں اب اگر ہم اچانک سے انکار کریں گے تو چاچو کیا سوچیں گے "

بہرام نے پیار سے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا تو اُس نے نم انکھوں سے بہرام کو دیکھا تھا۔

لیکن لالا میں نے ابھی پڑھنا بھی ہے اور اپنا بزنس بھی سٹارٹ "
"کرنا ہے۔۔۔

اُس نے ایک اور وجہ سامنے رکھی تو بہرام نے ہونٹوں کا کنارا
دانتوں میں دبا کر اُسے دیکھا۔

"چندہ آپ کو کس نے روکنا ہے۔۔۔ ویسے بھی بابا نے چاچو کو کہا
ہے کہ ابھی آپ کی پڑھائی مکمل ہو گی پھر ہی رخصتی کریں گے
اور ماہر شادی کے بعد بھی آپ کو بزنس سے نہیں روکے گا
"پریشان مت ہو

بہرام کی بات پر اُس نے حیرت سے سر اٹھایا تھا۔

اُسے تو یہی ڈر تھا کہ ماہر اسے کبھی بھی بزنس کی اجازت نہیں دے گا۔

وہ جانتی ماہر لڑکیوں کے لیے بہت پوسیسیو ہے۔

اسی لیے وہ تھوڑا پریشان ہو گئی تھی۔

کیُونکہ اپنا بزنس کرنا اُس کا بہت بڑا خواب تھا تو وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کے خواب میں کوئی بھی رکاوٹ ائے، لیکن اب بڑے بابا نے اسے منالیا تھا تو وہ بھی تھوڑی مطمئن ہوئی۔

"لالا آپ پہلے وعدہ کریں مجھ سے کے ماہر لالا مجھے بزنس کرنے دیں گے "

وہ ہارمانتی آہستہ سے بولی تو بہرام مسکرا کر اُس تک آیا تھا۔

اُس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا پھر نرمی سے خود سے لگایا تو وہ بھی ہنس دی تھی۔

"چندہ اب اُسے لالا مت کہو نا اب تو آپ دونوں کا رشتہ بدل رہا ہے، جہاں تک بات ہے بزنس سے روکنے کی وہ روکے تو سہی میری گڑیا کو ایسا حشر کروں گا اُس کا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا"

بہرام محبت سے بولا تو پلوشے نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اُسے اپنے لالا کی بات پر مکمل یقین تھا۔

اُسے خود پر سے سارا بوجھ اُترتا محسوس ہوا تو وہ اب دل سے خوش ہو چکی تھی۔

وہ معصوم یہ بات بھی بھلا چکی تھی کہ کچھ دنوں میں اُس کا نکاح ماہر خانزادہ سے رکھ دیا گیا ہے۔

---

"سیرت بی بی آپ کو سب بڑے صاحب کے کمرے میں بلا رہے ہیں۔۔۔ جلدی سے آجائیں جی"

ملازمہ سیرت کے کمرے میں آتے ہی بولی تو وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لائی تھی۔

"سب کیوں جمع ہیں وہاں۔۔۔ کوئی خاص بات ہے کیا۔۔ تم نے سنا کچھ"

سیرت جلدی سے کھڑی ہوتی دروازے تک اتے تجسس سے بولی۔

"نہیں بی بی جی میں نے کچھ نہیں سنا مگر کمرے میں سب ہی موجود ہیں تو آپ بھی آجائیں"

وہ کہتی ہوئی واپس پلٹ گئی تو سیرت بھی بڑے بابا کے کمرے کی طرف ائی۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی تو تقریباً حویلی کے تمام افراد ہی جمع تھے۔

وہ بھی خاموشی سے صوفے پر نورین شاہ کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

اُسے بہرام خانزادہ کی گہری نظریں خود پر شدت سے محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ سب کی موجودگی میں اُس کی بے باک نظروں سے گھبراتی سمٹ سی گئی تھی۔

"میں نے سوچا ہے کہ پلوشے کے نکاح کے ساتھ مرحا کی رخصتی بھی کر دی جائے۔۔۔میں اب اپنی زمہ داری سے جلداز جلد سبکوش ہونا چاہتا ہوں۔ارمان کو بھی اپنی زمہ داری کا احساس ہو گا۔ویسے بھی مرحا کے دو سمیسٹر ہی رہتے ہیں پھر اس نے گھر ہی بیٹھنا ہے تو رخصتی میں کوئی حرج نہیں"

ازمیر خانزادہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

ان کی بات سب کو ہی درست لگی تھی سوائے دو لوگوں کے۔

ایک تھا ارمان خانزادہ

اور دوسری مرحا ارمان خانزادہ

مرحا نے بے بسی سے پاس بیٹھی شائستہ بیگم کا ہاتھ سختی سے جکڑا تھا۔

اُس میں سب کے سامنے بولنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔

مگر وہ ابھی رخصتی ہر گز نہیں چاہتی تھی۔

بیشک ارمان آہستہ آہستہ اُس کے ساتھ ٹھیک ہو رہا تھا مگر کیا پتا وہ ابھی ایسا نہ چاہتا ہو۔

شائستہ بیگم نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلایا تھا۔

ارمان نے پہلے ایک نظر اُس پر ڈالی پھر ازمیر خانزادہ کی طرف دیکھا۔

"بابا آپ پہلے بہرام لالا کے بارے میں سوچیں پھر میرے بارے میں کچھ کیجئے گا"

ارمان سنجیدگی سے کہی گئی بات پر مرحا کے ہونٹوں پر آسودہ سے مسکراہٹ ائی تھی۔

یہی تو وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمان سب کہ بیچ اُس کی عزت دو کوڑی کی کر دے۔

وہ کوئی اتنی بھی گری پڑی نہیں تھی کہ پہلے زبردستی اسے ارمان کے نکاح میں باندھ دیا اور اب زبردستی رخصتی کروا رہے تھے۔

میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا، اپنا فیصلہ سنایا ہے۔۔اب" "تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلے

ازمیر خانزادہ غصے سے اُسے دیکھتے سختی سے بولے تو وہ خون کے گھونٹ بھرتا خاموش ہو چکا تھا۔

بہت صبر کے باوجود بھی مرحا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔

شائستہ بیگم نے اُس کی آنکھیں جلدی سے صاف کی تھیں تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔

لیکن ارمان خانزادہ دیکھ چکا تھا۔

وہ جانتا تھا اس وقت اُس بیچاری کی کیا فیلنگز ہوں گی۔

بغیر ماں باپ کے وہ آج تک خاموشی اور صبر سے اُن کے ساتھ رہی تھی۔

بیشک سب ہی اُس سے بہت محبت کرتے تھے اُس کا بہت خیال رکھتے تھے مگر ارمان نے کبھی نہیں سنا تھا کہ اُس نے کبھی بھی کسی بھی بات پر کوئی ضد کی ہو۔

سیرت اور پلوشے پھر بھی کبھی کبھار کسی نہ کسی بات پر ضد کر لیا کرتی تھیں مگر مرحا نے کبھی کوئی الگ خواہش نہیں کی تھی۔

ارمان جانتا تھا وہ اُس پر ضرورت سے زیادہ سختی کرتا ہے مگر وہ ہمیشہ اُس کی ہر بات خاموشی سے مان لیا کرتی تھی۔

اُس نے کبھی ارمان کی کسی بات پر بے وجہ بحث نہیں کی تھی۔

جانے کیسے آج ارمان خانزادہ کو افسوس ہوا تھا۔

اتنے لوگ ہونے کے باوجود بھی وہ کتنی اکیلی تھی۔

کون تھا اس کے پاس جس سے وہ اپنی باتیں شیئر کرتی۔

ہر لڑکی کو زندگی کے ہر موڑ پر ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔

مگر اُس کے پاس ماں نہیں تھی۔

ہر لڑکی کو اپنی ذاتی باتیں کرنے کے لئے بہن کی ضرورت ہوتی ہے، حفاظت کے لیے باپ اور بھائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

مگر مرحا کے پاس ایسا کوئی رشتہ نہیں تھا۔

ایک وہ خود شوہر تھا تو بھی کیسا شوہر تھا۔

کبھی اُس سے پوچھا تو نہ تھا کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ میں لیتا آؤں۔

تمہیں کہیں جانا ہے تو میں چھوڑ دوں؟

خواہ ارمان خانزادہ نے اپنی بیوی کو ہمیشہ دوسروں کے آسرے پر رکھا تھا۔

لیکن وہ بیچاری پھر بھی اُس سے محبت کرتی رہی۔

ارمان نے بمشکل اُس کے ستے چہرے سے نظریں چرائی تھیں۔

ازمیر خانزادہ نے سنجیدگی سے مرحا کو دیکھا پھر اُسے نظر انداز کرتے زبیر خانزادہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

میں تم سے باقاعدہ طور پر بہرام کے لئے سیرت کا ہاتھ مانگتا"

"ہوں

اُن کی بات پر بہرام کے ہونٹوں کی تراش خود بہ خود مسکراہٹ میں ڈھلی تھی۔

جبکہ سیرت اُن کے الفاظ سنتے ہی شرم سے لال ہوئی تھی۔

جی لالا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے میں نے تو سیرت کے پیدا"

"ہوتے ہی اُسے بہرام کے لیے سوچ لیا تھا

زبیر خانزادہ مسکرا کر بولے تو از میر صاحب نے سیرت کی طرف دیکھا۔

"سیرت بچے آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بتائیں"

اُنھوں نے براہ راست اُسے مخاطب کرتے پوچھا تو اُس نے سے جھکا کے نفی میں سر ہلا کر بہرام خانزادہ کے دل میں اپنے لیے دیوانگی مزید عروج پر پہنچائی تھی۔

"ٹھیک ہے اب میرا یہی فیصلہ ہے کہ پلاشے کے ساتھ ہی بہرام کا نکاح عصر کے وقت ہو گا۔۔اور اسی رات کو مرحا کی رخصتی

ہو گی۔۔۔اب پیچھے کوئی پانچ دن ہی رہ گئے ہیں تیاریاں شروع کرو کل سے"

ازمیر خانزادہ نے سری بات ختم کی تو وہ سب آہستہ آہستہ اُن کے کمرے سے نکلے تھے۔

مرحا آخر میں اپنے کمرے میں داخل ہوئی ہی تھی کہ بہت اچانک ہی ارمان اُس کے روم میں آتا اُس کی کلائی پکڑ کر اُسے ساتھ کھینچتا ہوا اپنے روم میں لایا تھا۔

اسے روم میں لا کر ارمان نے دروازہ لوک کیا تو وہ سانسیں روکے حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

"دروازہ کیوں بند کّک۔۔۔ کیا آپ نے"

وہ گھبراتی ہوئی بولی۔

ارمان خانزادہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا جو اس وقت سادہ سے مہرون رنگ کے شلوار قمیض میں بے حد خوبصرت لگ رہی تھی۔

ارمان اُس کے قریب آیا اور اُس کا ہاتھ تھام کر اُسے بیڈ کے پاس لایا۔

اسے آرام سے ایک سائڈ پر بٹھا کر خود بھی اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

"ایم سوری"

وہ سنجیدگی سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔

مرحا نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔

کیا یہ الفاظ ارمان خانزادہ کے لبوں سے ادا ہوئے تھے؟

کیا ارمان خانزادہ بھی مرحا سے معافی مانگ سکتا تھا؟

"کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی"

ارمان شرمندہ سے لہجے میں اُسے دیکھتا ہوا بولا۔

مرحا کو ارمان چاہے جو بھی کہے مگر وہ اُس کے منہ سے یہ الفاظ نہیں سننا چاہتی تھی۔

اُسے اپنے شوہر سے ہر حال میں محبت تھی چاہے وہ اُسے ڈانٹے یا نہیں۔

لیکن ارمان کا لہجہ ہی اُسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

مرحا جو ہمیشہ اللہ سے دعا کرتی تھی کہ ارمان کے دل میں اُس کے لیے نرمی ڈال دیں۔

آج اپنی دعا قبول ہونے پر دل میں اللہ کہ ڈھیروں شکر ادا کیا۔

"ارمان آپ معافی کیوں مانگ رہے ہیں۔۔۔آپ شوہر ہیں میرے۔مجھے ہرگز نہیں پسند کے شوہر بیوی سے معافی مانگیں"

وہ محبت اور احترام سے بولی تھی۔

ارمان نے مسکرا کر اُس کے جھکے سر کو دیکھا کچھ دنوں سے یہ لڑکی اُس کے دنوں کا آرام اور راتوں کی نیند چھین چکی تھی۔

آج اُس کا رونا ارمان سے برداشت نہیں ہوا تو اُس نے جانے کیسے اچانک ہی اپنی انا کو سائڈ پر رکھ کر اُس سے معافی مانگنے کا سوچ لیا تھا۔

ویسے تو بڑے محبت کے دعوے کیے جاتے ہیں مجھ "
سے۔۔۔اب اچانک کیا ہوا جو رخصتی کے نام پر ہی رونے لگی
"میری چھوٹی سی بیوی

ارمان نے محبت سے اُسے اپنے قریب کرتے ایک ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر شرارت سے کہا۔

مرحا کی حالت اُس کے قریب ہوتے ہی عجیب سی ہو رہی تھی۔

دل زور زور سے دھڑک رہا تھا گویا ابھی سینا چیر کر باہر آجائے گا۔

"م۔۔مجھے ماما۔۔ب۔ابا کی یاد آگئی تھی"

اُس نے خود ہی سر ارمان کے سینے میں چھپاتے ہوئے بھرائی آواز میں کہا تھا۔

ارمان اُس کے روانگی سے بہتے آنسو اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔

"میرے سامنے نام مت لو اُن کا"

ارمان تھوڑی سختی سے بولا تھا۔

اُسے بچپن سے ہی اپنی پھپھو سے نفرت تھی۔

مرحا جانتی تھی اُس کی نفرت کی وجہ اس لیے خاموش ہو جاتا کرتی تھی۔

"تمہاری ماما بھی میری ماما ہیں اور بابا بھی میرے بابا... تو میرے خیال سے تمہیں کسی اور کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں"

ارمان نے سنجیدگی سے اُسے کہا تو مرحا نے آنسو صاف کیے۔

"ارمان پلیز آپ رخصتی ابھی مت کروائیں۔۔۔ بابا کو منع کر دیں میں ابھی تیار نہیں ہوں اس سب کے لیے"

مرحا نے مدد طلب نظروں سے اُسے دیکھتے کہا تو ارمان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جی نہیں میڈم رخصتی جمعہ کو ہی ہو گی جو تیاری کرنی ہے کر لو"

وہ اُس کے بال سمیٹتے ہوئے بولا۔

مرحا نے ناراضگی سے اُس سے چہرہ پھیر لیا۔

جانے کیوں اچانک ارمان کو آگ سی لگی تھی۔

"مجھے یہ روٹھنا منانا بلکل بھی نہیں بھاتا۔۔۔ خیال رکھنا آئندہ اس چیز کا۔ چھوٹی سی بات ہوتی نہیں ہے اور تم بیویاں ناراض ہو جاتی ہو"

ارمان نے اُس کا بازو زور سے پکڑ کر اُس کا رخ اپنی طرف کیا۔

وہ پل میں اپنے جلاد روپ میں آیا۔۔۔

مرحا نے حیرت سے اُسے دیکھا جو بلکل مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔

وہ آہستہ سے سر ہلاتی اُس سے تھوڑی دور ہو بیٹھی تھی۔

جانے کیوں اب اُسے ارمان سے ڈر سا لگ رہا تھا۔

"رات کو میں روم میں آؤں گا سونا مت"

ارمان کی بات پر وہ پریشان ہوئی۔

"کک۔۔۔کیوں۔کسی نے دیکھ لیا تو"

وہ فکر مندی سے بولی تو ارمان نے اُسے گھور کر دیکھا۔

کسی نے دیکھ بھی لیا تو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔۔میں "
"خود دیکھ لوں گا کیا کرنا ہے۔تم بحث مت کرو

ارمان نے کہا تو اُس نے نا چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا یا۔

ارمان اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

---------------------------------------------------

آج وہ دن آہی پہنچا تھا جس کا اُن سب کو شدت سے انتظار رہا تھا۔

صبح سے حویلی میں چہل پہل سی تھی۔

سب لڑکے بھاگ دوڑ میں لگے تھے۔

اس وقت عصر کے ساڑھے چار بج چکے تھے۔

سب لڑکیاں ہی پالر میں کا چکی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں پلوشے اور سیرت کا نکاح ہونا تھا۔

"بہرام بیٹا جاؤ لڑکیوں کو لے آؤ دیر ہو رہی ہے"

شائستہ بیگم نے لون میں آکر بہرام کو مخاطب کیا تو بہرام نے اثبات میں سر ہلایا۔

ملازمین کو کام سمجھاتا وہ گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

دس منٹ میں ہی اُس کی گاڑی پالر کے باہر مجود تھی۔

اُس نے ایک لیڈی ورکر کو اُنہیں بلانے کہ کہا اور خود گاڑی میں واپس آ کر بیٹھا۔

تبھی اُس کی نظر اُن تینوں پر پڑی تھی۔

بیشک تینوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ کے خوبصورت لگ رہی تھیں۔

سیرت نے گولڈن کلر کا گھرارہ پہن رکھا تھا۔

بہرام کی تو نظریں اُس سے چمٹ ہی گئی تھیں۔

پلوشے آکر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور باقی دونوں پیچھے۔

بہرام نے بیک ویو مرر بلکل سیرت کے چہرے پر فٹ کرتے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

سیرت اُس کی نظروں سے گھبرا کر رخ مرحا کی طرف موڑ گئی تو بہرام کے چہرے پر غُصہ سا آیا تھا۔

اُسے سیرت کی خود سے ذرا بھی بے رخی منظور نہیں تھی۔

بہرام نے اچانک گاڑی کی سپیڈ اس قدر بڑھائی تھی کہ وہ تینوں ہی حیران ہو گئیں۔

بہرام تو ہمیشہ احتیاط سے ڈرائیو کرتا تھا۔

سیرت اُس کے غصے کی وجہ سمجھ کر فوراً سیدھی ہوئی تھی مگر اب بہرام خانزادہ ناراض ہو چکا تھا۔

اُس نے گاڑی آکر حویلی کے پورچ میں روکی تو وہ تینوں باہر نکلی تھیں۔

ملزمائیں اُن کے لیے پہلے ہی کھڑی اُن کا انتظار کر رہی تھیں۔

وہ تینوں جیسے باہر نکلیں ملازماؤں نے اُن سے سے اُن کے پرس وغیرہ تھام لیے تھے۔

وہ آہستہ سے اندر آئیں تو شائستہ اور نورین بیگم نے اُنہیں اپنے اپنے کمروں میں کا کر کچھ دیر آرام کرنے کا کہا۔

کیونکہ کچھ ہی دیر میں نکاح خواہ انے والا تھا۔

وہ تینوں ہی اپنے اپنے کمروں میں آگئی تھیں۔

---

سیرت کافی دیر سے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنی شرٹ کی ڈوریاں باندھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُس کی شرٹ کی بیک بلکل ڈوریوں پر مشتمل تھی۔

اگر وہ ڈوریاں بند بھی کر لیتی پھر بھی اُس کی ساری کمر بلکل واضح تھی۔

اُس نے اور مرحا نے شرم کی وجہ سے پالر میں بھی لیڈی ورکر سے بند نہیں کروائی تھیں۔

پلوشے تھوڑی براڈمائنڈڈ تھی تو اُس نے اپنی ڈوریاں پالر سے ہی بند کروا کی تھیں۔

اُن تینوں کہ ہی ایک جیسے گھرارے تھے۔ جو مرحا نے پسند کیے تھے۔

وقت کم ہونے کی وجہ سے اُنہیں ایک جیسے ڈریسز ہی لینے پڑے تھے۔

پلوشّے کا آف وائٹ گھرارہ تھا۔

مرحا کا سلور اور سیرت کا گولڈن۔

تینوں ہی اپنے اپنے ڈریسز میں قیامت ڈھا رہی تھیں۔

سیرت نے کافی کوشش کی تھی مگر اُس سے جب ڈوریاں بند نہیں ہوئیں تو اب وہ پریشانی سے کھڑی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

تبھی دھاڑ سے دروازہ کھلا تو وہ بھی جھٹ سے پلٹی۔

بہرام خانزادہ آندھی طوفان بنا اُس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

وہ اُس سے خوف کھاتے جلدی سے پیچھے دیوار سے ٹیک لگا گئی تھی۔

وہ بلکل نہیں چاہتی تھی بہرام ابھی اُس کی کمر دیکھے وہ اُس کے لیے غیر محرم تھا۔

اُس نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا جو اس تک پہنچ ہی چکا تھا۔

وہ کیبول سے ہو لیے میں بھی بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

سیرت نے دل ہی دل میں ماشاللہ پڑھا تھا۔

بہرام نے اُس سے ایک قدم کے فاصلے پر رک کر خون خوار نظروں سے اسے دیکھا۔

سیرت تو اُس کی اس قدر سخت نظریں دیکھ کر جلدی سے سے جھکا گئی تھی۔

اب اُس نے کوئی اتنی بھی بڑی غلطی نہیں کی تھی جو بہرام خانزادہ کو یوں آگ لگ گئی تھی۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ سے نظریں پھیرنے کی۔۔۔ سمجھتی کیا ہو تم خود کو ہاں"

بہرام برہمی سے بولا۔

وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ ایک پل کو بہرام کا دل نہیں کیا تھا اُس سے سخت لہجے میں بات کرنے کا مگر اُسے سیرت پر غصّہ ہی اتنا تھا کہ دل کر رہا تھا اُس کی اس چھوٹی سی حرکت پر زمین آسمان ایک کر دے۔

"بہرام۔۔۔آپ اتنے ہائپر کیوں ہو رہے ہیں۔۔میں نے تو بس یونہی رکھ بدلا تھا"

وہ بیچارگی سے بولی تو بہرام نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"جب میں تمہاری طرف دیکھ رہا تھا تم نے تب ہی رکھ بدلنا تھا؟"

وہ دوبارہ سے دھاڑا تو سیرت کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

"ایم سوری"

اُس نے دھیمی سے آواز میں ایکسکیوز کیا تو بہرام تھوڑا ٹھنڈا پڑا۔

"آؤ چلیں نیچے"

اُس نے ہاتھ سیرت کی طرف بڑھا کر کہا تو سیرت نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

"آ۔۔۔آپ نے کپڑے نہیں چینج کرنے"

اُس نے بہرام کو یاد دلایا تھا۔

نہیں۔۔۔صرف نکاح ہی تو ہے انہیں کپڑوں میں ہو جائے گا"
"رات کو کپڑے چینج کرلوں گا تم آؤ

بہرام نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

وہ اب شدید قسم کی شرمندگی کا شکار ہو رہی تھی۔

اگر بہرام کو اپنی پریشانی بتاتی تو اسے غصّہ آجانا تھا۔

وہ اب اس حال میں نیچے بھی نہیں جا سکتی تھی۔

اس وقت سیرت پر یہ محاورہ بلکل فٹ آرہا تھا کہ آگے کنواں پیچھے کھائی۔

جب کافی دیر بعد بھی سیرت نے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں نہیں دیا تو بہرام نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

اُس کے چہرے پر ٹینشن صاف دکھ رہی تھی۔

"سیرت وٹ ہیپیند۔۔۔از ڈیئر اینی پرو بلم؟"

اُس کے سوال پر سیرت نے مرتے کیا نا کرتے کے حال میں دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو بولو بھی کیا ہوا ہے"

بہرام نے ایک آئبرو اچکا کر اُسے دیکھتے کہا تو سیرت نے بڑی مشکل سے سر اٹھا کر بہرام کی جانب دیکھا۔

"میں۔۔میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔۔۔کچھ پرائیویٹ بات ہے۔۔۔آپ پلیز مرحا یہ ماما کو بلادیں"

اُس نے اٹکتے ہوئے بات مکمل کی۔

"ایسی کی تیسی تمہاری پرائیویٹ بات کی میں کوئی ملازم نہیں لگا تمہارا کہ کسی کو بلادوں۔۔۔بتانی ہے تو مجھے بتاؤ اپنی پریشانی نہیں تو چلو نیچے"

وہ بے زاری اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولا تو سیرت کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

کس مصیبت میں پھنس گئی تھی وہ۔۔۔

"بہرام پلیز بات ضروری ہے اور میں آپ سے بھی نہیں کہے سکتی"

اُس نے بے بسی اور التجا سے کہا۔

بہرام نے غصے سے اُس کا دوپٹہ بیڈ سے اٹھا کر اُس پر ڈالا اور اُس کا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچا۔

ابھی وہ دروازہ کھول ہی رہا تھا کہ اُس کا ہاتھ کسی نرم سے چیز سے ٹکرایا۔

بہرام نے جھٹکے سے مڑ کر اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا تھا۔

جب نظر اُس کی کمر پر گئی تو بہرام کا پورا وجود ہی آگ کی لپیٹ میں آیا تھا۔

اُس نے غصے سے نظریں اٹھا کر سیرت کو دیکھا جو اب شرم اور خوف سے سرخ پڑ چکی تھی۔

"وٹ دا۔۔۔"

بہرام نے بمشکل اپنے الفاظ پر قابو پایا اور اُس کا بازو پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے"

وہ سختی سے چیخ کر بولا تو سیرت کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اُس کے پاؤں پر گرے۔

"ب۔۔ بہرام وہ۔۔"

ڈر کی وجہ سے اُس کی زبان سے الفاظ ہی نہیں ادا ہوئے تھے۔

"اگر ایک چیز پر دھیان نہیں بھی دے پایا میں۔۔۔ تو تم نے مجھے یہاں بھی ضرور احساس کروانا تھا کہ میں تمہارے ہر معاملے میں تم پر نظر رکھا کروں۔۔۔۔ کوئی۔۔ کوئی ایک کام تو بندہ عقل

سے کر ہی لیتا ہے مگر نہیں سیرت محترمہ میں تو عقل ہے ہی نہیں "

وہ غصے سے کہتا اُسے وہیں چھوڑے باہر آیا تھا۔

سیرت نے اُس کے جاتے ہی سکھ کا سانس لیا۔

کچھ ہی دیر میں پلوشے اُس کے پاس ائی کہ بہرام نے اُسے بھیجا تھا۔

---

"ماما یہ ڈریسز پہننے لائک ہیں جوان تینوں نے پہن رکھے ہیں"

بہرام آگ بگولا ہوتا اوپر کے پورشن میں بنے لاونج میں آیا تھا جہاں ارمان کے شائستہ بیگم کھڑے کوئی بات کر رہے تھے۔

وہ شدید ترین سرد لہجے میں بولا تو ارمان نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

جبکہ شائستہ بیگم کو اس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔

اُنھوں نے مرحا کو سمجھایا بھی تھا کہ یہ ڈریس مت لو مگر اُس کی شادی تھی تو اُنہیں اُسے روکنا ٹوکنا مناسب نہیں لگا تھا۔

پہلے ہی وہ ان دونوں بے حد دکھی رہنے لگی تھی۔ بات بات پر رونے لگتی تھی۔

اُس کے دیکھا دیکھی باقی دونوں نے بھی ضد کر کے سیم ڈریسز کے لیے تھے۔

شائستہ بیگم نے اُنہیں کئی دفعہ یاد دلایا تھا کہ مردوں کے سامنے احتیاط کرنا کسی نے بھی اُن کے ڈریس دیکھ لیے تو اُن تینوں کے ساتھ ساتھ شائستہ بیگم کی بھی ڈانٹ پکی تھی۔

اب بہرام کو غصے میں دیکھ اُنھوں نے پریشانی سے اُن دونوں کو دیکھا تھا۔

یقیناً اب بات پھیلنے ہی والی تھی اور اگر یہ بات ازمیر خانزادہ کو معلوم ہو جاتی تو شائستہ بیگم نے تو اپنی خیر ہی مناتے رہ جانا تھا۔

"بہرام بیٹا ٹائم کم تھا تو جو ملا بس لے لیا، اس میں بچیوں کہ کیا قصور"

اُنھوں نے نرمی سے بات سنبھالنی چاہی۔

ارمان اب عجیب نظروں سے اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ یہ کیا کہ رہے ہیں آپ دونوں"

ارمان جھنجلا کر بولا تو شائستہ بیگم نے بہرام کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

لیکن بہرام جس ادر غصے میں تھا اُس نے اُن کے اشارے کو سرے سے نظر انداز کر دیا تھا۔

"جو ڈریسز انہوں میں پہنے ہیں۔ اتنے بے ہدہ اور گھٹیا قسم کے ہیں کہ میرا دل کر رہا ہے یا تو فنکشن کینسل ہو یا پھر یہ کپڑے بدلیں"

بہرام نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو ارمان کا چہرہ پل میں سرخ ہوا تھا۔

"کس نے لینے دیئے اُنہیں۔۔۔ماما آپ لوگ ساتھ تھیں ناں"

ارمان چاہتے ہوئے بھی اپنا لہجہ پر احترام نہیں بنا پایا تھا۔

"بیٹا مرحا کو پسند آ گیا تو مجھے اُسے ٹوکنا اچھا نہیں لگا۔۔۔پہلی دفعہ بچی نے کوئی خواہش کی تھی میں کیسے ٹال دیتی اوپر سے اُس کی رخصتی انے والی تھی، وہ پہلے ہی بہت اُداس تھی اس لیے میں نے لینے دیئے اُن کی پسند کے کپڑے"

شائستہ بیگم کے لہجے میں اُس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

لیکن وہ یہ بات ارمان کو بتا کر اُس بیچاری کے لئے جو مشکل بنا چکی تھیں وہ ابھی پتہ چلنا تھا۔

ارمان تیزی سے وہاں سے نکلا تو بہرام کو بھی مرحا کی فکر ہوئی۔

وہ ارمان کو جانتا جو تھا جس نے اب جا کر اُسے پتہ نہیں کیا کیا سنانا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

مرحا جب سے روم میں ائی تھی بمشکل ہی اپنے آنسو روک رہی تھی۔

آج اس کہ دل بہت اُداس تھا۔

بار بار کسی بھی سونے کو پکار رہا تھا۔

اس وقت میٹو لڑکیوں کے پاس کو بہت قریبی ہونا چاہیے جس کے گلے لگ کر وہ اپنا غم ہلکا کر لے۔

کتنا اچانک ہو گیا تھا یہ سب اُس نے تو ابھی ایسا بلکل نہیں سوچا تھا۔

مرحا نے ٹائم دیکھا تو عصر کے ساڑھے پانچ بج چکے تھے۔

ابھی سیرت اور پلوشے کے نکاح ہونے تھے تب تک اسے روم میں ہی رہنا تھا۔

پھر رات کو اس کی رخصتی کا چھوٹا سا فنکشن تھا تب وہ باہر جاتی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی شیشے کے سامنے ائی۔

دونوں ہاتھ کمر پر لے جا کر ڈوریاں باندھنے کی کوشش کی مگر اُس کا ہاتھ پہنچ ہی نہیں پا رہا تھا۔

اُس نے اُنہیں یونہی چھوڑ دیا کہ جب سیرت ائے گی تو اُس سے بندھوا لے گی۔

ابھی وہ وہیں کھڑی تھی کہ ارمان تیزی سے اُس کے روم میں داخل ہوا تھا۔

اُس کی نظریں اپنے لباس پر ہی گڑھی محسوس کر کے مرحا کو کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔

اُس کی نظریں ہی بتا رہی تھیں وہ کچھ کھوج رہا ہے۔

ارمان نے اُسے کندھے سے پکڑ کر اُس کا رخ موڑا ہی تھا کہ جب نظریں اُس کی پتلی سفید کمر پر ٹھہریں۔

ارمان کا اندر خون کے شرارے دوڑنے لگے تھے۔

"یہ تم نے پسند کیا؟"

ارمان کے سوال پر اُسے لگا اُس کی بچی کھچی سانسیں بھی جواب دے جائیں گی۔

اُس کے حلق میں تو جیسے کچھ پھنس سا گیا۔

ارمان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے دیوار سے لگایا تو کے وہ دونوں بازو کمر پر رکھتی اُسے چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

اب اُس کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اور کمر ارمان کی طرف۔

ارمان نے اُس کی ڈوریاں اپنے ہاتھوں میں لیں اور اُنہیں اتنی سختی سے باندھنے لگا کہ مرحا کی کمر میں شدید تکلیف ہوئی تھی۔

"ارمان۔۔۔پلیز۔۔آرام۔سے۔کریں۔۔مجھے۔۔درد۔ہو۔ر
ہا۔ہے"

وہ اٹکتی ہوئی بولی تھی۔

مگر ارمان خانزادہ نے اپنے پورے زور سے اُس کی ڈوریاں مکمل
باندھ دیں۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ جب تک تم یہ ڈریس پہنے رکھو تمہیں
یہ تکلیف تب تک یاد دلاتی رہے کہ تم نے یہ ڈریس پسند کر کے
کتنی بڑی غلطی کی ہے"

ارمان سرد لہجے میں اُس کے کان میں پھنکارہ تو مرجانے خاموشی سے سے جھکا لیا تھا۔

اُس کی کمر میں واقعی بہت جلن ہورہی تھی مگر وہ اب ارمان سے بلکل بات کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

کاش وہ نہ دیکھتا۔۔۔

ارمان نے سنجیدگی سے آگے بڑھ کر صوفے سے اُس کا دوپٹہ اٹھایا اور اُس کے قریب آیا۔

ایک پلو پکڑ کے اُس کے ایک کندھے پر رکھا دوسرے سے کمر کو اچھے سے ڈھانپ کر اُس کے بازو پر لپیٹ دیا۔

"اگر آج تمہارے جسم کا ذرہ سا حصہ بھی میں نے اس دوپٹے سے باہر نکلے دیکھا تو مرحا یہ یاد رکھنا میں وہیں تمہارا وہ حصہ جلا دوں گا"

ارمان کی بات پر مرحا کی آنکھوں سے آنسو گرے۔

ارمان نے اُس کے آنسو دیکھے تو آرام سے اُسے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔

"یہ اپنا رونا دھونا کم کرو۔۔۔اتنی کمزور دل بنو گی تو زندگی نہیں گزار پاؤ گی"

ارمان اُس کے آنسو صاف کرتے سنجیدگی سے بولا۔

"ار۔۔مان م۔۔۔مجھے ڈر لگ۔۔رہا ہے"

وہ پھر سے روتی ہوئی بولی تو ارمان نے اُسے نرمی سے خود سے لگایا۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے"

وہ پیار سے بولا مگر مرحا دونوں ہاتھ اُس کی گردن میں ڈال کر چہرہ اُس کے سینے میں چھپائے آنسو بہائے گئی۔

"مرحا"

ارمان نے اُس کی کمر تھپتھپاتے اُسے پکارا۔

مگر جانے کیوں اُس کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔
چاہ کر بھی وہ اپنے آنسو نہیں روک پا رہی تھی۔

ارمان نے پھر سے اُس کی آنکھیں صاف کیں اور اُس کی جھومر کو ٹھیک کیا۔

"کچھ بھی نہیں ہو گا تم ڈرو مت سب ٹھیک ہے۔۔۔اپنی حالت خراب مت کرو بہت پیسے لگے ہیں تمہارے شوہر کے تمہیں چوڑیل سے پری بنوانے میں اب یوں رو گی تو پھر سے اصل روپ میں آجاؤ گی ڈارلنگ"

ارمان نے شرارت سے کہتے اس کا موڈ بہتر کرنا چاہا۔

مرحا نے تکیہ اٹھا کر اُسے مارا تھا جسے پکڑتا وہ ہنس دیا۔

"چوڑیل ہوں گے آپ میں تو واقعی پری ہوں"

وہ معصومیت سے بولی۔

ارمان نے جھٹکے سے اٹھتے اُس کی گال پر شدت سے لب رکھے تھے، ابھی وہ کچھ سمجھتی کہ ارمان خانزادہ اُس کے ادھ کھلے لبوں کا رس چکھتے تیزی سے پیچھے ہوا تھا۔

"اٹھو میک اپ ٹھیک کے لو۔۔۔رات کو میں ڈر نہ جاؤں"

ارمان نے پھر سے مذاق کیا تو مرحا نے اُسے گھور کر دیکھا۔

مگر اُس کی معنی خیز نظریں دیکھ کر وہ فوراً اپنی آنکھیں جھکا گئی۔

ارمان بھی مسکراتا ہوا اُس کے روم سے نکلا۔

ابھی اُسے خود بھی تیار ہونا تھا۔

_______________

ماہر لوگ بھی حویلی پہنچ چکے تھے۔

سمرین بیگم تو پلوشے پر صدقے واری جارہی تھیں۔

وہ سب لوگ ہی لاؤنج میں موجود تھے سوائے مرحا کے کیونکہ نکاح یہیں ہونے تھے۔

آہستہ آہستہ قریبی مہمان بھی پہنچ رہے تھے۔

"صاب مولوی صاحب آ گئے ہیں"

ایک ملازم نظریں جھکائے ازمیر خانزادہ کے قریب آیا تو اُنھوں نے مولوی صاحب کو اندر بلانے کہ کہا۔

نورین اور شائستہ بیگم نے سیرت اور پلوشے کو سہارا دے کر ایک صوفے پر بیٹھایا۔

ماہر اور بہرام بھی ساتھ والے صوفے پر بیٹھے تھے۔

مولوی صاحب نے آتے ساتھ ہی نکاح شروع کر دیا تھا۔

پانچ منٹ ہی لگے تھے اُن دونوں کی پہچان بدلنے میں۔

پلوشے تو سائن کرتے ہی نورین بیگم کے سینے سے لگی زار و قطار رونے لگی تھی۔

جبکہ اُس کے مقابلے میں سیرت خاموشی سے بیٹھی تھی۔

"میرا بچہ تو بہت مضبوط ہے بلکل نہیں روئے گا"

ازمیر خانزادہ نے قریب آکر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے محبت سے سے کہا اور باہر کی طرف بڑھ گئے۔

زبیر خانزادہ بھی اُس کے پاس ائے۔

اُسے نورین بیگم سے الگ کر کے خود سے لگا کر اُس کی پیشانی چومی۔

"بس بابا کی گڑیا بابا کو پریشان نہیں کرو اس طرح رو کر"

اُنھوں نے اُسے کہا تو اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھے۔

"اب تم دونوں جاؤ مرحا کے پاس اکیلی ہے کب سے"

زبیر صاحب کے باہر جاتے ہی نورین بیگم نے اُن دونوں کو مرحا کا خیال دلوایا تو دونوں ہی اوپر کی طرف آئی تھیں۔

ارمان، بہرام اور ماہر بھی باہر چلے گئے تو وہ تینوں بھی کاموں میں لگی تھیں۔

آدھے گھنٹے بعد ہی ماحول بلکل تبدیل ہو چکا تھا۔

اس وقت لون میں بنے اسٹیج پر مرحا سر جھکائے بیٹھی تھی۔

سیرت اور پلوشے بھی اُس کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔

ارمان ابھی مردوں کی طرف تھا کچھ ہی دیر میں رخصتی ہونے ہی والی تھی۔

مرحا کا دماغ اس وقت بلکل ماؤف ہو گیا تھا اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

مگر وہ صبر کرتے خاموشی سے بیٹھی تھی۔

سیرت اور پلوشے بھی اب نارمل ہو چکی تھیں تو وہ اُس کے پاس بیٹھیں باتوں میں مصروف تھیں۔

تبھی ہلکی ہلکی چھل پہل مچی تو اُن دونوں نے سر اٹھا کے سامنے دیکھا تھا۔

ماہر اور بہرام ارمان کے ساتھ سٹیج کی طرف آئے تو وہ دونوں ذرا سائڈ پر ہوئیں۔

البتہ مرحا یوُنہی بیٹھی رہی تھی بس اُس کے وجود میں کچھ بے چینی سی ہوئی تھی۔

ارمان اُس کے قریب بیٹھا تو ماہر اور بہرام بھی سنجیدگی سے ساتھ والے صوفوں پر ٹک گئے۔

سیرت اور پلوشے کے لیے اب جگہ نہیں بچی تھی تو دونوں ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔

ارمان نے ہاتھ اُس کی کمر پر رکھا تو مرحا کراہی۔

"کیا ہوا درد ہو رہا ہے"

ارمان سفاک لہجے میں بولا تو وہ مزید ہرٹ ہوئی, آنکھوں سے روانگی پانی نکالنے لگا۔

ارمان نے اُسے کمر سے جکڑ کر خود کے قریب کیا تو وہ شرمندہ سے ہوتی خاموش ہو گئی۔

آہستہ آہستہ خاندان کے سب افراد نے سا کر رسم ادا کرنی شروع کی تھی۔

ارمان جب اس سب سے اُکتا گیا تو اُس نے شائستہ بیگم کو قریب بولا کر یہ سب ختم کرنے کا کہا۔

شائستہ بیگم بھی اُس کے مزاج کا خیال کرتیں جلدی جلدی رسمیں نپٹانے لگیں۔

اب بہرام تو اٹھ کر باہر جا چکا تھا مگر ماہر وہیں بیٹھا رہا۔

وہ والہانہ نظروں سے ہر طرف کھلکھلاتی، چہچہاتی اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔

پھر اُن کی حویلی کے سب ہی مرد لون میں داخل ہوئے۔

ارمان نے مرحا کا کپکپاتا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھام لیے تو اُس کا ایک آنسو ٹوٹ کہ اس کے ہاتھ پر گرا تھا۔

"اسلام و علیکم"

سب ہی اسلام کرتے سٹیج پر آئے تو ماہر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

ازمیر خانزادہ نے آگے بڑھ کر مرحا کو محبت سے خود سے لگا کر اُس کی پیشانی چومی تو وہ بھی اُن کے گرد حصار بنائے آنسو بہائے گئی۔

پھر اب نے ہے اسے پیار کیا، گلے لگایا۔

آخر کار رخصتی کا وقت آ ہی پہنچا۔

بہرام نے اُس کے سر پر قرآن کا سایا بنایا تھا۔

شائستہ بیگم اور سیرت نے اُسے ارمان کے روم میں چھوڑا اور خود باہر مہمانوں کے پاس چلی گئیں۔

-------------------------------------

وہ خاموشی سے سانس روکے بیڈ کے درمیان بیٹھی تھی۔

چہرہ گھونگھٹ سے ڈھانپ رکھا تھا اور دونوں ہاتھ گود میں سمیٹ کر رکھے وہ آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

رات کے ساڑھے برانج چکے تھے مگر اُن صاحب کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔

جب مرحا کا جسم بیٹھے بیٹھے تھکن سے چور ہو گیا تو اُس نے سر پیچھے بیڈ کراؤن سے لگا یا لیا۔

ابھی وہ سکون سے بیٹھی ہی تھی کے باہر کھٹکا سا ہوا۔

مرحا فوراً ہی اپنا گھونگھٹ ٹھیک کرتی سیدھی ہو بیٹھی۔

ارمان نے آہستہ سے دروازہ بند کیا اور اُسے بغیر دیکھے یُو نہی چھوڑے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

پیچھے مرحا نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

وہ تھکاوٹ کے باعث پھر سے پیچھے ٹیک لگا گئی۔

تبھی ارمان خانزادہ بلیک ٹراوزر اور وائٹ شرٹ میں شاور لے کر باہر آیا تو نظر اُس کے وجود پر گئی۔

اُس کی تھکن کا سوچتے وہ بالوں کو برش کرتا بیڈ کی طرف آیا تھا۔

مرحا کی سانسیں اُس کے قریب انے پر منتشر ہوئیں۔

"اٹھو شاباش کپڑے بدلو اور اس سب سے فارغ ہو کر آؤ"

اُس کا اشارہ بھاری جیولری کی طرف تھا جس نے مرحا کی نازک جان پر عذاب بنایا ہوا تھا۔

"جی"

وہ آہستہ سے کہتی تیزی سے بیڈ سے اٹھی لیکن اچانک پاؤں مڑنے کی وجہ سے وہ چیخ مارتی نیچے گرنے ہی لگی تھی کہ ارمان نے سرعت سے اُس کا بازو پکڑتے اُسے قریب کیا۔

ارمان آنکھوں میں خمار لیے اُس کی ہیزل براؤن آنکھوں میں محبت سے دیکھنے لگا تو مرحا کو اپنی جان ہوا ہوتی محسوس ہوئی۔

"مم۔۔میرا۔۔پاؤں"

مرحا کی اچانک کراہ نکلی تو اُس نے تیزی سے اُسے پیچھے بیڈ پر لیٹایا۔

"دیکھ کر نہیں چلا جاتا تم سے؟"

وہ غصے سے اُسے دیکھتا بولا تو وہ نظریں جھکا گئی۔

ارمان نے جلدی سے سائڈ ڈرو سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور اُس کے قریب بیٹھا۔

ابھی ارمان نے اُس کا پاؤں چھوا ہی تھا کہ مرحا نے جھٹکے سے پاؤں پیچھے کھینچا۔

"میں خود کرلوں گی"

وہ کہتے ہیں اٹھنے ہی لگی مگر پاؤں میں پھر سے تکلیف کی لہر اٹھی تو وہ آہ کرتی دوبارہ تکیے پر سر گرا گئی تھی۔

تم تو خیر کر ہی لو گی۔۔۔۔۔چپ چاپ لیٹی رہو۔۔۔ابھی میں "پاؤں ہلاؤں گا تو تمہیں ہلکا سا درد ہو گا برداشت کی لینا"

ارمان نے پہلے اُسے جھڑکا پھر نرمی سے بولا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی آنکھیں سختی سے مینچ گئی۔

ارمان نے جیسے ہی اُس کا پاوں پکڑ کر موڑا مرحا کی چیخ بے ساختہ تھی۔

ارمان اُسے نظرانداز کرتا اُس کے پاؤں پر پٹی کرنے لگا پٹی کر کے اُس نے ایک پین کلرز بردستی مرحا کو دی۔

سب کرنے کے بعد اُس نے اٹھ کر باکس اپنی جگہ پر رکھا اور گھور کر مرحا کی طرف دیکھا جواب بھی آنکھیں بند کیے ویسے ہی لیٹی تھی۔

"یہ مت سمجھنا کہ تمہاری یہ غلطی مجھے میرے جائز حقوق لینے سے روک سکتی ہے"

ارمان کی گھمبیر آواز پر اُس نے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

ارمان میں آگے ہوتے اُسے سہارا دے کر بیٹھا یا پھر اُس کی جویلری اتارنی شروع کی۔

سب سے پہلے اُس کے ہاتھوں سے انگوٹھیاں اور کنگن اُتارے پھر اُس کے ماتھے سے ٹیکا اتارا۔

کانوں سے جھمکے اُتار کر آخر میں ہاتھ اُس کی پچھلی گردن کی طرف ڈالے تو وہ ساکت سے ہوتی انہیں موند گئی۔

ارمان نے نرمی سے سونے کا بھاری ہار اُتار کے سائڈ ٹیبل پر رکھا اور ایک گہری نظر اُس پر ڈالی۔

اب جویلری کے نام پر اُس نے بس نکاح کی انگوٹھی پہن رکھی تھی جو ارمان خانزادہ نے جان بوجھ کر نہیں اتاری تھی۔

اب ارمان نے اُس کا دوپٹا پنوں سے آزاد کرتے ایک طرف رخ تو اُس کا قیامت خیز حسن ارمان کے دل میں تہلکہ مچا گیا تھا۔

اُس کا وجود اس قدر فٹ اور بیلینسڈ تھا کہ ارمان کو اپنی نظریں ہٹانا مشکل ہی لگ رہا تھا۔

ارمان کی نظریں اپنے وجود کے آر پار ہوتے محسوس اور کے اُس کا سانس سینے میں ہی اٹک گیا۔

"مجھے۔۔۔ کپڑے بدل۔۔نے ہیں"

وہ نظریں جھکائے انگلیاں چٹخاتی ہوئی منمنائی تو ارمان دھیما سا مسکرایا۔

"میں کروا دوں"

اُس کے لہجہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکی ارمان مذاق کر رہا ہے یا سیریس ہے۔

اُس نے بے بس نظروں سے ارمان کو دیکھا تو وہ اُس پر رحم کھاتا اُسے تنگ کرنے کا ارادہ بدلتا اس سے نظریں پھیر گیا۔

"ہمم۔۔"

وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو مرحا بھی آہستہ سے ہمت کرتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔

جب وہ کپڑے بدل کر واپس ائی تو ارمان خانزادہ شان بے نیازی سے بیڈ کر بلکل درمیان میں لیٹا تھا۔

وہ تذبذب کا شکار ہوتی وہیں کھڑی پریشانی سے اپنے سونے کی جگہ دیکھنے لگی تھی۔

کمرے میں بیڈ لے علاوہ دو سنگل صوفے ایک میز، ایک کاوچ، ایک سٹڈی ٹیبل، ڈریسنگ ٹیبل اور کبرڈ ہی موجود تھے۔

اس سب میں سے کوئی بھی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ سے سکتی۔

"کیا ہوا سونے نہیں ہے"

ارمان کے سوال پر وہ ہونٹ چباتی ہوئی اُسے دیکھنے لگی۔

"میں کہاں سوؤں"

وہ بھیگی سے آواز میں بولی تو ارمان نے اُس کی بے تکی بات پر اُسے حیرت سے دیکھا۔

"ظاہری بات ہے بیڈ پر ہی سوؤ گی"

ارمان بے زاری سے بولا تو وہ گھبراتی ہوئی بھاری قدم اٹھاتے بیڈ تک ائی تھی۔

وہ بلکل ایک سائڈ پر سکڑ سمٹ کر لیٹ گئی تو ارمان نے غصے سے اُسے دیکھا۔

"واٹ دا نانسینس از دس۔۔۔۔یہ کوئی ڈراما یا مووی نہیں چل رہی کہ تم ایک کونے میں لیٹ گئی ہو۔۔پاس آؤ"

وہ سختی سے بولا تو مرحا تھوڑا سا کھسک کر ایک انچ ارمان کے پاس ہوئی۔

ارمان نے غصے سے پیچ وتاب کھاتے اُسے اپنے قریب گھسیٹا۔

"ار۔مان"

وہ شکوہ کناں نظروں سے ارمان کو دیکھتی بولی تھی۔

ارمان نے اُس کے بکھرے بال چہرے سے سمیٹ کر پیچھے کیئے۔

اُس کا وجود تقریباً مکمل ہی اپنے وجود میں چھپا یا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ اچانک مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔۔میں خود بھی سمجھ پا رہا بس میں اتنا جانتا ہوں تمہیں دیکھتے ہی میرا دل دھڑکنا بھول جاتا ہے۔۔۔میری سانسیں رک سی جاتی ہیں۔۔۔میرا بس یہی دل کرتا ہے کہ تمہیں دیکھتا ہی رہوں۔۔۔پہلے بھی تم میرے نکاح میں تھی میں پورے حق سے تمہیں دیکھ سکتا تھا مگر اب۔اب تو تم قانونی وشرعی طور پر میری دسترس میں ہو۔۔۔۔اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا،،،،،مرحا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آج ہی تم سے اپنے حقوق لوں گا"

ارمان کی بات پر اُس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

لیکن وہ کیا کہتی اُس کے حقوق تھے وہ جب چاہے لے لیتا وہ کیسے انکار کر سکتی تھی۔۔۔

ارمان نے اٹھ کر لائٹ آف کی پھر اُس کا دوپٹہ گلے سے نکال کر صوفے پر اچھالا۔

وہ آرام سے اُس کے پاس لیٹا تو مرحا نے بھی دونوں بانہیں اس کے بازو پر لپیٹے اپنی رضامندی دی۔

ارمان اُس کی پیش قدمی پر مسکرایا اور اُس کی طرف محبت پاش نظروں سے دیکھتے اُس کے گرد ہاتھ رکھتا اُس پر جھکا۔

اُس کی آنکھوں پر پیار کرتے ارمان نے اُس کے دونوں ہاتھ جکڑ کر پیچھے تکیے سے لگائے۔

اور تیزی سے اُس کا رخ بدلا تو اُس کی سفید دودھیا کمر ارمان کے سامنے تھی۔

ارمان نے آہستہ آہستہ اُس کی شرٹ کو زپ کھولی تو وہ بیڈ شیٹ ہاتھوں میں جکڑ گئی۔

"ار۔مان"

وہ بمشکل سانس لیتی بولی۔

"جی جانِ ارمان"

وہ گھمبیر آواز میں بولا۔

کمفرٹر دونوں پر ڈالتے ارمان نے اُس کی شرٹ آرام سے اُس کے وجود سے الگ کی۔

ارمان نے اُس کی کمر پر بنے ڈوریوں کے نشانوں پر انگلی پھیری۔

مرحا کی کمر اتنی دیر سختی سے باندھی گئی ڈوریوں کی وجہ سے تکلیف سے بے حال ہو رہی تھی۔

ارمان نے جھکتے لب اُس کی کمر پر بنے نشانوں پر رکھے اُس کا انداز بتا رہا تھا وہ اپنی دی گئی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہ رہا تھا۔

مرحا کے لبوں سے ایک بے بس سی سسکی جدا ہوئی تھی۔

اگر تمہارا دل میری قربت قبول کرنے پر نہیں مان رہا تو مجھے بتا دو"

ارمان اُس کا وجود سیدھا کرتے باہوں میں بھرتے ذرا سختی سے بولا۔

وہ ارمان کے بازو اپنے پیٹ اور سینے کے گرد لپٹے دیکھ لمبے لمبے سانس بھرنے لگی۔

ارمان کی بات پر وہ پریشان ہوئی تھی۔

ارمان کو ناراض وہ ہرگز نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"نن۔۔۔نہیں۔۔میں نے کب منع۔۔کّ۔۔کیا آپ کو"

وہ جلدی سے بات سمبھالتی بولی تو ارمان نے سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

پھر اپنا چہرہ کمبل میں ڈالے اُس کی گردن پر لب رکھے تو اُسے لگا کسی نے اُس کی گردن پر دہکتا کوئلہ رکھ دیا ہو۔

ارمان کے لب آہستہ آہستہ گردن سے سینے کی طرف رجوع کرنے لگے۔

پھر یونہی ایک دوسرے کی سحر انگیز قربت میں دونوں کی رات سرکنے لگی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

آویز شاہ آفس سے تھکا ہارا لاؤنج میں آیا جہاں تقریباً سب ہی موجود تھے۔

آویز کی نظریں مہروش کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

تبھی اس کی نظر سامنے صوفے پر گئی جہاں وہ وہ سوہا کے ساتھ بیٹھی تھی۔

اس کو آتا کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ کچن کی طرف بڑھی تو آویز بھی سب کو سلام کرتا ایک الگ صوفے پر بیٹھ گیا۔

مہروش جلدی سے پانی کا گلاس اس کر پاس لائی اور اس کی طرف بڑھایا تو آویز نے مسکراتے ہوئے گلاس تھام لیا۔

اسے اپنے پاس ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ شرماتی ہوئی اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"اب ہمیں دادا دادی بنانے کا بھی کوئی ارادہ ہے یا نہیں تم دونوں کا؟"

رابعہ شاہ کی بات پر پر مہروش شرماتی ہوئی نظریں جھکا گئی۔

"ارادہ تو ہے اب دیکھیں کیا ہوتا ہے"

اویز بے باکی سے بولا تو مہروش کا دل کیا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔

کس قدر بے باک انسان تھا وہ بھلہ سب کے سامنے یہ بات کہنے کی کوئی تک بنتی تھی۔

"جان کہاں ہے"

آویز کو اچانک روحان کی یاد آئی تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑاتے سوال کیا۔

"جی۔۔۔وہ میں ابھی اسے سلا کر آئی ہوں"

مہروش نے آہستگی سے جواب دیا، آویز شاہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں کافی تھک گیا ہوں روم میں جا رہا ہوں تم بھی جلدی آجانا اپنی تھکن تمہارے اس نرم و نازک وجود پر ہی اتاروں گا"

وہ معنی خیز لہجے میں مہروش کے کان کے پاس جھکتے دھیمی آواز میں بولا۔

وہ بیچاری شرم کے مارے اس سے تھوڑا دور ہوئی لیکن وہ ڈھیٹ شخص ایک دفعہ پھر اسے جلدی انے کا اشارہ کرتا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

اس کے اب سارے کام تو تقریبا مکمل ہو چکے تھے۔

بس وہ روم میں جانے سے پہلے آخری دفعہ رابعہ بیگم کے کمرے میں سوئے روحان کو دیکھنا چاہتی تھی۔

کیونکہ آج اُسے اس کی ہلکی ہلکی طبیعت خراب محسوس ہوئی تھی مگر اس نے آویز کو پریشان نہ کرنے کے لیے اسے نہیں بتایا۔

وہ اٹھ کر ان کے روم میں آئی تو وہ سامنے بیڈ پر سویا ہوا تھا۔

وہ نیند میں بخار کی وجہ سے سرخ ہوئی گالوں کے ساتھ اس قدر کیوٹ لگ رہا تھا کہ مہروش کا دل کیا اس کا چہرہ چوم ڈالے مگر اس کی نیند خراب ہونے کے خیال سے واپس مڑی۔

وہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکلی۔

سامنے ہی سوہا اپنے کمرے میں جاتے ہوئے دکھائی دی مہروش کے پاس سے گزرنے ہی لگی تھی کہ تبھی سوہا اچانک پھسلی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتی مہروش نے تیزی سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اُسے سیدھا کیا۔

"اللہ۔۔۔۔مجھے تو لگا آج میری خیر نہیں"

سوہا سنبھلتی ہوئی بولی تو مہروش مسکرادی۔

"آپی دیکھ کر چلا کریں نا اس حالت میں اگر آپ گر گئیں تو بہت نقصان ہو جائے گا"

مہروش محبت سے بولی تو سوہا نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہاں صحیح کہہ رہی ہو ہو میں آئندہ خیال رکھوں گی۔۔۔خیر تم" اگر آج مصروف نہیں ہو اپنے شوہر صاحب کے ساتھ تو کچھ دیر میرے روم میں آجاؤ میر آج نہیں ہیں میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے ہیں تو دونوں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں"

سوہا نے شرارت سے کہا مگر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی حامی بھر چکی تھی۔

حالانکہ وہ جانتی تھی آج آویز شاہ بہت تھکا ہوا ہے اور اس نے اسے تلقین کی تھی کہ روم میں جلد ائے وہ بھی جانا تو چاہتی تھی مگر سوہا نے پہلی دفعہ یوں اُسے دعوت دی تو اسے انکار کرنا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"نہیں آپی میں تو مصروف نہیں ہوں چلیں آئیں"

وہ سنجیدگی سے بولی تو سوہا اسے اپنے ساتھ لئے اپنے کمرے کی طرف آئی۔

کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا اور دونوں بیڈ پر بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔

سوہا اس سے اس کی پچھلی فیملی کے بارے میں سوال کرنے لگی تو مہروش کی آنکھیں بھیگ گئی۔

سوہا نے بھی اس کی حالت سمجھتے بات بدل دی۔

مہروش کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر ٹکی ہوئیں تھیں۔

ادھر آویز شاہ کے انتظار کا سوچتے اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

آخر سوہا کو اس کی تھکن کا احساس ہوا تو اس نے باتیں ختم کرتے مہروش کو اس کے کمرے میں جانے کا کہا۔

وہ جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آئی تھی۔

---

آویز جب سے روم میں آیا تھا اس کا انتظار کئے جا رہا تھا لیکن وہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

حالانکہ وہ جانتی تھی کہ آویز کو اس کے بغیر نیند نہیں آتی۔

جب رات کے بارہ بج گئے تو آویز کا دماغ غصے اور اشتعال سے پھٹنے لگا تھا۔

اس کا دل کر رہا تھا کہ کمرے میں موجود ہر چیز کو توڑ ڈالے۔

اسے انتظار کرتے اتنا وقت ہو گیا تھا لیکن وہ نہیں آئی تھی آخر وہ غصے سے بیڈ پر آیا۔

لائٹ آف کی اور ایک بازو آنکھوں پر رکھتا ہوا آنکھیں موند گیا۔

ابھی اسے لیٹے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

سامنے ہی آویز کو لیٹا دیکھ کر اس کا دل مزید بے چین ہوا تھا۔

وہ ہرگز اسے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔

اس نے روم اندر سے لوک کیا پھر بیڈ کے قریب آئی۔

آویزاب سونے کی اداکاری کر رہا تھا مہروش جانتی تھی وہ ابھی نہیں سویا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے قریب آئی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ ہونٹ کاٹتی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"آویزا ٹھیں نہ۔۔۔میں جانتی ہوں آپ جاگ رہے ہیں۔میں نے جان بوجھ کر دیر نہیں کی مجھے سوہا آپی نے روک لیا تھا تو میں کیا کرتی۔۔۔بٹ ایم سوری پلیز ناراض مت ہوں"

مہروش اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی منت کرتے ہوئے بولی تھی۔

لیکن آویز شاہ جوں کا توں ہی لیٹا رہا تھا جیسے وہ تو اسے سن ہی نہیں رہا۔

"آپ بھی تو مجھے ناراض کرتے ہیں لیکن میں خود ہی مان جاتی ہوں اس میں میری کیا غلطی ہے آپ سمجھیں تو سہی۔۔۔پلیز ایسے مت کریں"

اس نے پھر سے اِلتجا کی مگر آویز اُس کی طرف سے کروٹ بدل گیا۔

وہ اپنی سائیڈ پر آتی بالکل اُس میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

مگر آویز نے کوئی پیش قدمی نہیں کی تو مہروش اس کے سینے پر سر ٹکائے آنسو بہانے لگی۔

اس کے ساری رات یوں ہی روتے روتے گزر گئی تھی۔

مگر آویز شاہ نے نہیں ماننا تھا تو وہ نہیں مانا۔

صبح وہ مہروش سے پہلے اٹھ گیا تھا۔

ایک نظر اس کے روئے روئے چہرے پر ڈالی لیکن پھر اسے نظر انداز کرتا الماری سے کپڑے لیتا واشروم کی طرف بڑھا۔

وہ شاور لیکر باہر آیا ایک نظر دوبارہ بیڈ کی طرف ڈالی جہاں وہ اب آنکھیں کھولے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

آنکھوں سے گرم سیال ابھی بھی رواں تھا۔

لیکن وہ اپنے غصے میں اس نازک جان کے جذبات کا خیال ہی نہیں کر پایا تھا۔

وہ جو ہمیشہ اس کی ایک پکار پر اس کی طرف کھنچی چلی آتی تھی۔

رات اتنا منانے کے باوجود جب وہ نہیں مانا تو وہ بھی دل سے سے دکھی ہوئی تھی۔

آویز تیار ہوتا ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالتا کمرے سے باہر نکلا تو مہروش گھٹنوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

وہ تو اس سے اتنی محبت کرنے لگا تھا کہ وہ اپنے آپ کو پتہ نہیں کتنا خوش نصیب تصور کرنے لگی تھی۔

اس لیے اب اس کی ذرا سی بے رخی بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہی۔

دل تو کر رہا تھا یہاں سے کہیں بھاگ جائے اور جتنا رو سکتی ہے رو لے مگر پھر ہمت کرتی دوپٹا اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

چہرے پر بس دو پانی کے چھینٹے مارے تاکہ آنسوؤں کے نشان صاف ہو جائیں پھر وہ دوپٹے سے چہرہ تھپتھپاتے اسی حالت میں باہر نکل آئی تھی۔

----------------------------------

مرحا کی نیند صبح جلدی کھل گئی تھی مگر ارمان خانزادہ تھا کہ ابھی تک سویا ہوا تھا۔

اُسے جلدی اٹھنے کی عادت تھی اسی لیے اب اس کا باہر جانے کا دل کر رہا تھا۔

مگر شادی کی پہلی صبح یوں اکیلے باہر جانا بھی اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

اس لئے وہ بے چاری اب ارمان کے اٹھنے کا انتظار کرنے پر مجبور تھی۔

رات کو ارمان خانزادہ نے اپنے شدتوں سے اُس نازک جان کا جو حال کیا تھا۔

اب اُس کا دل کر رہا تھا اس سے بات بھی نہ کرے۔

اس کی گردن ارمان کے دانتوں سے کاٹنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھی۔

جگہ جگہ پر کاٹنے کے نشان دیکھتے مرحا کو شرمندگی ہو رہی تھی کہ وہ باہر سب کے سامنے کیسے جائے۔

اس نے بلیک کلر کا ہلکے کام والا سوٹ پہنا تھا۔

جس کا گلا گہرا ہونے کی وجہ سے اُس نے دوپٹے سے اپنی گردن کے نشان چھپائے تھے۔

اب وہ مکمل طور پر تیار بس اُس کے اٹھنے کے انتظار میں تھی جو اس کی نیندیں اڑا کے خود پر سکون نیند سو یا تھا۔

آخر تنگ آتے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ارمان کو آواز دی۔

"ارمان۔۔اٹھ جائیں"

مگر وہ یونہی لیٹا ہی رہا تو وہ تنگ آتی اکیلی باہر نکل ائی۔

ابھی وہ راہداری عبور کر کے سیڑھیوں کی طرف جاتی ہی کہ سامنے سے آتی شائستہ بیگم اُسے دیکھتیں اُس کی طرف آئیں۔

"اٹھ گئی میری بیٹی۔۔۔رات نیند تو آ گئی دوسرے کمرے میں؟"

وہ محبت سے اُس کی پیشانی چوم کر سوال کرنے لگیں۔

اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ رات اُن کے بیٹے نے اسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سونے دیا تھا تو نیند کیسے آتی۔

"جی ماما آگئی تھی نیند"

وہ اُن کی گہری نظریں خود پر پاتے نظریں جھکائے بولی جبکہ گال شرم سے سرخ ہو چکے تھے۔

شائستہ بیگم نے اُس کا جھجکنا شرمانا محسوس کر کہ دل ہی دل میں ماشاللہ کہا تھا۔

"ارمان کہاں ہے؟"

اُن کے سوال پر اُس نے معصومیت سے پلکیں جھپکتے اُن کی طرف دیکھا۔

"وہ تو ابھی سو رہے ہیں"

وہ لہجے کو از حد معصوم بناتی بولی تو اُنہیں میں گھور کر اسے دیکھا۔

"بیوقوف لڑکی شادی کی پہلی صبح اکیلے کمرے سے باہر نہیں اتے شوہر کے ساتھ اتے ہیں۔۔۔ جاؤ شاباش اُسے اٹھاو پھر دونوں ساتھ ہی نیچے آؤ"

وہ اُسے ڈپٹ کر کہتیں اپنے روم میں چلی گئیں تو وہ بھی چار نہ چار واپس اپنے روم میں آئی۔

اُس نے بیڈ کی طرف دیکھا تو ارمان وہاں موجود نہیں تھا۔

مطلب وہ اٹھ کر واشروم جا چکا تھا۔

جہاں ایک طرف اُسے ارمان کے اٹھنے کی خوشی ہوئی تھی وہیں دوسری طرف اُس سے شرم بھی آرہی تھی۔

اُس کی نظر بیڈ کی حالت پر گئی تو مرحا کا سر ہی چکرا گیا تھا۔

کمبل تھا تو آدھا نیچے پڑا تھا، بیڈ شیٹ ساری بلوں سے بھری پڑی تھی، تین چار کشن اِدھر ادھر پڑے تھے، آن کی شرٹ بھی وہیں پڑی تھی۔

مرحا کو لگا رات یہاں انسان نہیں جانور سوئے ہوں۔

وہ آہستہ سے ہمت کرتی بیڈ کے قریب ائی اور سب کچھ سمیٹنا شروع کیا۔

جب بیڈ اپنی ٹھیک حالت میں آیا تو وہ شکر کا سانس بھرتے اُس پر بیٹھ گئی۔

کچھ ہی دیر میں ارمان بغیر شرٹ پہنے واشروم سے باہر آیا تھا۔

مسکرا کر ایک نظر اُس پر ڈالتے ایک آنکھ دبائی تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

مرحا کو سمجھ نہیں آرہا تھا اب اچانک اُس کی حالت کیوں بدل رہی ہے۔

ارمان نے تیار ہونے کے بعد خود پر اتنا پرفیوم چھڑکا کہ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھنے لگی۔

وہ شرٹ ہاتھ میں لیا اس کے قریب آیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

شرٹ اُس کے ہاتھ میں پکڑائی تو وہ اُس کا اشارہ سمجھتی نظریں جھکائے ہی شرٹ اُس کے بازووں میں ڈالنے لگی تھی۔

اچانک ارمان نے شرٹ اُس سے کھینچ کر بیڈ پر پھینکی اور اُسے اپنی بانہوں میں زور سے بھینچ لیا۔

وہ ارمان سے قد اور جسامت میں کافی چھوٹا ہونے کی وجہ سے بلکل اُس کے سینے میں چھپ ہی گئی۔

اُس نے دونوں ہاتھ ارمان کے سینے پر رکھے لیکن پھر اپنی حرکت کا احساس ہوتے ہی فوراً سے ہاتھ ہٹائے۔

ارمان نے اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اپنے دل کے مقام پر رکھے اور خود اُس کے ہونٹوں پر جھک آیا۔

اُسے تو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

ارمان اپنی خواہش پوری کر کہ پیچھے ہوا تو اس کا خوبصورت سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر ہونٹ کا کنارا دانتوں میں دبایا۔

"اتنی مٹھاس کہاں سے آتی ہے یار"

وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔

Zubi Novels Zone

"مجھے تنگ نہیں کریں ارمان۔۔۔پلیز مجھے شرم آتی ہے"

وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی منت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

ارمان نے اُس کی طرف دیکھا تو دل کیا پھر سے اپنا جنون اُس پر لٹا دے۔

"کیوں شرم آتی ہے میرے بے بی کو"

وہ محبت سے اُس کے گال کھینچ کر بولا تو مرحا نے مسکرا کر چہرہ اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ اُس سے الگ ہوئی اور خود ہی اُس کی شرٹ اٹھا کر اُسے پہنانے لگی۔

ارمان کی کوئی ضروری کال آگئی تھی تو وہ آرام سے اُسے شرٹ پہنا کے بٹن بند کرنے لگی۔

ابھی وہ آخری بٹن بند کر کے پیچھے ہوئی ہی تھی کہ ارمان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر دوبارہ اسے خود سے لگایا۔

"چلیں بھی اب"

وہ جھنجلا کر بولی۔

وہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی ہی تھی کہ اُس کا دوپٹہ گردن سے ہٹا تو ارمان کی نظریں اُس کی گردن پر گئی تھیں۔

اُس نے انجانے میں اُس نازک گڑیا کو کتنی تکلیف دے دی تھی اُسے اب یہ احساس ہو رہا تھا۔

مرحا اُس کی نظروں کا مفہوم سمجھتی دوپٹہ دوبارہ ٹھیک کرنے لگی۔

مگر ارمان نے اچانک دوپٹہ اُس کے گلے سے نکالا اور اُس کی گردن پر نرمی سے اپنے لبوں سے مرہم رکھنے لگا۔

ہر ہر نشان کو وہ لبوں سے اس قدر نرمی سے چھو رہا تھا جیسے وہ کوئی پھول ہو۔

کچھ دیر یہی عمل کرنے کے بعد وہ پیچھے ہوتا دوپٹہ دوبارہ گلے میں ڈال گیا۔

مرحا کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں تھامتے وہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مہروش نیچے ائی تو عجیب شور سا مچا ہوا تھا۔

لاؤنج میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔

اُس نے حیرت سے ادھر اُدھر دیکھا کہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں۔

تبھی ایک خیال اُس کے ذہن میں آیا تو وہ بھاگتی ہوئی رابعہ شاہ کے کمرے میں ائی تھی۔

سامنے کا منظر اُس کا دل ہی دہلا گیا تھا۔

سب ہی پریشان سے بیڈ کے پاس کھڑے تھے جبکہ بیڈ پر روحان آنکھیں ہلکی ہلکی کھولے لیٹا تھا۔

مہروش کو تکلیف اس بات سے ہوئی تھی کے روحان کو ڈرپ لگی تھی۔

آویز شاہ اُس کے پاس ہی بیٹھا اُس کا ہاتھ سہلا رہا تھا۔

مہروش جانتی تھی روحان آویز کی جان ہے۔

آویز نے کبھی اُسے ایک آنچ بھی نہیں آنے ڈی تھی وہ اُسے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھا۔

آویز نے جب ناشتے کے بعد ندا بیگم سے روحان کا پوچھا تو) اُنھوں نے کہا وہ سو رہا ہے۔

آویز کو اس بات پر حیرت ہوئی تھی کیونکہ وہ رات بھی جلدی سو گیا تھا اور اب صبح بھی ابھی تک نہیں اٹھا تھا۔

آویز جب اُس کے پاس آیا تو وہ یُونہی سویا ہوا تھا آویز نے اُسے کافی آوازیں دیں ہلایا جلایا مگر وہ شاید بخار کی شدت سے بیہوش ہو چکا تھا۔

اُس نے جلدی سے ڈاکٹر کو فون کر کے بلایا تو ڈاکٹر نے اُس کا بخار جلدی ختم کرنے کے لئے ڈرپ لگائی اور میڈیسن دیتا چلا گیا۔

اب سب ہی اُس کے پاس تھے جبکہ آویز غصے سے بھڑک رہا تھا کہ اُس کے صرف ایک دن کی غفلت سے اُن سب نے ہی (روحان کو نظرانداز کر دیا تھا

مہروش کے قدموں کی چاپ پر آویز جان چکا تھا وہ کمرے میں آ گئی ہے مگر اُس نے ایک دفعہ بھی مڑ کر اُسے نہیں دیکھا۔

مہروش تڑپ تک روحان کے پاس ائی تھی۔

"ماما کی جان کیا ہو گیا ہے میرے بچے کو"

وہ اُس پر جھکی محبت سے بولی تو روحان نے آہستہ سے اپنا ہاتھ تھوڑا اوپر اُٹھا کر اُس کی گال پر رکھا تھا۔

آویز کا دل تو کے رہا تھا مہروش کو یہاں سے بھیج دے مگر روحان کو تھوڑا ایکٹیو ہوتے دیکھ وہ خاموش ہوا تھا۔

"آپ۔۔ تھوڑا سائڈ پر ہو جائیں میں۔۔ میں روحان کے پاس بیٹھ جاتی ہوں"

وہ بغیر اسے دیکھے آہستہ سے بولی۔

نہیں تم جاؤ کچھ دیر مزید آرام کرلو۔۔۔میں سمبھال سکتا" "ہوں اپنے بیٹے کو

آویز نے بلند لہجے میں سختی سے کہا تو مہروش نے شرمندہ ہوتے سب کی طرف دیکھا تھا۔

کیا سوچتے ہوں گے وہ لوگ۔۔آویز کو سب کے سامنے تو اُسے بے عزت نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ابھی وہ کچھ کہتی کہ آویز کا فون بجا تھا وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا اور فون کان سے لگایا۔

مہروش جلدی سے بیڈ پر بیٹھتی روحان کو گود میں بھر گئی۔۔۔

"تمہیں بتایا ہی نا پہلے کہ میٹنگ ڈلے کردو اگر وہ لوگ نہیں مان رہے تو کینسل کردو میں آج بھی آسکتا"

آویز فون پر دھاڑا تھا۔

اُس نے غصے سے فون دیوار میں دے مارا تو سب ہی حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔

آج کافی عرصے بعد وہ اپنے ازلی روپ میں آیا تھا۔

آویز کو بیڈ کی طرف اتے دیکھ مہروش خوف زدہ ہوتی تھوڑا پیچھے ہوئی۔

آویز آکر بیڈ پر بیٹھا اور روحان کا ہاتھ پکڑ کر کس کی پھر اُس کا ہاتھ نرمی سے سہلانے لگا۔

اُس سے روحان کی یہ حالت برداشت ہی نہیں ہو رہی تھی۔

آویز شاہ کا دل کر رہا تھا وہ آنکھیں بند کر کے کھولے تو روحان بلکل ٹھیک ہو۔

وہ ہی جانتا تھا کہ اُس نے کیسے روحان کو ڈرپ لگوائی تھی۔

برنولہ لگتے وقت جب وہ رویا تو آویز نے ڈاکٹر کو زور سے جھڑکا تھا کہ اُسے تکلیف کیوں دی۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے؟"

مہروش نے ہلکی سی آواز میں رابعہ بیگم کی طرف دیکھتے سوال کیا۔

"یہی کہا ہے کہ اس کو کیئر کرنے والی ماں کی ضرورت ہے،اب اُنہیں کیا بتاتا کہ جب کسی کی ماں مر جائے تو آپ کے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کوئی دوسری عورت ماں نہیں بن سکتی"

آویز کاٹ دار لہجے میں بولا تو مہروش کی آنکھیں اُس کی اس قدر بے رخی بھیگ گئی تھیں۔

"آویز تم کیوں کب سے مہروش کے پیچھے پڑے ہو اس میں اس کا کیا قصور۔۔۔۔اور ویسے بھی بچے بیمار ہو جاتے ہیں اتنی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے"

ازلان شاہ نے آویز کو سمجھاتے ہوئے کہا اور اٹھ کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

آہستہ آہستہ باقی سب بھی باہر چلے گئے تو آویز نے غصے سے اُس کی طرف دیکھا تھا جواب شدت سے آنسو بہا رہی تھی۔

"تم کل جانتی تھی اسی بخار ہے؟"

آویز خشک آواز میں بولا تو مہروش نے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کل۔۔۔کل بس تھوڑا سا بخار تھا۔۔۔میں نے اس لیے جلدی سلا دیا تھا اور میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے نہیں بتایا"

وہ نظریں جھکائے اُسے تفصیل سے بتانے لگی۔

ہمم۔۔۔اب تو میں بلکل پریشان نہیں ہوں ناں۔۔۔"
تمہاری صرف تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے اس کا یہ حال ہے۔
مجھے اگر کل ہی پتہ ہوتا تو ٹائم پر میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا
"پھر یہ اتنا سب نہ ہو رہا ہوتا

وہ از حد غصے سے چیخا تو مہروش آنکھیں سختی سے میچتی سانسیں روک گئی۔

"میں ہوں اس کے پاس۔۔۔تم جاؤ تھوڑا اور آرام کرلو"

آویزاُس کی گود سے روحان کو اٹھاتا پھر سے طنزیہ لہجے میں بولا تو مہروش روتی ہوئی کمرے سے چلی گئی تھی۔

-----------------------------------

شام کے سات بج رہے تھے۔

اس وقت ماہر خانزادہ اپنی بھرپور وجاہت سمیت خانزادہ ہاؤس میں موجود تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔

سب افراد ہی موجود تھے سوائے پلوشے کے اُسے یوں سرِ عام ماہر کے سامنے انا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

اس لیے وہ کمرے میں ہی تھی۔

بڑے بابا وہ دراصل میں پلوشے کو باہر ڈنر پر لے جانا چاہتا"

ہوں"

ماہر میں سنجیدگی سے اپنے آنے کہ مقصد بتایا تو سیرت نے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

لیکن بیٹا لوگ یوں رخصتی سے پہلے آپ دونوں کو ساتھ گھومتا" "دیکھ کر باتیں بنائیں گے تو ہمیں احتیاط کرنا چاہیے

زبیر خانزادہ کی بات پر اُس نے اُن کی طرف دیکھا۔

چاچو لوگ تب بھی باتیں بنائیں گے جب وہ اکیلی پوری کمپنی" "چلائے گی۔۔۔۔

اُس کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہوا تھا۔

"سیرت جاؤ بچے پلوشے کو بلا لاؤ"

ازمیر خانزادہ نے صوفے پر بیٹھی سیرت سے کہا تو وہ سر ہلاتی باہر کی طرف نکلی۔

کچھ ہی دیر میں وہ رویل بلیو کلر کے شلوار قمیص میں ملبوس ڈرائنگ روم میں سیرت کے ہمراہ داخل ہوئی تھی۔

وہ آہستہ سے چلتی نورین بیگم کے پاس بیٹھ گئی۔

ماہر نے اُس پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی اُسے سب کے سامنے یوں اُسے دیکھنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"ماہر لے جاؤ ہماری بیٹی کو۔۔۔ لیکن بچے اس کا خیال رکھنا"

ازمیر خانزادہ کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلاتا سب کو خدا حافظ بول کر باہر نکل گیا تو وہ بھی اُس کے پیچھے باہر ائی۔

ماہر نے اُس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا تو پلوشے شرماتی ہوئی بیٹھ گئی۔

ماہر نے اس کر کار سٹارٹ کی اور باہر نکالی۔

"کیسی ہو"

ایک نظر اُس پر ڈالتے ماہر نے بات چلانے کی خاطر سوال کیا۔

"میں ٹھیک۔۔۔آپ کیسے ہیں"

وہ آج پہلی دفعہ بیوی ہونے کی حثیت سے اُس کے ساتھ موجود تھی۔

دل زور زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔

"میں تب ہی ٹھیک ہوں گا جب تم میری دسترس میں آؤ گی"

ماہر نے گھمبیر لہجے میں کہا تو اُس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

چاہ کر بھی اُس سے کوئی جواب نہیں بن پایا تو وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

آج موسم کافی اچھا تھا ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔

پلوشے جو صدا کی بارش کی شیدائی تھی اب حسرت سے سڑک پر گرتی بوندوں کو دیکھنے لگی۔

کافی دیر خود پر قابو پانے کی کوشش کی مگر جب ضبط جواب دے گیا تو اُس نے چہرہ موڑ کر ماہر خانزادہ کی طرف دیکھا جو اب سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"لالا مجھے بارش میں نہانا بہت پسند ہے پلیز گاڑی روکیں"

اُس کے لفظ لالا پر ماہر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

وہ اتنی بیوقوف تھی کے شوہر کو لالا بنائے بیٹھی تھی۔

ماہر نے جھٹکے سے پاؤں بریک پر رکھا تو پلوشے کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"تمھارا دماغ درست ہے۔۔۔اگر آئندہ تم نے مجھے لالا کہا تو تمہاری یہ جو میٹھی سی زبان ہے نا، میں اسے کاٹ کر پھینک دوں گا"

ماہر زہر خند آواز میں پھنکارہ تو اچانک اُس کی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

وہ آنکھیں کو زور زور سے جھپکتے بے حد معصوم لگ رہی تھی۔

ماہر نے اُسے روتا دیکھا تو اپنے آپ پر غصّہ آیا۔

معلوم تھا بھی کہ وہ بہت جلدی ڈر جاتی ہے۔

بچپن سے ہی اس کا دل بھی کمزور تھا اس لیے سب ہی اس کا خاص خیال رکھتے تھے۔

کبھی کسی نے اس کی کوئی بات نہیں ٹالی تھی۔

کیونکہ ڈاکٹر نے اس کے پیدا ہوتے ہی زبیر خانزادہ کو سختی سے کہا تھا کہ اس کہ دل بہت کمزور ہے اگر کوئی اس سے تھوڑی سی اونچی آواز میں بھی بات کرے گا تو یہ پریشان ہو جائے گی، رونے لگے گی وغیرہ۔

"اچھا ناں میری جان رو تو نہیں میں تو بس اتنا سمجھا رہا کہ شوہر کو لالا نہیں کہتے چندہ اس سے گناہ ملتا ہے"

ماہر نے پیار سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے چپ کروایا۔

"میں۔۔۔میں بابا کو بتاؤں گی۔۔آپ بہت گندے ہیں مجھے۔۔آپ سے شادی نہیں کرنی"

وہ روتے ہوئے ناراضگی سے ناک اور چہرہ پھلائے بولی تو ماہر نے فکر مندی سے اُسے دیکھا۔

ماہر اُس کے معصوم سے غصے پر مسکراہٹ دبا کر گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر چکا تھا۔

"مجھے بارش میں نہانا ہے پلیز"

کچھ دیر صبر کے بعد وہ دوبارہ اِلتجا کرنے لگی تو ماہر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"پلوشے تم چادر اوڑھ کر نہیں آئی۔۔۔اب بارش میں نہاؤ گی تو تمہارے پاس اور کپڑے بھی نہیں ہیں۔۔۔ویسے بھی یوں پبلک میں بارش میں نہیں نہانا چاہیے"

ماہر نے سادہ لفظوں میں اسے انکار کیا تو وہ منہ بسور کر رخ اُس کی طرف سے پھیر گئی۔

پھر جتنا وقت بھی اُنھوں نے ساتھ گزارا وہ یُونہی روٹھی رہی تھی۔

لیکن پھر بھی ماہر کا وقت اُس کی سنگت میں بے حد حسین گزرا تھا۔

رات کے نو بجے ماہر نے اُسے حویلی چھوڑا تھا اور خود اپنی حویلی آ گیا۔

آج مہروش کو آویز شاہ کا سرد رویہ سہتے مہینہ ہو چکا تھا۔

اس دن کے بعد کچھ ہی دنوں میں روحان کی طبیعت بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔

مہروش اب اس کا پہلے سے بھی بڑھ کر خیال رکھنے لگی تھی۔

مگر آویز شاہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ کمرے میں اتے ہی اپنے آپ میں یوں گم ہو جاتا جیسے وہ تو مہروش کو جانتا ہی نہیں ہو۔

مہروش سے اس کا یہ رویہ برداشت نہیں ہو رہا تھا وہ روزانہ رات کو گھنٹوں بیٹھ کر رویا روتی لیکن آویز سن کر بھی خاموش رہتا۔۔۔

اس کی غلطی کوئی اتنی بڑی بھی نہیں تھی جتنی آویز شاہ اسے سزا دے رہا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے اسے اپنی طبیعت گری گری محسوس ہو رہی تھی۔

وہ کچھ کچھ اپنی حالت کو سمجھ رہی تھی لیکن سمجھتے ہوئے بھی خاموش رہی۔

اس وقت صبح کے ساڑھے چھ بج رہے تھے وہ ابھی سویا ہوا ہی تھا جب مہروش لون میں واک کرنے کے بعد اندر روم میں آئی۔

ایک بات ان دنوں میں مہروش نے محسوس کی تھی کہ آویز کا رویہ اس سے سرد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اُس سے اپنے کام بھی کروانے لگا تھا۔

وہ بالکل اسے کسی ملازمہ کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا۔

وہ اپنا ہے کام اسی سے کروانے لگا تھا۔

کمرے میں تو اسے مخاطب بھی نہیں کرتا تھا لیکن جب وہ باہر آتے تو وہ اسے مخاطب کر کے اپنا کام کرنے کا کہتا۔

مہروش کا دل بہت اداس رہنے لگا تھا وہ سارا دن سوہا اور روحان کے ساتھ گزارتی۔

لیکن دل پھر بھی اُس کی ناراضگی یاد کرتے زرا بھی مطمئن نہیں ہوتا تھا۔

کمرے میں اس وقت بالکل گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے ابھی رات ہو اور پردوں نے کھڑکیوں کو ڈھکا ہوا تھا لائٹ اور لیمپ دونوں ہی آف تھے تو کمرے میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔

مہروش آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ تک ائی اور اپنی جگہ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچھ دیر آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو پر سکون کرنا چاہتی تھی۔

ابھی اسے لیٹے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ کمرے کی خاموش فضا کو الارم کے شور نے توڑا۔

وہ جانتی تھی کہ اب آویز کے اٹھنے کا ٹائم ہو چکا ہے اسی لیے یوں ہی آنکھوں پر بازو رکھے سوتی بن گئی۔

آویز الارم کی آواز پر اٹھا کمبل سائڈ پر کرتا وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کپڑے لیے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

پیچھے ایک باغی آنسو مہروش کی پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کی رخسار پر بہہ نکلا تھا۔

وہ کو جانتی تھی آویز ناراض ہے۔

اسے فیلحال تو بس ایک ہی حل نظر آرہا تھا جو اُسے نرم کرتا اسی لیے اس نے آج اُس سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

وہ جب نہا کر واش روم سے باہر آیا تو ایک نظر اس کے سوئے وجود پر ڈالی لیکن پھر خود کو قابو کرتا ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہوا اور بال بنانے لگا۔

مہروش کچھ لمحے یوں ہی لیٹے چور نظروں سے اس کے پر کشش چہرے کو دیکھتی رہی تھی۔

پھر ہمت کرتی ہوئی آہستہ سے کمبل خود سے ہٹاتے اٹھ اور اس تک ائی۔

آویز شاہ اس کا اٹھنا محسوس کر چکا تھا۔

وہ حیران تھا کہ مہروش اس کے پاس کیوں آئی ہے۔

وہ خاموشی سے ٹائی باندھنے لگا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔میں آج ڈرائیور کے ساتھ ڈاکٹر کو دکھانے چلی جاؤں؟"

وہ نظریں جھکائے بھرائی آواز میں بولی تھی وہ اُس کٹھور شخص کے سامنے ہر گز رونا نہیں چاہتی تھی لیکن غم کی وجہ سے اس کی آنکھیں سے آنسو خود بہ خود بہنے لگے۔

آویزاس کی بات پر پل کو پریشان ہوا تھا لیکن پھر دماغ کھٹکتے خود پر پرفیوم چھڑکا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ڈرایور کے ساتھ کہیں جانے کی خود ہی ٹھیک ہو جائے گی طبیعت۔ خاموشی سے گھر بیٹھو۔"

آویز شاہ سفاکی سے بولا تو مہروش نے پرشکوہ نگاہوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

اس کا دل آویز سے یہ سوال پوچھنے کے لئے مچلنے لگا کہ یہ محبت تھی اس کی؟

صرف ایک رات کمرے میں دیر سے آنے کی وجہ سے ڈیڑھ مہینہ ہونے کو آیا تھا اُسے یوں لاتعلق رہتے۔

"میں۔۔۔۔میں آنٹی یا سوہا آپی کو ساتھ لے جاوگی پلیز مجھے جانے دے میری طبیعت بہت خراب ہے۔"

وہ بمشکل اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو آویز نے پرفیوم رکھ کر رخ اُس کی جانب کیا۔

اس کا ستہ دیکھ کر کرپل کو آویز تڑپ اُٹھا تھا۔

کیا حالت بنالی تھی اس نے اپنی ان چند دنوں میں۔

رات دیر تک جاگنے اور رونے کی وجہ سے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بن گئے تھے۔

چہرے کی رنگت بھی گلابی سے زرد ہو رہی تھی۔

آنکھوں میں جو رونق ہر وقت بسیرا کیے رکھتی تھی وہ بھی اب کہیں کھو گئی تھی۔

اس وقت وہ سادہ سے محروں رنگ کے شلوار قمیض کے ساتھ بھوری شال اپنے گرد لپیٹے کئی دنوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہاری طبیعت کو؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھا۔

ساری ناراضگی ایک طرف لیکن وہ مہروش سے محبت بھی بہت کرتا تھا۔

اپنی وجہ سے اس کی یہ حالت دیکھ کر آویز دل پھٹنے کو آیا۔

"آپ کو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ مجھے کیا ہوا اور کیا نہیں۔ آپ بس مجھے اجازت دے دیں تو میں ڈرائیور کے ساتھ ہسپتال چلی جاؤں"

اس کی فکر پر مہروش کا لہجہ تلخ ہوا۔

"جو پوچھا جائے اسی کا جواب بک بک کرنے کی ضرورت نہیں"

آویز جان بوجھ کر دوبارہ لہجے میں غُصہ لیے بولا۔

مہروش نے دکھ سے ایک نظر اس پر ڈالی پھر تیزی سے بیڈ تک آتی خود پر کمبل ڈالے آنکھیں بند کر گئی۔

اس کا دل چیخ چیخ کر رونے کو چاہ رہا تھا۔

وہ کمبل میں خود کو چھپاتے بنا آواز آنسو بہانے لگی۔

آویز کمبل کے باہر سے بھی اس کے وجود کی کپکپاہٹ محسوس کر رہا تھا۔

آویز پریشانی میں اس تک آیا۔

اُس کے وجود سے نرمی سے کمبل علیحدہ کیا تو اُس کی حالت دیکھتے آویز کا سانس ٹھہر سا گیا۔

وہ الٹی لیٹی تھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ ذار و قطار روئے جا رہی تھی۔

جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔

آویز نے ایک بھی لمحے کی تاخیر کیے بغیر اُسے تھام کر سیدھا کیا اور دونوں ہاتھ اُس کی اطراف میں رکھتا اُس پر جھکا۔

مہروش میری جان بس۔۔۔۔ تمہاری حالت خراب ہو رہی ہے اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلیں"

آویز محبت سے چہرہ بلکل اُس کے چہرے کے قریب کیے بولا تو اُس نے سرخ نظروں سے اویز کو دیکھا۔

"آپ۔۔۔آپ مجھ سے ناراض بھی ہیں ناں؟"

وہ بچوں کے سے انداز میں بولی تو آویز کا دل ایک دفعہ رک کر چلا تھا۔

"نہیں میری جان میں بلکل ناراض نہیں ہوں اپنے بچے سے"

آویز نے اُسے اٹھا کر کہتا کیا اور اُس کی شال بیڈ سے لے کر اُس کے گرد اچھے سے لپیٹی۔

"آؤ چلیں"

وہ اُس کی آنکھیں صاف کرتا اُس کا ہاتھ تھام کر نیچے کی طرف آیا۔

مہروش اُس کی ناراضگی دور ہوتے ہی خوش ہو گئی تھی۔

اس وقت وہ اپنی حالت، آویز کی بے رخی سب کچھ بھول کر صرف اُس کے مان جانے کی خوشی میں گم تھی۔

وہ ڈاکٹر کے پاس ائے تو ڈاکٹر نے اُس کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اُس کے شک کو یقین میں بدل دیا۔

وہ تب سے ہی آویز سے نظریں بھی ملا پا رہی تھی۔

عجیب شرم کا احساس ہو رہا تھا اسے جیسے اس سب میں وہ قصوروار ہو۔

وہ دونوں گاڑی میں ائے تو آویز نے گاڑی روڈ پر ڈالتے ہی اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی تھائی پر رکھا۔

مہروش اُس کے عمل پر مزید سرخ ہوتی نظریں باہر روڈ پر گاڑھ گئی۔

"لڑکی تمھیں کیا ہو گیا ہے"

آویز شرارت سے اُس کی طرف دیکھ کر بولا تو اُس نے آویز کو گھور کر دیکھا۔

اُس کی معصومانہ گھوری پر اُس نے ڈرنے کے انداز میں چہرے کا رخ بدلا تھا۔

"آپ۔۔میری ایک بات مانیں گے؟"

وہ کچھ سوچتی ہوئی آہستہ سے نظریں اٹھا کر بولی تو آویز نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے۔۔۔میری حویلی۔۔لے جائیں۔۔۔صرف۔۔کچھ دیر کے لیے میں۔۔سب سے مل لوں۔۔۔پلیز"

وہ دکھی سی ہوتی بولی۔

"مہروش میں اس وقت بہت خوش ہوں۔۔۔تو پلیز مجھے غصّہ کرنے پر مجبور نہیں کرو"

آویز نے سنجیدگی سے کہتے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تھی۔

پھر سارا راستہ ہی دونوں نے خاموشی سے کاٹا تھا۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ــ

رات کا ٹائم تھا اور خان ہاؤس میں گہما گہمی مچی تھی۔

آج وہ سب ڈنر کے لئے حبیب خانزادہ کی حویلی میں انوائیٹڈ تھے۔

مرحا ارمان کی بے باک حرکتوں پر جھنجلاتی بمشکل جویلری پہن رہی تھی۔

اُس نے آج ریڈ کلر کا پاؤں تو اتنا فروک پہنا تھا جس کے ساتھ کا بلیک دوپٹہ اُس نے ابھی بیڈ پر ہی ڈالا ہوا تھا۔

وہ کانوں میں آویزے پہنتی، ارمان کی بولتی نظروں سے ڈسٹرب ہو رہی تھی۔

وہ جانتی تھی ارمان جان بوجھ کر فقط اُسے تنگ کرنا چاہ رہا ہے۔

ارمان اُس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات دیکھتا مسکرا دیا۔

"آپ کیوں تنگ کر رہے ہیں مجھے"

وہ جیولری پہننے کے بعد اُس کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

اُس کا خوبصورت سراپا دیکھ کر ارمان کی نظروں میں خمار سا آیا۔

مرحا اُس کی نظروں سے گھبراتی فوراً دوپٹا اٹھا کر اپنے گرد پھیلا گئی۔

وہ اُس کی احتیاطی تدبیر پر مسکراتا ہوا بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

اُسے قریب اتے دیکھ مرحا نے قدم پیچھے لینے شروع کیے تھے۔

ابھی اُس نے چار قدم پیچھے لیے ہی تھے جب اُسے یہ جان کر دکھ ہوا کہ پیچھے دیوار تھی۔

وہ نظریں جھکائے دیوار سے لگی ارمان کے جذبات کو مزید بڑھاوا دے رہی تھی۔

ارمان نے بلکل اُس کے قریب آکر اپنے قدم روکے تو مرحا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اُس نے آہستہ سے دوپٹہ مرحا سے الگ کرتے بیڈ پر اچھالا پھر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

کتنی دفعہ سمجھایا ہے اپنا وجود صرف اس کمرے سے باہر چھپایا" کرو۔۔۔آئندہ میرے سامنے یہ حرکت کی تو تم سوچ بھی نہیں "سکتی کہ میں کیا کروں گا

وہ گھمبیر لہجے میں اُسے سمجھاتا ہوا اچانک ہی اُس کے ہونٹوں پر جھکتے اُن کی نرمی اپنے ہونٹوں سے محسوس کرنے لگا۔

اُس کی حرکت پر اب وہ دونوں ہاتھ اُس کے کندھوں پر رکھتی بلکل اسی کے آسرے پر کھڑی تھی۔

ارمان کو جب اس کی سانسوں کا خیال آیا تو آہستہ سے پیچھے ہٹا۔

مرحا کی گالیں ٹماٹر کی طرح لال ہوتیں دیکھ وہ اُن پر لب رکھ گیا تھا۔

کچھ دیر وہ یُونہی اُن پر لب رکھے کھڑا رہا پھر اُس کی پیشانی چھو کر تھوڑا پیچھے ہوا۔

"نیچے دوپٹے کا خاص خیال رکھنا، اب لپسٹک ٹھیک کر کے نیچے آجاؤ میں جا رہا ہوں۔"

ارمان سنجیدگی سے کہتا کمرے سے چلا گیا تو وہ بھی لپسٹک سیٹ کرتی اپنا دوپٹہ اور موبائل لیتی نیچے ائی۔

سب ہی لاؤنج میں اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ اس کرار مان کے ساتھ کھڑی ہوئی تو شائستہ بیگم نے اگے بڑھ کے دونوں کی نظر اتاری تھی۔

سیرت بھی گرے شلوار قمیض پر وائٹ دوپٹہ کیے بے حد حسین لگ رہی تھی۔

بہرام وہاں موجود نہیں تھا کیونکہ اُسے آفس میں کوئی کام تھا تو اُس نے کہا تھا وہ خود وہاں پہنچ جائے گا۔

اُس کی غیر موجودگی میں سیرت بمشکل ہی مسکرا رہی تھی۔

ورنہ اُس کے بغیر اس کہ دل کہیں لگ ہی نہیں رہا تھا۔

پھر وہ سب ہی اپنی گاڑیوں میں سوار ہوتے چھوٹی حویلی کے لیے نکلے تھے۔

جو صرف پانچ منٹ کی مسافت پر ہی موجود ہے۔

Zubi Novels Zone

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

وہ لوگ جیسے ہی چھوٹی حویلی پہنچے سمرین بیگم اور علی خانزادہ دروازے پر ہی اُن کا انتظار کر رہے تھے۔

البتہ حبیب خانزادہ سامنے ہی صوفے پر بیٹھے اپنے خاص ملازم کو کچھ سمجھا رہے تھے۔

علی خانزادہ نے پلوشے کو محبت سے خود سے لگایا تھا۔

"میری بیٹی آج پہلے سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہے"

اُنھوں نے اس مسکرا کر محبت سے کہا تو وہ شرما دی۔

اُسے شرماتے دیکھ مرحا اور سیرت دونوں ہی مسکراہٹ دبا گئی تھیں۔

علی خانزادہ نے اپنے والیٹ سے سارے پیسے نکال کر پلوشے کو زبردستی تھما دیئے تھے۔

وہ پانچ پانچ ہزار کے تقریباً بیس پچیس نوٹ تھے۔

بھائی اتنے پیسے دینے کی کیا ضرورت ہے اس نے کرنے "ہیں۔۔۔"

نورین بیگم جلدی سے بولیں۔

باقی سب جا کر صوفوں پر بیٹھ چکے تھے۔

"بھئی کیوں ضرورت نہیں ہے۔۔۔پلوشے بہو ہونے کی حیثیت سے پہلی دفعہ ہمارے گھر آئی ہے تو اتنا تو بنتا ہے میری پیاری سی بیٹی کے لیے"

سمرین بیگم اُسے خود سے لگاتیں لاڈ سے بولیں۔

وہ اُن سب کی محبت پر شرمندہ سی ہوئی تھی۔

نورین بیگم نے مسکرا کر تعصف سے سر ہلایا اور جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔

سمرین بیگم نے ایک صوفے پر بیٹھ کر پلوشے کو اپنے ساتھ بیٹھایا تو وہ بھی سے جھکاتی بیٹھ گئی۔

" ماہر کہاں ہے؟"

ازمیر خانزادہ نے علی خانزادہ سے سوال کیا تو مرحا اور سیرت نے معنی خیزی سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔

جو خود اُس کے ذکر پر سرخ سی ہو گئی تھی۔

"آفیس ہے ابھی آجائے گا کچھ دیر میں"

علی صاحب نے جواب دیا پھر یونہی سب باتوں میں لگ گئے تھے۔

مرحا جو ارمان کے ساتھ بیٹھی تھی اچانک اپنی کمر پر اُس کی انگلیاں رینگتی محسوس کر کے جھٹکے سے اُس کی طرف دیکھا۔

جو سنجیدگی سے حبیب خانزادہ کی بات سن رہا تھا۔

مرحا نے غصے سے اُسے دیکھا۔

اُس نے تھوڑا دور ہونا چاہا تو ارمان کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔

اُس کی حالت دیکھتے پلوشے نے اب بدلہ لینے کی خاطر اُسے دیکھا تو مرحا نے اُسے آنکھیں دیکھا کر نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا۔

اُس کی کافی کوشش کے بعد بھی ارمان نے اُسے نہیں چھوڑا تو مرحا نے اپنی ہیل اُس کی پاؤں پر زور سے کچلی تھی۔

ارمان تکلیف سے کراہا۔

درد کی وجہ سے اُس کی گرفت کمزور پڑی تو وہ تیزی سے اُس کے پاس سے اٹھتی سیرت کے پاس جا بیٹھی تھی۔

\-------------------------------------

وہ سب لاؤنج میں ہی موجود تھے جب بہرام اور ماہر اکٹھے اندر داخل ہوئے۔

دونوں نے ہے اتے ساتھ سلام جھاڑا۔

ماہر اُس پری پیکر کو دیکھنا چاہتا تھا مگر ابھی بہت رش تھا تو وہ اُسے ڈھونڈ نہیں پایا کہ وہ کہاں ہے۔

وہ آگے بڑھ کر سب سے ملا پھر بہرام کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

جب اُس کی نظر سامنے والے صوفے پر بیٹھی پلوشے پر پڑی تو ماہر کو اپنا دل سنبھالنا مشکل لگا تھا۔

اُس کا دل بے چین سا ہوتا بس اُسے ہی دیکھنے کا خواہش مند ہو رہا تھا۔

ماہر بھی دل کی مانتے سب کو نظر انداز کیے اُس پر ہی نظریں ٹکا گیا۔

دوسری طرف وہ اُس کی نظریں خود پر پاتے کنفیوز سی ہو گئی تھی۔

شرم سے نظریں بلکل جھکا رکھی تھیں جو ماہر خانزادہ کو بے حد متاثر کر رہی تھیں۔

"آجائیں آپ سب کھانا لگ چکا ہے"

سمرین بیگم جو اُن دونوں کے اتے ہی کچن میں چلی گئی تھیں اب لاؤنج میں آتی بلند آواز میں بولیں۔

سب ہی اٹھ کر ڈائیننگ ٹیبل کی طرف ائے۔

پلوشے بھی احتراماً سمرین بیگم کے ساتھ کھانا سرو کرنے لگی تو ماہر مسکرا دیا۔

اُس کی چھوٹی سی بیوی نے اپنی اس پیاری سی حرکت سے اُس کا دل ایک دفعہ پھر اپنا دیوانہ بنا دیا تھا۔

"دیکھا میری بہو کو کتنا خیال ہے میرا کس طرح میری مدد کروا رہی ہے"

سمرین بیگم مسکرا کر بولیں تو وہ سرخ پڑ ی۔

سب ہی اُسے شرماتے دیکھ ہنس دیئے تو وہ مزید سمٹ سی گئی۔

"یہی تو میں سمجھا رہا ہوں ازمیر اور زبیر کو کہ اب ہمیں ہماری بیٹی دے دیں۔ ہم ان سب سے بڑھ کر خیال رکھیں گے اپنی شہزادی کا۔۔۔اور ماہر نے کون سا پڑھائی سے روکنا ہے بچی کو"

علی خانزادہ کی بات پر وہ پریشان ہوئی تھی۔

اُس نے ایک مدد طلب نظر بہرام پر ڈالی تو بہرام نے سر ہلاتے اسی تسلی دی تھی۔

"ہم جانتے ہیں آپ ہماری گڑیا کا بہت خیال رکھیں گے مگر یہ ابھی بہت چھوٹی ہے لالا۔۔۔دوسری وجہ اس کی پڑھائی اور بزنس ہے۔یہ آپ کے سامنے کچھ نہیں کہتی مگر حویلی اس نے یہی رونا ڈالا ہوتا ہے کہ ابھی رخصتی نہیں ہوگی پہلے بزنس ہوگا"

زبیر خانزادہ نے مسکرا کر کہا آخر میں اُنھوں نے اُس کا راز کھولا تو اُس نے ناراضگی سے انہیں دیکھا۔

"چاچو میں پہلے آپ کو کہہ چکا ہوں اب اس کے سامنے بتا رہا ہوں۔۔اس کی الگ کمپنی نہیں بنے گی۔اس کی خواہش ہے تو میں اپنے آفیس میں اس کا الگ روم وغیرہ بنوا دیتا ہوں وہیں کام کر سکتی ہے یہ بس۔۔۔ہاں رخصتی کے معاملے میں اس کی مرضی جب یہ چاہے گی تب ہی رخصتی ہو گی۔"

ماہر کانٹا پلیٹ میں رکھتا سرسراتے لہجے میں بولا تو اُس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

یہی تو ڈر تھا اُسے۔

بیٹا آپ پلوشے کو منا سکتے ہو تو ہمیں اس سے کوئی اعتراض "
نہیں"

ازمیر صاحب نے بات ختم کرتے ہوئے کہا تو پلوشے منہ پھاڑ کر اُن کی طرف دیکھنے لگی۔

اچانک ہی اُس کی کانچ جیسی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے تھے۔

ماہر جو اُسے ہی دیکھ رہا تھا اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتا فکر مند ہوا لیکن سب کے سامنے اُسے چپ بھی نہیں کروا سکتا تھا۔

"لالا مجھے حویلی جانا ہے۔۔۔ پلیز مجھے چھوڑ آئیں"

وہ بہرام کی طرف دیکھتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی۔۔۔

سب نے ہی حیرت اور پریشانی سے اُسے دیکھا۔

"بیٹا کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے ابھی کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

سمرین بیگم پریشانی سے اٹھتیں اُس تک آئیں تو اُس نے نفی میں سر ہلایا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کیں۔

"مجھے۔۔ بھوک۔ نہیں ہے۔۔م۔۔میرے سر۔۔۔میں درد ہے تو آرام کروں گی۔۔۔اور مجھے۔۔ نیند بھی ائی۔ ہے"

وہ بمشکل خود پر قابو پاتی بولی تو نورین بیگم بھی اٹھ تک اُس تک آئیں اور اُس کے پاس بیٹھ کر اُسے خود سے لگایا۔

"تو بچے حویلی جانے کی کیا ضرورت ہے۔یہ بھی آپ کی اپنی حویلی ہے۔آپ کا ماہر سے نکاح نا بھی ہوتا پھر بھی یہ آپ کے چاچو کی حویلی ہے تو آپ بلا جھجک یہاں رک سکتی ہیں"

علی خانزادہ محبت سے بولے۔

پلوشے ابھی بھی نورین بیگم کے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔

وہ اب اپنی حویلی کے تمام مردوں سے ناراض تھی جو اُس سے وعدے کر کے پل میں مکر گئے تھے۔

نہیں چاچو میں لے جاتا ہُوں اسے۔۔۔ حویلی میں ملازم ہوتے ہیں وہ کچھ نا ہوتے ہوئے بھی باتیں بنالیں گے"

بہرام کی بات پر ماہر نے اُس کی طرف آنکھیں پھیر کر اسے گھورا۔

لیکن وہ اسی ایگنور کرتا پلوشے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اٹھو چندہ چلیں"

بہرام کھڑا ہوتا بولا تو سمرین بیگم نے اُسے دیکھا۔

"بیٹا ملازم تو ابھی جا رہے ہیں سرونٹ کواٹر اور وہ صبح آٹھ بجے ہی ائیں گے۔۔۔اُنہیں معلوم بھی نہیں ہو گا کہ یہ یہاں رکی تھی۔
"آپ لوگ کھانا کھائیں میں اسے کمرے میں چھوڑ آتی ہُوں

اُن کی بات پر سب ہی متفق ہوتے سر ہلا گئے تو سمرین بیگم اُسے لیے اوپر والے پورشن کی طرف بڑھیں۔

اُسے اپنے ساتھ والے کمرے میں بیڈ پر لٹایا اور اُسے پیار کر تیں دروازہ بند کر کے باہر آ گئیں۔

نیچے سب نے کھانا کھایا پھر ہلکی پھلکی باتوں میں چائے پی گئی۔

رات گیارہ بجے وہ لوگ حویلی کے لیے نکلے تھے۔

ازمیر خانزادہ کے کہنے پر سیرت بہرام کے ساتھ جا رہی تھی اور وہ اس بات پر بے حد خوش ہوئی تھی۔

---

وہ دونوں حویلی پہنچ چکے تھے۔

آویز اُس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا تھا جہاں سب عورتیں ہی موجود تھیں۔

وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے تو روحان جو سوہا کے بال کھینچ کر اُسے تنگ کرنے میں لگا تھا اُنہیں دیکھتے ہی بھاگ اور اُن تک آیا۔

مہروش تو آنکھیں جھکائے ہاتھ بندھے بیٹھی تھی۔

آویز نے روحان کو اٹھا کر اُسے پیار کیا پھر اپنی گود میں بیٹھایا۔

"لالا آپ کا بیٹا میرا پکا دشمن ہے مجال ہے کبھی اس نے مجھے پیار کیا ہو جب بھی دیکھو مارنے پہنچ جاتا ہے۔۔ ہنہ"

سوہا نے مسکراتے ہوئے آویز سے شکایت کی تو آویز نے جھک کر روحان کی گال چومی۔

"میرے بیٹے کی مرضی جس سے پیار کرے جس سے دشمنی۔۔۔ تم اپنے بچوں سے کہہ کر مہروش سے اپنے بدلے پورے کرلینا ہم دونوں باپ بیٹے کو اس سے کوئی پروبلم نہیں ہو گی"

آویز نے بھی مسکرا کر مہروش کو چھیڑا تو اُس نے نظریں اٹھا کر آویز شاہ کو گھورنا چاہا تھا لیکن جب کوشش کے باوجود بھی اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پائی تو پھر سے نیچے دیکھنے لگی۔

اُس کی حرکت پر آویز نے بمشکل ہی اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔

"صبح صبح آپ دونوں کہاں گئے تھے؟"

رابعہ شاہ کے سوال پر آویز نے مسکرا کر مہروش کو دیکھا تھا۔

"مہروش کو طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو ڈاکٹر کے پاس گیا تھا اسے لے کر"

آویز کے جواب پر وہ تینوں ہی پریشان ہو اٹھیں۔

"کیوں کیا ہوا ہے اسے۔۔۔۔اور ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

سوہا نے جلدی سے سوال کیا تو مہروش شرماتی ہوئی مسکرادی۔

"تم پھپھو بننے والی ہو"

آویز نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کیا!!!!!!!!"

"ماشاءاللہ"

سوہا، رابعہ اور ندہ بیگم اکٹھے ہی بولی تھیں۔

مہروش اُن سب کے ریکشن پر جھینپ سی گئی۔

"ماشاءاللہ ! اللہ خوش رکھے، سلامت رکھے تم دونوں کو ہمیشہ یونہی ہنستے مسکراتے رہو"

ندہ بیگم نے قریب آکر محبت سے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا حالت بنالی ہے تم نے مہروش۔۔۔جب آئی تھی کیسے کھلی کھلی سی تھی اب دیکھو مرجھا سی گئی ہو۔۔۔آج سے میں تمہارے کھانے پینے کا خیال رکھوں گی۔تاکہ بچے کی صحت پر اثر نا پڑے"

رابعہ بیگم اُس کے پاس بیٹھتیں اُس کے ماتھے کو چوم کر بولیں تو وہ اُن کی محبت پر دل سے خوش ہوئی۔

"ڈاکٹر نے بھی کہا ہے کہ یہ بہت ویک ہو چکی ہے۔۔۔تو آپ اس کا اچھے سے خیال رکھیے گا اس کا بس چلے تو یہ تو پانچ پانچ دن بھوکی رہے"

آویز سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے اُس کی تھائی پر چٹکی کاٹی۔

اب سب کو یہ تو نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ جو اُس سے اتنے دن ناراض رہا ہے یہ حالت اُسی کا نتیجہ ہے۔

"اٹھو روم میں آؤ مجھے ایک فائل نہیں مل رہی وہ ڈھونڈ دو پھر میں آفس کے لئے نکلوں"

آویز روحان کو سوہا کے پاس بیٹھا کر اُس سے مخاطب ہوا تو وہ بھی آہستہ سے اٹھتی اُس کے پیچھے ہو لی۔

وہ کمرے میں ابھی داخل ہوئی ہی تھی کہ آویز نے جھٹکے سے اُسے قریب کھینچتے دروازہ بند کیا۔

اُس کی کمر دروازے سے لگاتے دونوں ہاتھ اُس کے اطراف میں رکھے وہ بغیر ایک لفظ بھی بولے اُس کے ہونٹوں پر جھکا۔

ڈیڑھ ماہ کی تشنگی تھی۔۔۔۔مٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

مہروش نے اُس کندھوں سے شرٹ کو سختی سے جکڑا۔

اُس کا سانس اب بلکل بند ہونے کے در پر تھا مگر وہ ظالم پیچھے ہو ہی نہیں رہا تھا۔

جب وہ بلکل بے حس و حرکت ہو کر گرنے لگی تب آویز کو اُس کا خیال آیا تھا۔

آویز شاہ نے اُسے کمر سے تھام کر خود سے لگایا اور آہستہ آہستہ اُس کی کمر سہلاتے اُسے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

مہروش نے آہستہ آہستہ سانسیں بھرنی شروع کیں تو اُس کا دماغ کچھ ہوش میں آیا۔

"کچھ تو اگلے بندے کا بھی احساس کر لینا چاہیے"

وہ غصے سے بولی تو آویز نے ایک آنکھ دبائی۔

"میری بیوی میری مرضی"

وہ ضدی لہجے میں بولا تو مہروش مسکرا دی۔

دونوں ہاتھ اُس کی گردن میں ڈالتے چہرہ اُس کے سینے میں چھپایا۔

"آویز آپ نے بہت برا کیا میرے ساتھ۔۔۔آپ کو ذرا رحم نہیں ائی مجھ پر۔۔۔کرنا منایا تھا میں نے آپ کو مگر آپ نہیں مانے اور۔۔۔اور آپ نے سب کے سامنے مجھے کتنا ڈانٹا تھا اُس

دن حالانکہ میں نے صرف آپ کو پریشان نہ کرنے کے لیے

"روحان کے بخار کا نہیں بتایا تھا۔۔۔

وہ ایک ہی دفعہ سارے شکوے کرنے لگی تو آویز شاہ نے لب اُس

کے بالوں پر رکھتے اُس کی کمر پر اپنے بازوؤں کا حصار بنایا۔

مہر جب میں نے تمہارا اتنا انتظار کیا اور تم نہیں ائیں تو سوچو میرا"

کیا حال ہو گا۔۔۔ تین گھنٹے۔ تین گھنٹے میں تمہارا انتظار کرتا رہا تھا

تم چاہتیں تو سوہا کو کہہ سکتی تھی کہ میں نے تمہیں بلایا ہے یا کچھ

" بھی مگر تم۔۔۔۔ خیر چھوڑو اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں

آویز نے بات ختم کی تو اُس نے سر اٹھایا۔

آویز اُسے ساتھ لیے صوفے پر آ بیٹھا تو مہروش خود ہی ہمت کرتی اُس کی تھائی پر بیٹھی۔

آویز نے اُس کی پیش قدمی پر حیرت سے اُسے دیکھا وہ تو انتہا کی شرمیلی تھی۔

جانے آج کیسے خود اُس کے پاس آئی تھی۔

مہروش نے اُس کی تھائی پر بیٹھتے بازو اُس کی گردن میں ڈال کر ماتھا آویز کے ماتھے سے جوڑا اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔

" مہروش کیا ہوا ڈارلنگ۔۔۔ار یو اوکے ؟"

آویز میں اُس کی گال تھپتھپا کر اُسے ہلایا تو وہ آویز کے کندھے پر سر رکھتی ہچکیوں سے رو پڑی۔

مم۔۔۔مجھے۔۔مجھے صرف۔۔ماما سے ملوا۔۔دیں" پلیز۔۔۔میں اب مزید اُن کے۔۔۔بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔۔۔صرف۔۔ایک۔۔دفعہ۔۔ماما۔۔ سے۔۔ملوا۔۔۔دیں۔۔"

وہ شدت سے روتی ہوئی بولی تو آویز نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔

وہ کیسے سنبھالتا اُسے۔۔کب کب سنبھالتا۔۔۔اُس نے تو ہر موقع پر ہی اپنی فیملی کو یاد کرنا تھا۔

کتنے دن اُسے بہلا لیتا، ٹال دیتا؟

آویز نے لمحے میں ہی ایک فیصلہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تم مجھ سے پرومس کرتی ہو کہ تم اپنا خیال رکھو گی، روو گی نہیں اور آئندہ اپنی فیملی سے ملنے کی زد نہیں کرو گی تو میں تمہیں تمہاری ماما سے ملوا دوں گا"

آویز نے اُس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئی کہا تو مہروش نے سر اُس کے کندھے سے اٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔

اب اُس کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی جسے دیکھ کر آویز کے ہونٹوں پر خود ہی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"پرومس میں آپ کی ساری باتیں مانوں گی آپ مجھے ماما سے ملوا دیں"

وہ بچوں کی طرح آنکھوں میں چمک لیے بولی۔

آویز نے نرمی سے اُس کی مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں سے محسوس کیا اگرچہ پیچھے ہوا۔

مہروش کو اچانک ہی اپنی پوزیشن کا خیال آیا تو وہ تیزی سے اُس کی گود سے اٹھی۔

اُس کی اس قدر تیزی پر آویز نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"آرام سے میڈم اب آپ اکیلی نہیں ہیں جو اُچھل رہی ہیں"

آویز کی بات پر وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے دوپٹہ ٹھیک کرنے لگی۔

آویز بھی اٹھ کر کپڑے لیتا واشروم میں چلا گیا کیونکہ یہ کپڑے اُس کی بیوی خراب کے چکی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

Zubi Novels Zone

سیرت خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی کر نگاہوں سے بہرام کو دیکھ رہی تھی۔

جو سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

سیرت کا دل گول گپے کھانے کو چاہ رہا تھا لیکن بہرام کو کہتے اُسے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔

اب حویلی بلکل ایک منٹ کے فاصلے پر تھی جب وہ اچانک ہی ہمت کرتی آنکھیں میچ کر بہرام سے مخاطب ہوئی۔

"مجھے گول گپے کھانے ہیں"

اُس کی بے تکی فرمائش پر بہرام نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"اب یاد آرہا ہے تمہیں"

بہرام نے عجیب نظروں سے اُسے دیکھتے پوچھا تو اُس نے معصومیت سے سر ہلایا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس ٹائم جانے کی کہیں۔۔۔ تمہیں لگتا ہے میں رات کے گیارہ بجے تمہیں گول گپے کھلانے لے جاؤں گا"

بہرام نے اُسے گھورتے ہوئے کہا تو سیرت نے منہ بسور کر اسے دیکھا۔

بہرام اب گاڑی حویلی کے پورچ میں پارک کر چکا تھا۔

وہ چابی نکالتا باہر آیا مگر سیرت اندر ہی بیٹھی تھی۔

"رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے کیا؟"

وہ اُس کی طرف کا دروازہ کھول کر سنجیدگی سے بولا تو سیرت آہستہ سے باہر نکل ائی۔

وہ بغیر بہرام کی طرف دیکھے اندر کی طرف قدم بڑھا گئی تو بہرام کو احساس ہوا کہ اُس نے پہلی دفعہ اس سے کوئی فرمائش کی تھی۔

"آؤ چلیں"

وہ بلند آواز میں بولا تو سیرت فوراً پلٹی تھی چہرے پر خوشی کے کئی رنگ بکھر چکے تھے۔

وہ تقریباً بھاگ کر دوبارہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی تو بہرام بھی اُس کے بچپنے پر سر جھٹکتا اپنی پراڈو حویلی سے باہر نکال گیا۔

"تم گاڑی میں ہی بیٹھ کے کھاؤ گی اس وقت باہر نہیں نکلنا۔۔۔"

بہرام نے گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہی سختی سے کہا تو وہ منہ بنا گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا اتنے دونوں بعد میں حویلی سے نکلی ہوں اب بھی گاڑی میں ہی بیٹھا نا تھا تو پہلے بتا دیتے میں آتی ہی نہ

اُس کی بات پر بہرام نے اچانک بریک پر پاؤں رکھا تھا۔

چلو اب بتا ڈیتا ہوں تم گاڑی میں ہی بات کر کھاؤ گی۔۔۔ مرضی "تمہاری ہے جانا ہے یا واپس چلیں"

بہرام سنجیدگی سے بولا تھا۔

اُس کا لہجہ اس قدر رعب والا تھا کہ وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

"کھا لوں گی گاڑی میں بیٹھ کر"

وہ آہستہ سے سر جھکائے بولی تو بہرام مسکرایا۔

"ڈیٹس لایک مائے گرل"

اُس نے محبت سے کہا تو سیرت دھیما سا مسکرائی۔

پھر بہرام نے گاڑی ایک ریسٹورانٹ کے باہر روکی اور ویٹر کو وہیں بلا کر آرڈر نوٹ کروایا اُس نے اپنے لیے کولڈ کافی اور سیرت کے لیے گول گپے آرڈر کیے۔

"کیا ہوا ہے"

بہرام نے سیرت کے غصیلے تاثرات کو دیکھتے سوال کیا تو وہ منہ بسرتی رخ بدل گئی۔

"کیا ہو جاتا اگر ہم ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر لیتے"

اُس نے ایک دفعہ پھر وہی بات کی تو بہرام بھڑک ہی اٹھا۔

"اب اگر تمہارے منہ سے دوبارہ یہ بات نکلی تو میں گاڑی یہیں سے واپس حویلی کی طرف موڑلوں گا۔۔۔۔ کھانے ہیں تو خاموش رہو نہیں تو چلتے ہیں واپس"

وہ بلند آواز میں دھاڑا تو سیرت بلکل دروازے سے چپک سے گئی۔

"سیدھی ہو کہ بیٹھو"

بہرام نے پھر سے اُسے گھور کے غصے سے کہا تو وہ جلدی سے سیدھی ہوئی تھی۔

جبکہ چہرے پر ناراضگی کے تاثرات آچکے تھے۔

کچھ ہی دیر میں ویٹر آتا دکھائی دیا تو سیرت گول گپے دیکھ کر سب کچھ بھولتی خوش ہو چکی تھی۔

بہرام اُس کی اس عادت سے بہت متاثر تھا کہ وہ چاہے اُسے جتنا ڈانٹ ڈپٹ لے ایک تو وہ بحث نہیں کرتی دوسرا خود ہی مان جاتی ہے۔

ویٹر سیرت کی سائڈ آیا تو اُس نے شیشہ کھولا اور ٹرے اُس کے ہاتھ سے لینی چاہی مگر اُس نے جان بوجھ کر ٹرے کے نیچے سے سیرت کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اُس کی حرکت پر سیرت کا تو خوف سے دل بند ہونے کو آیا۔

اُس نے تیزی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔

ویٹر اب مسکرا کر خباثت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

بہرام نے جب سیرت کو اچانک ہاتھ پیچھے کرتے دیکھا تو ایک نظر اُس کے چہرے پر ڈالی جہاں خوف واضح محسوس کیا جا سکتا تھا۔

پل میں ہی بہرام ساری کہانی سمجھا۔

"کچھ کہا ہے اس نے تمہیں؟"

بہرام انتہائی وحشت سے بولا تو سیرت آنکھوں میں آنسو لیے سر جھکا گئی۔

بہرام نے اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو وہ مزید آگ بگولہ ہوا۔

وہ جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو سیرت نے پریشانی سے اُسے دیکھا یعنی وہ جان چکا تھا۔

بہرام نے آگے بڑھ کر آرڈر ویٹر سے لے کر نیچے پھینکا اور اُسے زمین پر دھکا دیتا اُس پر لاتوں کی بارش کرنے لگا۔

سیرت باہر جا کر اُسے کنڑول کرنا چاہتی تھی مگر وہ اُسے غصے میں دیکھ کر ڈرتی ہوئی گاڑی میں ہی بیٹھی رہی۔

جب کافی لوگ جمع ہو گئے تو اُنہوں نے بہرام کو اُس سے الگ کیا۔

ویٹر اب گڑگڑا کر اُس سے معافی مانگ رہا تھا مگر بہرام نے ریسٹورنٹ کے منیجر کو بلوا کر اسی وقت اُس ویٹر کو فائر کر وا دیا تھا۔

اُسے ایک آخری لات مار تا وہ واپس گاڑی میں آ بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

سیرت تو سانس روکے بلکل دروازے سے لگی بیٹھی تھی۔

"ریلیکس کچھ نہیں کہہ رہا میں تمہیں"

بہرام لہجے کو نرم کرتا بولا۔

پٹھان خون تھا تنے آرام سے تو غصّہ جانے سے رہا مگر وہ سیرت کو خود سے خوف زدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اُس کی بات پر وہ تھوڑا سیدھی ہوئی تھی مگر دل ہنوز یُونہی کپکپا رہا تھا۔

بہرام نے گاڑی حویلی میں روکی تو وہ بھاگ کر باہر نکلتی اپنے کمرے میں بھاگ گئی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ماہر نے رات ایک بجے تک بمشکل ہی انتظار کیا تھا۔

تاکہ سب سو جائیں پھر وہ آرام و سکون سے دیدارِ یار کر سکے۔

ماہر آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

بغیر زرا سی بھی آہٹ کیے اُس نے دروازہ بند کیا۔

سامنے ہی وہ کمبل سینے تک ڈالے بلکل سیدھی لیٹی تھی۔

ایک ہاتھ پیٹ پر رکھا تھا جبکہ دوسرا بیڈ پر ہی رکھا تھا۔

بال تکیے پر بکھرے ہوئی تھے۔

ماہر نے جب آخر میں نظر اُس کے چہرے پر ڈالی تو وہ اُس کی معصومیت میں کھو سا گیا۔

گول نرم و ملائم مکھڑا جس کی رنگت اس قدر صاف اور گُلابی تھی کہ بندہ چھوتے ہوئے بھی احتیاط کرے۔

بھری بھری گالیں جن پر ہر وقت گلابی پن رہتا تھا۔اونچی کھڑی ناک،اور اُس کی آنکھیں تو بس سمندر تھیں جن میں ڈوب جانے کو دل کرتا تھا،اُس کی آنکھیں تھیں تو بلیک مگر اُن میں بے تحاشا چمک تھی اب وہ بند تھیں تو کی گھنی پلکوں نے اُنہیں اپنے سائے میں چھپا رکھا تھا۔

اُس کی بھنویں بھی بہت شیپڈ تھیں حالانکہ اُنہیں کبھی تراشا نہیں گیا تھا مگر وہ قدرتی ہی گھنی اور برابر سی تھیں ایک بال بھی اپنی جگہ سے کہیں باہر نہیں نکلا ہوا تھا۔

آخر میں جب ماہر کی نظر اُس کے سرخ نرم ہونٹوں پر پڑی جو باریک مگر بھرے بھرے سے رہا کرتے تھے ماہر کا دل کیا اُن کی نرمی اپنے ہونٹوں سے محسوس کرے۔

ارمان آہستہ آہستہ قدم لیتا اس تک آیا۔

وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اُس کے پاس لیٹ گیا تھا۔

اُس نے کروٹ پلوشے کی طرف لی اور ایک ہاتھ تکیے پر رکھتا تھوڑا اوپر ہوئے اُسے محبت سے دیکھنے لگا۔

"مائے پرنسز"

اُس کے لبوں سے یہی دو لفظ ادا ہوئے۔

ماہر نے جھک کر اُس کی پیشانی پر اپنی محبت کی پہلی مہر ثبت کی۔

یہ احساس اس کے لیے بے حد انوکھا اور اچھوتا تھا۔

اُس کی بیر ڈ پلوشے کی انکھوں پر چبھی تو اُس نے نیند میں ہی برا سا منہ بناتے کروٹ ماہر کی طرف لی تو وہ دلکشی سے مسکرایا۔

ماہر نے جان بوجھ کے جھک کر اُس کے رخسار پر بیرڈ رب کی تو وہ تنگ ہوتی منہ تکیے میں چھپا گئی۔

ماہر اُس کی اس قدر پکی نیند پر حیران ہوا لیکن جب اُس نے تیسری دفعہ لب پلوشے کی پچھلی گردن پر شدت سے رکھے تو وہ جھنجلا کر آنکھیں کھولتی اٹھ بیٹھ۔

پل کو تو ماہر کو سامنے دیکھ کر اُس نے اپنا وہم ہی سمجھا تھا۔

"فائنلی یو آر اویکیڈ"

ماہر مسکرا کر محبت سے بولا تو وہ اچانک بیڈ سے اچھل کر نیچے کھڑی ہوئی۔

اب وہ آنکھیں پھاڑے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

اُس کا دوپٹا بھی بیڈ پر ہی پڑا تھا تو وہ اب بغیر دوپٹے کے اس کے سامنے کھڑی خوف زدہ سی لگ رہی تھی۔

" واٹس ہیپن"

ماہر بھی اٹھ کر اُس کے پاس آیا تو اُس نے نظریں جھکا لیں۔

"آپ یہاں۔۔۔کیوں۔۔اۓ ہیں؟"

وہ آنکھیں جھکاۓ ہی بولی۔

ماہر نے اگے اس کر اسے کمر سے تھام کر خود سے لگایا تو وہ کانپتی ہوئی اس سے الگ ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیونکہ میں اپنی بیوی کے ساتھ سونا چاہتا ہوں"

وہ اپنے ہاتھ سے اُس کے بال سہلاتا بولا تو اُس نے شرما کر مزاحمت ترک کر دی۔

"آؤنا سوتے ہیں"

ماہر بچوں کے انداز میں بولا۔

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں سونا آپ کتنے برے ہیں آپ نے کیوں کہا کہ میں الگ بزنس سٹارٹ نہیں کروں"

پلوشے نے ناراضگی سے کہا تو ماہر اُسے زبردستی بیڈ تک لایا۔

اُسے واپس اُس کی جگہ پر لیٹا کر خود اپنی جگہ پر آیا۔

"میرا بزنس بھی تمہارا ہی ہے چندہ۔۔۔۔بس میں تھوڑا انسیکیور ہوں تمہاری اس خواہش سے۔میں نہیں چاہتا میرا چھوٹا سا بے بی اکیلے اتنا کام سمبھالے۔ تمہیں شوق ہے بزنس کا تو اپنی ڈگری مکمل ہوتے ہے میرے آفیس آجانا"

ماہر نے اُسے وضاحت سے سمجھایا۔

"پر میں خود بوس بننا چاہتی ہوں ناں"

وہ معصومیت سے بولی تو ماہر نے رخ دوسری طرف کر کے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"اوکے مجھے کوئی پروبلم نہیں ہے۔۔۔۔تم ہی بوس بن جانا کمپنی کی۔۔۔۔۔۔اور کوئی مسلہ ہو تو وہ بھی بتادو"

ماہر نے محبت سے اُس کے گال کھینچ کر کہا تو اُس نے فوراً نفی میں سر ہیلا یا۔

"اب ہم سو سکتے ہیں؟"

ماہر کے سوال پر اُس نے شرما کر نظریں جُھکا لیں۔

"میری چھوٹی سی جان"

ماہر اُس کی معصومیت پر اُس کی گال پر لب رکھ گیا تھا۔

"آپ کی بیرڈ مجھے چبھتی ہے پلیز اسے کٹوا دیں نا"

وہ منہ بنا کر بولی۔

اُس کی آخری بات پر ماہر نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے۔

"اسی طرح تمہاری دوری مجھے بھی چبھتی ہے۔ پھر کیا خیال ہے رخصتی لے لوں؟"

ماہر بظاہر سنجیدگی سے بولتا اُس کی سانسیں روک چکا تھا۔

"ن۔۔۔نہیں آپ مت کٹوائیں"

وہ جلدی سے بولی تو ماہر اُس کی چالاکی پر اُسے گھور کر رہ گیا۔

" بڑی جلدی فیصلہ کر لیا تم نے"

ماہر نے کہتے ساتھ ہی اُسے اپنے حصار میں لیا۔

پلوشے اُس کی پر تپش قربت میں پسینے سے شرابور ہو گئی۔

"یہ۔۔کیا کر رہے ہیں؟"

وہ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھتی بولی۔

"فلحال تو کچھ نہیں کر رہا۔۔۔"

ماہر اُس کا سے اپنے سینے پر رکھتا بولا تو وہ ہراساں سے ہوئی تھی۔

"لیکن آپ یہاں کیسے۔۔۔میرا مطلب ہے کوئی آجائے گا"

وہ ہونٹ کاٹتی ہوئی پریشانی سے بولی تھی۔

"دروازہ بند ہے۔تم پریشان میں ہو کوئی بھی نہیں اۓ گا"

ماہر نے کہتے ہیں اُس کے گرد اپنی بانہیں پھیلائیں۔

وہ بھی چپ چاپ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

-----------------------------------

ارمان کو آج حارث نے ارجنٹ بلایا تھا تو وہ عصر ہوتے ہی آفیس سے نکل کر اُس کے گھر آگیا۔

اب دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے اور ایک ملازمہ ٹیبل اور کھانے پینے کے آئٹم سجا رہی تھی۔

ارمان حارث کے چہرے سے ہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ بات کچھ سیریس ہے۔

جیسے ہی ملازمہ میز سیٹ کر کے کمرے سے نکلی ارمان نے سوالیہ نظروں سے حارث کو دیکھا۔

"جہاں تک میں پہنچ سکا ہوں یہ کام عبید خان نے کروایا ہے"

حارث کی بات پر ارمان نے جھٹکے سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ تو عبید خان کو بھول ہی چکا تھا۔

تقریباً تین ماہ پہلے۔۔۔۔۔۔۔۔گاؤں میں الیکشن کے لیے )
سیٹ منتخب کی جانی تھی۔

چونکہ ازمیر خانزادہ گاؤں کے سب سے امیر ،ایماندار اور قابلِ احترام شخص تھے سب کا ہی یہی فیصلہ تھا کہ ان کے گاؤں کی سیٹ پر وہ کھڑے ہوں اور اذلان شاہ اُن کے پارٹنر بن کر لڑیں۔

عبید خان اس سیٹ پر خود لڑنا چاہتا تھا تو اُس نے بہت واویلا مچایا تھا کہ اس دفعہ اُسے کھڑا ہونے دیا جائے مگر کسی نے اُس کی نہیں سنی تھی۔

وہ ازمیر خانزادہ کے پاس بھی آیا کہ وہ اگر اس سیٹ پر کھڑے ہوں گے تو اُنہیں عبید خان کی دشمنی کا سامنا کرنا ہوگا۔

ازمیر خانزادہ کو اُس کی دھمکی سے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔ایک جانتے تھے کہ عبید خان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اب جب الیکشن صرف دو مہینوں بعد ہونے تھے تو عبید خان نے یہ چال چلی تھی۔

اُس کا مقصد احتشام کے مارنے کا الزام ارمان پر لگا کر اُن دونوں خاندانوں میں دشمنی بنا کر خود اذلان شاہ سے ملنے کا تھا۔

وہ خود اُس سے مل جاتا تو دونوں ہی ازمیر خانزادہ کے خلاف ہوتے

یوں ازلان شاہ کبھی بھی ازمیر خانزادہ کے ساتھ کھڑے نا ہوتے تو مجبوراً اُنہیں یہ سیٹ چھوڑنی پڑتی۔

جب وہ سائڈ پر ہو جاتے تو عبید کہاں خود سیٹ پر لڑتا اور ازلان شاہ کو ساتھ رکھ لیتا)

ارمان نے حارث کی طرف دیکھا تو وہ اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ارمان نے اُسے ساری کہانی بتائی تو اُس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

" تمہیں کیسے لگا کہ یہ اُس کا کام ہے؟"

ارمان کے سوال پر حارث نے ایک فائل اُس کے آگے رکھی۔

آس پاس کے لوگوں سے پوچھ گچھ کی میرے آدمیوں نے تو" اُن کا کہنا ہے کہ اُس دن اُنھوں نے عبید کے دو خاص بندوں کو تم دونوں کا پیچھا کرتے دیکھا شاید تم دونوں ڈیرے سے کھانا کھا کر نکلے تھے تو ڈیرے تک ہی لوگوں نے اُنہیں دیکھا ہے اور یہ میں نے ایف آئی آر بھی بنالی ہے جیسے ہی کوئی ٹھوس ثبوت ملے گا "میں یہ درج کردوں گا پھر تم دیکھنا اُس کا انجام۔

حارث نے وضاحت سے بات اُس کے آگے رکھی تو ارمان تو بھڑک ہی اٹھا۔

"اُس ××× کی تو ایسی کی تیسی میں جا رہا ہوں اُس کے پاس"

ارمان کہتا ہوا تیزی سے اٹھا تو حارث نے جلدی سے اُسے پکڑا تھا۔

"ارمان جوش سے نہیں ہوش سے کام لو۔۔۔ابھی وہ نہیں جانتا ہم اُس کے پیچھے لگے ہیں تمہاری کسی بھی اس قسم کی حرکت سے وہ چوکنا ہو جائے گا۔۔پھر ڈھونڈ لینا خود ہی ثبوت"

حارث کی بات پر وہ بمشکل خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"شکریہ یار میں تمہارے احسان کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔۔۔بس اب جلدی سے کوئی ثبوت ڈھونڈ دو پھر میں اُسے بھی یونہی تڑپتا ہوا دیکھوں"

ارمان اُس کے گلے لگتے بولا تو حارث نے مسکرا کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر میں ہی وہ چائے وغیرہ پی کر اُس کے گھر سے نکلا تھا۔

---

ارمان کی گاڑی مین روڈ سے نیچے اتر کر گاؤں میں داخل ہوئی۔

دونوں طرف ہی آم کے باغات تھے اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔

ارمان آرام سے ڈرائیو کر رہا تھا جب اچانک اُس کی گاڑی کے ٹائر میں کچھ لگنے کی وجہ سے وہ پھٹا تھا۔

گاڑی کو رکتے دیکھ ارمان باہر نکلا ہی تھا کہ دھڑ دھڑ گولیوں کی برسات ہوئی تھی۔

ابھی وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پایا تھا جب تیزی سے ایک گولی اُس کے بائیں بازو میں لگی تھی۔

وہ تکلیف کی وجہ سے بازو زور سے جکڑتا گاڑی سے تک لگا گیا۔

اس قدر تکلیف کے باوجود بھی اُس نے دوسرے ہاتھ سے اپنی جینز کی جیب سے اپنا ریوالور نکالا۔

مگر وہ ایک ہاتھ سے لوڈ نہیں کر پا رہا تھا ابھی وہ مزید کوشش کرتا کہ مخالف کی گن سے نکلتی ایک اور گولی سیدھا اس کے دل کے مقام پر آ کر لگی۔

ارمان اچانک ہی سینے پر ہاتھ رکھتا زمین پر گرتا چلا گیا تھا۔

کچھ دیر تو اُس کی آنکھیں کھلی رہیں لیکن جب خون بہت زیادہ بہہ چکا تو اُس کی آنکھیں بند ہوئی تھیں۔

سانسیں بھی آب نہ ہونے کے برابر ہے چل رہی تھیں۔

---

بہرام آفس سے آیا تو سیرت کو ایک کپ کافی کا بنانے کا بولتا لاؤنج میں سب کے ساتھ آکر بیٹھا۔

آج فضیلت آئی تھی وہ بتا رہی تھی اُس تک خبر پہنچی ہے کہ "مہروش اُمید سے ہے"

شائستہ بیگم اپنے آنسو پیچھے دھکیلتے شکایتی نظروں سے ازمیر خانزادہ کو دیکھتے بولیں۔

وہ بھی اس خبر پر ٹھہر سے گئے۔

ایک طرف خوشی بھی ہوئی تھی دوسری طرف اُس کے اتنے دنوں سے دور ہونے کس سوچتے تکلیف بھی ہوئی۔

"ماشاءاللہ"

زبیر خانزادہ نے کہا۔

سب کے چہرے ہی افسردہ ہو چکے تھے۔

بہرام تو اٹھتا کمرے میں آگیا۔

اُسے کہیں نا کہیں تسلی تھی کہ آویز اُس کے ساتھ اچھا ہے۔

مگر وہ جانتا تھا مہروش اُن کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی بچپن میں ایک دفعہ سیرت نے ضد کی تھی کہ اُسے اسکول کے ٹریپ کے ساتھ جانا ہے۔

ازمیر خانزادہ نے بہت مشکل سے اجازت دی تھی مگر اُنھوں کے مہروش کو بھی اُس کے ساتھ بھیجا تھا تا کہ اُس کے ساتھ کوئی تو ہو۔

ابھی اُنہیں گئے ایک دن ہی گزرا تھا جب صبح سویرے ہی پرنسپل صاحب کی کال ائی تھی کہ آپ اپنی بچی کو لے جائیں وہ بہت رو رہی ہے۔

اُسے دن ازمیر خانزادہ اُن دونوں کو واپس حویلی لے ائے تھے۔

بہرام ایک دفعہ اُس سے ملنا چاہتا تھا جاننا چاہتا تھا وہ کتنی خوش ہے۔

لیکن اُس کی انا کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ آویز شاہ کی حویلی میں قدم بھی رکھے۔

بہرام پریشانی سے ادھر اُدھر چکر کاٹ ہی رہا تھا کہ اُس کا فون بجا۔

بہرام نے جیسے ہی سیل کان سے لگایا اگلے کی بات سنتے اُسے لگا تھا وہ آگلی سانس نہیں لے پائے گا۔

کچھ دیر تو وہ یُونہی سکتے کی حالت میں کھڑا رہا تھا لیکن پھر وہ اپنے آپ کو قابو کرتا تیزی سے بھاگتا نیچے آیا۔

وہ لاؤنج کا دروازہ پار کرنے ہی والا تھا کہ ازمیر صاحب کی پکار پر ٹھہرا۔

"بہرام اس طرح کہاں جا رہے ہو۔۔۔ خیر تو ہے؟"

اُنھوں نے صوفے سے اٹھتے سوال کیا۔

"بابا ارمان کو گولی لگی ہے"

اُس کے الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو اُس نے اُن سب کے کانوں میں انڈیلا تھا۔

"یااللہ۔۔۔۔۔۔۔میرا بچہ"

شائستہ بیگم تو چیختے ہوئے ہوش و حواس کھوتیں وہیں زمین پر گر چکی تھیں۔

نورین بیگم جلدی سے اُن کی طرف ائیں تو سب مرد حضرات ہی باہر کو نکلے تھے۔

"آہ آہ ارمان۔۔۔۔۔ سیرت۔۔ سیرت میرے ارمان۔ پلیز۔۔۔ میرے۔۔ارمان کو بلاؤ۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ سیرت پلیز۔۔۔اُنہیں بلاؤ۔۔۔و۔۔وہ۔۔ ٹھیک۔۔ہیں۔۔۔وہ۔ تو۔ ٹھیک۔۔تھے۔ ص نح۔۔۔۔ بہرام۔۔۔ بہرام۔۔لالا۔ مذاق۔۔ کر۔رہے ہیں۔۔۔۔ ہے ناں۔۔۔"

مرحا کو ایک لمحہ لگا تھا بات سمجھنے میں۔

لیکن جیسے ہی اُسے بات سمجھ ائی اُس نے چیخ چیخ کر ارمان کو پکارا پھر وہ بھاگ کر سیرت تو آتے اُس کا ہاتھ تھام کر جنون سے بولی۔

سیرت نے اُسے پکڑ کر صوفے پر بیٹھایا ملازمہ اُس کے لیے پانی لائی تھی ابھی سیرت اُسے پانی پلاتی کہ وہ چیختے چلاتے ہی بیہوش ہو چکی تھی۔

ایک اُس کی ماں تھی تو دوسری بیوی دونوں ہی اُس کی تکلیف برداشت نہیں کر پائی تھیں۔

وُہ لوگ جلدی سے اُس جگہ پہنچے تھے جہاں اُنہیں بلایا گیا تھا۔

بہرام کو وہیں کہ کسی آدمی نے کال کر کے بتایا تھا وہ وہاں سے گزر رہا تھا جب اُس نے ارمان کو دیکھا۔

گاؤں کے سب لوگ ہے اُن کے دیوانے تھے۔

جب وہ لوگ پہنچے تو گاؤں کے لوگوں کا جھرمٹ سا بنا ہوا تھا۔

بہرام سب کو چیرتا ہوا آگے آیا۔

لیکن جب نظر خون سے لتھڑے ہوئے ارمان پر گئی تو اُس کا دل دھک سے رکھ تھا۔

وہ چاہ کر بھی یہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ وہی ارمان ہے۔

گاؤں والے اُسے ایک چٹائی پر پہلے سے ہی لٹا چکے تھے۔

بہرام اگے آیا تو مستقیم (بہرام کا خاص ملازم) بھی اُس کے ساتھ آگے آیا تھا۔

دونوں نے مل کر ارمان کو اٹھا کر بہرام کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹایا تھا۔

ازمیر خانزادہ بھی اُس کے قریب آنا چاہتے تھے مگر زبیر خانزادہ نے اُنہیں زبردستی گاڑی میں بیٹھا کر گاڑی اُن کے پیچھے لگائی۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے بھائی جوان بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپیں۔

مستقیم نے گاڑی ہاسپٹل کے باہر روکی تو نرس سٹریچر لے آئی ارمان کو اُس پر ڈالا گیا پھر وہ اُسے اندر لے کر چلی گئی۔

بہرام لوگ بھی تیزی سے اُس کے پیچھے ائے مگر وہ اُسے ایمرجنسی میں لے کر جا چکے تھے۔

بہرام نے ازمیر خانزادہ کو تھام کر چیئر پر بیٹھایا تو زبیر خانزادہ بھی اُن کے پاس بیٹھ گئے۔

بہرام بھی وہیں ٹک گیا تو مستقیم کینٹین سے اُن سب کے لیے پانی لایا۔

زبیر خانزادہ نے مشکل سے ہی دو گھونٹ ازمیر صاحب کو پلائے تھے۔

وہ سب لوگ ڈاکٹر کے باہر انے کا اِنتظار کر رہے تھے جب ماہر اور علی خانزادہ بھی ہسپتال داخل ہوئے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

پلوشے اور سیرت مشکل سے ہی مرحا کو سمبھال رہی تھیں جو ہوش میں آتے ہی چیختی ہوئی ارمان کے پاس جانے کی ضد کر رہی تھی۔

اُن دونوں کے آنسو بھی روانگی سے بہہ رہے تھے مگر وہ تو بلکل نیم پاگل ہو چکی تھی۔

دوسری طرف شائستہ بیگم بھی بیٹھی رو رہی تھیں سمرین اور نورین بیگم اُنہیں تسلیاں دے کر چپ کروانے کی کوشش میں لگی تھیں۔

"ماما ہم ار۔۔۔ارمان کے پاس چلیں ناں پلیز میں۔۔۔میں اُنہیں دیکھنا چاہتی ہوں"

وہ بھاگ کر اُن تک آتی دونوں ہاتھوں کو اُن کے گھٹنوں پر رکھے اِلتجا کرتی ھوئی بولی۔

شائستہ بیگم نے اُس کا بازو پکڑ کر اُسے صوفے پر بیٹھایا اور زور سے خود میں بھینچا۔

کچھ دیر میں دونوں کی چیخیں خان ہاؤس میں گونجی تھیں۔

دونوں کا غم بہت بڑا تھا وہ سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔

"بچے۔۔۔۔۔ مرحا میری جان سنبھالو خود کو اور دعا کرو ارمان
کے لیے اللہ نے چاہا تو وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گا
"گڑیا۔۔۔۔۔۔ تم رو رو کر اپنی بھی حالت خراب کر رہی ہو

سمرین بیگم اُس کے پاس آئیں اور اُس کا ہاتھ تھام کر بلند آواز میں
محبت سے بولیں۔

مرحا بھی اُن کی بات پر تھمی۔

"ہاں۔۔۔مم۔۔میں دعا۔۔کرتی ہوں۔۔۔اپنے۔۔ارمان کا لیے"

وہ کہتے ہوئے واشروم میں وضو کرنے بھاگی تو سب شائستہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"نورین۔۔۔خدا کے لیے۔۔۔۔خان کو کہو مجھے ارمان کے پاس لے جائیں۔۔میرا بچہ جانے کیسا ہو گا"

شائستہ بیگم بے تحاشہ روتے ہوئے بولیں تو نورین بیگم نے بے بسی سے سیرت کو دیکھا تھا۔

سیرت نے کچھ دیر پہلے زبیر خانزادہ کو کال کر کے مرحا اور شائستہ بیگم کی حالت کا بتایا تھا مگر اُن کا کہنا تھا کہ اُن دونوں کو حویلی ہی سنبھالیں۔

"بھابھی پوچھا ہے سیرت نے اپنے بابا سے مگر اُن سب نے سختی سے منع کیا ہے۔ڈرائیور کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ہے ورنہ آپ اُس کے ساتھ چلی جاتیں"

نورین بیگم اُن کے پاس بیٹھ کر اُن کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

شائستہ مرحا نے بھی تو خود کو سنبھالا ہے تم بھی سنبھالو خود" کو۔۔۔۔آؤ ہم سب بھی ارمان کے لیے دعا کرتی ہیں اُسے اس وقت ہمارے آنسوؤں کی نہیں ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے"

سمرین بیگم نے نرمی سے اُنہیں سمجھایا تو سیرت اُنہیں تھام کر اوپر لے گئی۔

"ماما ارمان لالا ٹھیک تو ہو جائیں گے نہ"

پلوشے آنکھوں میں آنسو لیے بولی تو سمرین بیگم نے اُسے سینے سے لگایا۔

"ہاں بچے انشاءاللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا آؤ ہم بھی نماز پڑھ کر دعا کریں"

اُنہیں نے محبت سے اُس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ تینوں بھی اوپر آئی تھیں۔

--------------------------------------

-

"آپ کے دماغ میں کوئی نام ہے جو یہ کام کر سکے"

علی خانزادہ نے سوالیہ نظروں سے اُن سب کو دیکھتے کہا۔

سب نے ہی نفی میں سر ہلایا تھا۔

جو کوئی بھی ہے میں بہت جلد پتہ لگوالوں گا اور ایسا حشر کروں گا"

"اُس ×× کا کہ نازنداؤں میں ہو گا نہ مردوں میں

بہرام غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا تو ماہر نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

تبھی ایمر جنسی کا دروازہ کھول کر ایک ڈاکٹر باہر ائے تھے جبکہ ایک اور ڈاکٹر فوراً ہی اندر داخل ہو گئے۔

بہرام تیزی سے ڈاکٹر تک آیا تو وہ اُسے دیکھ کر رک گئے۔

"کیسا ہے ارمان؟"

بہرام کے سوال پر ڈاکٹر نے گہری سانس لی پھر اسے دیکھا۔

"ایک گولی دل کے بہت قریب لگی ہے۔۔۔اور خون زیادہ بہنے کی وجہ سے بچنے کے چانسز بہت کم ہیں۔میں نے گولیاں نکال دی ہیں صبح تک ہوش آگیا تو بہتر ادر وائز انہیں کوما میں جانا ہو گا۔۔۔۔۔سو یو شڈ مسٹ مائنڈلی پر پیپر فور ڈیتھ کائنڈ آف سچویشن"

ڈاکٹر تو اپنی بات کرتا دوبارہ اندر چلا گیا تھا لیکن بہرام کا وجود ساکت سا رہ گیا۔

سب اُسے یُو نہی بغیر کسی حرکت کے کھڑا دیکھ کر اُس کے پاس ائے۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے"

زبیر خانزادہ کے سوال پر اُس نے بے بسی سے اُن کی طرف دیکھا۔

"صبح تک ہوش نہیں آیا تو اُسے کوما میں جانا پڑے گا"

وہ ضبط سے آنکھیں میچ کر بولا تھا۔

اُس کا دل پھٹ رہا تھا مگر وہ خود پر قابو پانا جانتا تھا۔

وہ اس بات سے واقف تھا کہ اُس نے ہی سب کو سمبھالنا ہے۔

ماہر نے آگے بڑھ کر بہرام کو سینے سے لگایا تو اُس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر ماہر کی شرٹ میں جذب ہو گیا تھا۔

ماہر نے کچھ دیر اُسے خود سے لگائے رکھا تھا لیکن کچھ دیر بعد ہے بہرام اُس سے الگ ہوتا ہسپتال سے نکلتا چلا گیا۔

"اللہ خیر کرے گا انشاءاللہ"

علی خانزادہ کہتے ہوئے ایک چیئر پر بیٹھے تو باقی سب بھی اُن کے پاس بیٹھ گئے تھے۔

Zubi Novels Zone

------------------------------------

بہرام پہلے حارث سے ملا تھا حارث نے اُسے پچھلی بات بتائی تو دونوں نے ہی جان لیا تھا یہ کس کا کام ہے۔

بہرام تو اسی وقت اپنا پسٹل لوڈ کرتا عبید خان کے پاس جانا چاہ رہا تھا مگر حارث نے اُسے بڑی مشکل سے کنڑول کیا۔

حارث نے کہا تھا کہ وہ بس تھوڑا سا انتظار کرے کچھ دنوں بعد ہی عبید خان جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑتا ہوا پایا جائے گا۔

بہرام وہاں سے حویلی آیا تھا۔

وہ جانتا تھا مرحا اور شائستہ بیگم کی کیا حالت ہو گی وہ بس کچھ اُنہیں تسلی دینا چاہتا تھا تا کہ وہ پر سکون ہو پائیں۔

بہرام نے گاڑی کھڑی کی اور آہستہ مگر مضبوط قدم لیتا اندر آیا۔

لاؤنج بلکل خالی تھا بہرام نے ملازمہ سے پوچھا تو اُس نے اُن سب کے اوپر ہونے کا بتایا۔

بہرام اوپر آیا تو سامنے لاؤنج میں مرحا صوفے پر بیٹھی تھی۔

اب اُس کی آنکھیں بلکل ساکت سے ہو گئی تھیں بہرام اُن کی اداسی اور بے رونقی دیکھتا مزید غم زدہ ہوا۔

شائستہ بیگم جائے نماز پر بیٹھیں دعا مانگ رہی تھیں۔

سیرت اور سمرین بیگم بھی نماز پڑھ رہی تھیں۔

جبکہ پلوشے اور نورین بیگم مرحا کے پاس بیٹھیں اُسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں جواب بلکل خاموش ہو چکی تھی۔

بہرام آہستہ سے چلتا اُس کے پاس آکر بیٹھا تو سب نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔

بہرام خانزادہ جو ہر وقت اپنے آپ کو فل اپ ٹوڈیٹ رکھا کرتا تھا آج بلکل بکھرا ہوا لگ رہا تھا۔

بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے آنکھیں سرخ تھیں جبکہ شرٹ پر بھی بل پڑے ہوئے تھے۔

"لالا۔۔۔وہ کیسے ہیں"

مرحا بے چینی سے اُس کا بازو تھام کر بولی تھی۔

بہرام نے نرمی سے اُسے خود سے لگاتے اُس کے سر میں انگلیاں چلانی شروع کیں۔

"ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے میری وہ کہہ رہے تھے کہ اُسے کل تک ہوش نہیں آیا تو اُسے کوما میں شفٹ کر دیا جائے گا"

بہرام نے اُسے سچ ہی بتایا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا وہ سب مینٹلی تیار رہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اُس کی بات پر مرحا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

پھر اچانک ہی وہ اُس کے حصار سے نکلتی صوفے سے اٹھتی کمرے میں بھاگی تھی۔

وہ سب بھی پریشانی سے اُس کے پیچھے گئے مگر مرحا دروازہ لوک کر چکی تھی۔

" مرحا پاگل مت بنو۔ باہر آؤ"

بہرام سختی سے بولا تھا مگر اُس کی ذرا سی آواز بھی نہیں نکلی۔

"مرحا بیٹے دروازہ کھولو میری جان"

شائستہ بیگم آگے ہوتیں دروازہ کھٹکھٹا کر محبت سے بولیں۔

میں مار دوں گی اپنے آپ کو۔۔۔ مم۔۔ میں نہیں رہ سکتی اُن کے سوا۔۔۔۔ نہیں رہ سکتی میں۔۔۔۔"

اُس کی آواز سب پر ہی پہاڑ کی طرح ٹوٹی تھی۔

"مرحا دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔۔میں کہہ رہا ہوں ابھی کہ ابھی دروازہ کھولو"

بہرام زور سے چیخا تھا مگر اُس نے پھر بھی دروازہ نہیں کھولا تو اُس نے سب کو پیچھے ہٹاتے ایک زوردار لات دروازے کو رسید کی تھی۔

جب اُس نے ایک اور لات دروازے پر ماری تو جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا۔

سامنے کا منظر دیکھتے سب کا ہی دل کانپ گیا۔

وہ بیوقوف لڑکی بیڈ پر چیئر رکھے اُس پر کھڑی تھی، اُس نے دوپٹہ سختی سے اپنی گردن کے گرد باندھ رکھا تھا جبکہ دوسری طرف سے پنکھے کے ساتھ۔

اُن سب کو اندر آتے دیکھ اس نے جلدی سے پاؤں مار کے کرسی نیچے پھینکی تھی اور خود پنکھے سے لٹک گئی۔

ابھی اُسے چند سیکنڈ بھی نہیں ہوئے تھے جب بہرام نے تیزی سے بیڈ پر چڑھتے اُسے تھاما تھا۔

بہرام کے بولنے پر سیرت نے بھی جلدی سے بیڈ پر چڑھ کر اُس کی گردن سے دوپٹہ کھولا تھا۔

اُس کا دوپٹہ الگ ہوتے ہی بہرام نے اُسے اٹھا کر نیچے کھڑا کیا۔

"کیا مسلہ ہے آپ سب کو۔۔۔۔مجھے مرنے کیوں نہیں د"

ابھی اُس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی جب بہرام کا تھپڑ اُس کی گال پر زور سے لگا۔

"خاموش۔۔۔۔کیا کرنے جارہی تھی تم ہاں؟ دماغ ٹھکانے پر ہے تمہارا "

بہرام غصے سے سرخ چہرہ لیے دھاڑا تھا۔

شائستہ بیگم اس کے پاس انے لگی تھیں مگر بہرام کے اشارے پر وہیں رک گئیں۔

"ارمان !!!!"

وہ چیختی ہوئی نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

وہ بلکل ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔

اُسے دوپٹے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا اب وہ نیچے بیٹھی تو گلہ کھلا ہونے کی وجہ سے اُس کے جسم کے نسوانی نشیب و فراز عیاں ہوئے تھے۔

بہرام نے سرعت نے نظریں اُس سے پھیریں تو سمرین بیگم نے فوراً دوپٹہ اٹھا کر اُس کے گرد پھیلایا۔

"اٹھو میرے بیٹے آؤ اوپر بیٹھو، نیچے نہیں بیٹھتے میری گڑیا"

شائستہ بیگم نے اُسے زبردستی اٹھا کر بیڈ پر بیٹھایا تھا۔

اُس کی یہ حالت دیکھتے وہ مشکل سے ہی خود کو رونے سے بعض رکھ رہی تھیں۔

وہ سب اُس کے پاس بیٹھ کر اُسے بہلانے لگی تھیں۔

شائستہ بیگم نے اُس کا سے اپنی گود میں رکھا تو وہ اُن کی گود میں چہرہ چھپائے پھر سے رونے لگی۔

بہرام سیرت کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتا روم سے نکلا تو وہ بھی اُس کے پیچھے ہی باہر آئی۔

"جی بولیں"

سیرت اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں ہسپتال جا رہا ہوں صبح ہی آؤں گا۔۔۔ تم یاد سے سب کو کھانا کھلا دینا اور سب کا خیال رکھنا۔۔۔۔۔۔ اگر مرحا کی حالت زیادہ خراب ہو تو نیند کی گولی دے دینا"

بہرام عجلت سے اُسے سب کچھ سمجھ رہا تھا۔

"جی یہ سب تو ٹھیک ہے مگر آپ کھانا تو کھا لیں اور فریش بھی ہو لیں صبح سے کچھ نہیں کھایا آپ نے۔ رات بھی وہیں رکیں گے تو خالی پیٹ کیسے سب کچھ منیج کریں گے"

وہ فکر مندی سے بولی۔

"نہیں بھوک نہیں ہے مجھے اور فریش بھی ہو نا ٹھیک ہوں میں۔ کوشش کروں گا بابا لوگوں کو واپس بھیج دوں اگر وہ نہیں مانے تو مستقیم کو بھیجوں گا تم موبائل پاس رکھنا میں کال کروں گا ملازمہ کے ہاتھ اُس تک بابا لوگوں کا کھانا بجھوا دینا"

بہرام تھکاوٹ کے باوجود سنجیدگی سے بولا۔

سیرت نے اثبات میں سر ہلایا تو بہرام اُسے خدا حافظ کہتا سیڑھیوں کی جانب آیا تھا۔

"ٹھہریں"

ابھی وہ نیچے اترتا جب سیرت کی پکار پر پلٹا۔

اُس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بھاگ کر اُس کے سینے سے لگی تھی۔

"آپ بھی اپنا اور باقی سب کا خیال رکھیے گا۔۔۔میں دعا کریں گے انشاءاللہ ارمان لالا بلکل ٹھیک ہو جائیں گے"

وہ اُس کے گرد بانہیں ڈالے بولی تو بہرام نے بھی اُس کے گرد حصار بنایا تھا۔

"ہمم انشاءاللہ۔۔۔ تم بھی اپنا خیال رکھنا"

وہ کہتا ہوا اُس سے الگ ہوا تو سیرت آسودگی سے مسکرائی۔

بہرام پھر سے حویلی سے ہسپتال کی طرف نکل گیا تھا۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔

آویز شاہ مہروش کی گود میں سر رکھے لیٹا اُسے چھیڑ رہا تھا۔

مہروش بھی مسکراتی ہوئی اُس کی باتوں سے محفوظ ہو رہی تھی۔

تبھی آویز کا فون رنگ ہوا تو اُس نے بے زاری سے کاٹ کر سائڈ پر پھینکا۔

"کون ہے"

مہروش نے سوال کیا تو آویز نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

"میری گرل فرینڈ ہے۔۔۔رات کو تم سے فری ہو کر بات کروں گا ناں سکون سے"

آویز سکون پر زور دے کر بولا تو مہروش نے اُسے گھورا۔

"کریں تو سہی کسی اور سے بات۔۔۔ پھر میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی یہ یاد رکھیے گا"

وہ تھوڑے غصے سے بولی۔

تبھی آویز کا سیل دوبارہ رنگ ہوا تو اُس نے غصے دے اٹھایا تھا ابھی وہ کاٹتا کہ مہروش کی آواز پر رکا۔

"سن لیں نا۔۔۔ ہو سکتا ہے اگلے بندے نے کوئی ضروری بات کرنی ہو"

مہروش کی بات پر اُس نے اثبات میں سر ہلاتے کال آنسر کر کے سیل کان سے لگایا۔

سامنے والے کی بات سن کر وہ حیران ہوا تھا۔

"تمہیں یقین ہے نا"

اُس نے مہروش کی گود سے اُٹھتے سوال کیا تو اُس نے بھی حیرانگی سے اسے دیکھا۔

آویز نے جیسے ہی فون رکھا مہروش اُس کے قریب کھسکی۔

"کیا ہوا؟"

اُس نے سوال کیا تو آویز نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"ارمان پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔۔۔اُسے کچھ گولیاں بھی لگی ہیں،

اب وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے"

آویز کی بات پر اُس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

کچھ دیر تو وہ یُونہی ساکت سی بیٹھی اس بات پر یقین کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

جب اچانک اُسے بات سمجھ ائی تو اُس کی چیخ بے ساختہ تھی۔

آویز نے فوراً آگے آکر اُسے خود سے لگایا تھا مگر وہ اب زور زور سے روتی آویز کا دل بے چین سا کر رہی تھی۔

"مجھے۔۔۔لالا پاس لے۔۔جائیں۔۔۔۔پلیز۔۔آویز"

وہ روتے ہوئے بمشکل ہی بولی تھی۔

آویز اُسے لے کر ہرگز نہیں جانا چاہتا تھا مگر وہ اُس کی حالت دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ جانتا تھا اگر آج بھی اُس نے انکار کیا تو وہ بلکل ٹوٹ جائے گی۔

"او کے اٹھو چلیں"

وہ اُسے تھام کر اٹھاتا ہوا بولا تھا مگر اُس سے اب چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

آویز نے نرمی سے اُسے اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اُسے لا کر گاڑی میں بیٹھاتے گاڑی حویلی سے نکالی۔

آویز نے کچھ سوچ کر موبائل پر ایک نمبر ملایا تھا۔

آج وہ یہ نمبر تقریباً تین ماہ بعد ڈائل کر رہا تھا۔

رنگ جا رہی تھی مگر اگلا اٹینڈ نہیں کر رہا تھا ابھی آویز موبائل کان سے ہٹاتا کہ بہرام نے تھکے سے لہجے میں سلام کیا۔

وعلیکم السلام۔۔۔کو سے ہسپتال ہو تم لوگ مہروش آنا چاہ رہی "
ہے"

آویز نے سنجیدگی سے سوال کیا تو مہروش نے روتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہسپتال ہیں ہم تم آنا چاہو تو آجاؤ لیکن مہروش کو حویلی____
چھوڑ دینا عورتیں وہیں ہیں"

بہرام نے بھی بغیر کسی حیرت کے سنجیدگی سے کہا تو آویز نے ٹھیک ہے کہتے ہوئے فون کاٹا تھا۔

-----------------------------------

آویز نے گاڑی حویلی کے گیٹ پر روکی تو مہروش نے اُسے دیکھا۔

"آپ نہیں ائیں گے اندر"

اُس کے سوال پر آویز نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میں ہسپتال جارہا ہوں۔۔۔رات کو واپسی پر تمہیں پک کر لوں گا"

آویز سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے دکھ سے اُسے دیکھا۔

"مگر۔۔میں۔۔۔ابھی کیسے۔۔۔مطلب۔۔آج رات
میں۔۔یہیں۔۔رک جاؤں۔۔سب۔۔بہت
دکھی۔ہوں۔گے"

وہ نظریں جھکائے ہی بولی تھی جبکہ آنکھیں ابھی بھی آنسوؤں
سے تر تھیں۔

"نوپرو بلم تم رک جاؤ یہیں۔۔۔لیکن مہروش اپنا خیال رکھنا رونا
بلکل بھی نہیں طبیعت خراب ہو جائے گی"

آویز نے اُس کی گال پر ہاتھ رکھتے پیار سے سمجھایا تو وہ بھی اُسے خدا حافظ بولتی باہر نکلی۔

مہروش آج اتنے دنوں بعد اس جگہ واپس آئی تھی۔

اُس کی تو آنکھیں اپنی حویلی دیکھنے کو ترس ہی گئی تھیں۔

وہ آنکھیں صاف کرتی گیٹ پار کر کے اندر آئی وہ لون کے بعد مین دروازہ کھول کر لاؤنج میں داخل ہوئی جہاں مرحا اور پلوشے کے علاوہ تمام عورتیں ہی موجود تھیں۔

اُس کی نظر جب شائستہ بیگم پر گئی تو اُس کی آنکھیں برس ہی اٹھی تھیں۔

"ماما"

اُس کی پکار پر سب نے مڑ کر اُسے دیکھا سب کے چہروں پر حیرت، بے یقینی، غم، خوشی جیسے ملے جلے تاثرات تھے۔

وہ بھاگ کر شائستہ بیگم کے پاس آتے اُن کے سینے سے لگی۔

وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی۔

"میرا بچہ، میری جان کا ٹکڑا، ماما کی زندگی۔۔۔۔ماما نے بہت یاد کیا اپنی گڑیا کو"

شستہ بیگم دیوانگی سے اُس کے چہرے اور سر پر پیار کرتی محبت سے بولیں جب کہ کب سے رکے آنسو پھر سے بہنے لگے تھے۔

کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر باقی سب سے ملی تھی سب نے ہی اُسے بہت پیار دیا۔

"مرحا کہاں ہے؟"

وہ اُسے نہ پا کر سوال کرنے لگی تو سیرت نے اُسے اُس کی ساری حالت بتائی۔

مہروش بھی فکر مند ہوئی تھی۔

"میں نے سنا ہے میری گڑیا اُمیدِ سے ہے"

شائستہ بیگم سارے غم ایک طرف رکھتیں محبت سے بولیں تو وہ دکھ میں بھی شرما سی دی۔

"ج۔۔جی"

وہ نظریں جھکائے ہی بولی تو سب نے ماشاللہ بولا تھا۔

"آویز شاہ اور اس کے گھر والوں کا کیسا رویہ ہے تمہارے ساتھ"

سمرین بیگم کے سوال پر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

" وہ سب بہت اچھے ہیں میں آپ لوگوں کو بتا بھی نہیں سکتی"

مہروش کی بات پر سب کو ہی اطمینان ہوا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔۔"

نورین بیگم نے کہا۔

"لالا کیسے ہیں۔۔۔ کچھ پتہ چلا آپ کو"

اُس کے سوال پر سب خاموش سی ہو گئیں۔

ابھی تو حالت کریٹیکل ہے اُن کی۔۔۔ مگر تم پریشان مت ہو"

"انشاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے

سیرت نے اُسے بتایا تو اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مرحا اور پلوشے کدھر ہیں"

اُسے اچانک اُن دونوں کا خیال آیا تو اُس نے سوال کیا۔

مرحا کی حالت بہت خراب تھی اُسے گولی دے کے سلایا ہے"

"اور پلوشے بھی اُس کے پاس بیٹھی ہے

سیرت نے اُسے بتایا تو اُس نے پریشانی سے اثبات میں سر ہلایا

تھا۔

--------------------------------

آویز ہسپتال کے کوریڈور میں آیا تو سامنے چیئر پر زبیر، ازمیر اور علی خانزادہ براجمان تھے۔

بہرام ادھر سے اُدھر چکر لگانے میں مصروف تھا اور ماہر دیوار سے ٹیک لگائے سینے اور بازو باندھے کھڑا افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا۔

آویز آگے آیا اور آہستہ آہستہ آواز میں اسلام کیا۔

سب نے ہی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

بہرام پہلے ہی اُنہیں آویز کی کال کا بتا چکا تھا اس لیے کے کو حیرت نہیں ہوئی۔

آویز بھی سامنے رکھی چیئر پر بیٹھا۔

"کیا حالت ہے اب اُس کی"

اُس نے سرسری سے لہجے میں سوال کیا۔

"ٹریٹمینٹ چل رہا ہے ڈاکٹر نے کہا ہے اسی ٹریٹمنٹ کے دوران ہوش آگیا تو ٹھیک ورنہ کوما میں رہے گا"

زبیر خانزادہ اذیت سے بولے تو آویز نے ہنکارا بھرا۔

"مہروش کہاں ہے؟"

ازمیر صاحب کے سوال پر سب ہی اُس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آپ کی حویلی ہی چھوڑ آیا ہوں صبح پک کر لوں گا"

آویز کے جواب اور اُنھوں نے سر ہلایا۔

اچانک ڈاکٹر ایمرجینسی سے باہر نکلے تو سب ہی اُن تک ائے۔

کونگریچولیشنز۔۔۔انہیں ہوش آگیا ہے۔۔۔۔یہ آپ کی" دعائیں اور اُن کی زندگی ہی تھی کہ اس سچویشن میں اُنہیں ہوش آ گیا۔۔۔ورنہ ہمیں تو ایک پرسنٹ بھی اُن کے بچنے کے چانسز "نہیں لگتے تھے

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا تو سب ہی مسکرائے۔

ازمیر خانزادہ کی آنکھیں سے خوشی کے آنسو نکلے تو بہرام نے اگے آکر اُنہیں سینے سے لگایا۔

پھر وہ سب ہی ایک دوسرے سے ملے اور مسجد میں جا کر شکرانے کے نفل ادا کیے۔

آویز نے کال کر کے مہروش کو بھی بتادیا تھا تاکہ وہ ٹینشن نہ لے۔

ڈاکٹر نے جیسے ہی اُسے روم میں شفٹ کیا سب باری باری اُس سے ملے تھے۔

ابھی ارمان کی حالت ٹھیک تو ہر گز نہیں ہوئی تھی مگر وہ بمشکل آنکھیں کھولے ہوئے تھا۔

آویز اُس سے نہیں ملا تھا اُس کا ارادہ تو تھا مگر رابعہ بیگم کا فون اس گیا کہ روحان رو رہا ہے تو وہ جلدی سے حویلی کے لیے نکلا تھا۔

روحان کو روز آنہ رات مہروش ہی سولاتی تھی آج وہ نہیں تھی تو وہ تنگ کر رہا تھا۔

اس لیے آویز جلدی پہنچنا چاہ رہا تھا تا کہ اُسے سمبھال سکے۔

بہرام نے ڈاکٹر کو زبردستی آمادہ کیا تھا کہ وہ لوگ ارمان کو کل گھر لے جائیں گے۔

ڈاکٹر کا کہنا تھا ابھی اُسے ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے مگر بہرام نے ایک نرس ہائر کر لی تو ڈاکٹر بھی اُسے کچھ ضروری باتیں سمجھاتے مان گئے تھے۔

صبح سے مرحا پاگلوں کی طرح لاؤنج میں چکر لگا رہی تھی۔

کیونکہ بہرام کی کال ائی تھی کہ وہ لوگ ارمان کو لے کر ہسپتال سے نکل رہے ہیں۔

اس وقت سب ہے صوفوں پر بیٹھیں اُس کی دیوانگی دیکھ رہی تھیں۔

سب نے اُسے کئی دفع کہا تھا کہ بیٹھ جاؤ وہ آ جائے گا مگر وہ کسی کی نہیں سن رہی تھی۔

اُس نے اس وقت بلیک کلر کا تھری پیس ڈریس پہن رکھا تھا جس پر بہت خوبصورت پنک اور گرین پرنٹ بنا تھا۔

رونے کی وجہ سے اُس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں جبکہ کالے سوٹ میں گوری رنگت چاند کی طرح چمک رہی تھی۔

جیسے ہی گیٹ سے گاڑی کی آواز آئی وہ فوراً باہر بھاگی تھی۔

باقی سب بھی تیزی سے باہر آئیں۔

ایک گاڑی مستقیم ڈرائیو کر رہا تھا جس میں بہرام، ماہر اور ارمان تھے دوسری زبیر خانزادہ ڈرائیو کر رہے تھے جس میں اُن کے ساتھ علی اور ازمیر خانزادہ تھے۔

مستقیم اُن سب کو دیکھتا نظریں جھکا گیا اور گاڑی وہیں پارک کرتا اتر کر مردان خانے کی طرف بڑھا۔

بہرام اور ماہر گاڑی سے اترے تو مرحا جلدی سے گاڑی کے پاس گئی۔

مگر ارمان کے زرد سا چہرہ دیکھتے وہ ہمت کرتی آنسو پیچھے دل کی طرف دھکیلنے لگی۔

بہرام اور ماہر نے ارمان کو سہارا دے کر گاڑی سے باہر نکالا تھا اُس کی سٹریچز ابھی کچی تھیں تو وہ کھول سکتی تھیں اسی لیے انہیں نے اُسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

خون زیادہ ضائع ہونے کی وجہ سے اب ارمان کمزوری کے باعث چل بھی نہیں پا رہا تھا۔

مرحا اُس کی یہ حالت دیکھتے گاڑی کے پیچھے چھپتی ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رونے لگی۔

کسی کی نظر اُس پر نہیں گئی تھی سب ہے ارمان کے پیچھے اندر چلے گئے۔

ازمیر خانزادہ کی نظر اُس پر گئی تو وہ بھاری قدم اٹھاتے اُس تک آئے۔

"بس میرے بچے اب وہ ٹھیک ہے کچھ دنوں میں مکمل پہلے جیسا صحت یاب ہو جائے گا۔۔۔آپ پریشان مت ہوں۔آئیں ہم بھی اندر چلیں"

ازمیر خانزادہ اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے تو اُس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں پھر وہ اچانک ہی اُن کے سینے سے لگی تھی۔

"بابا۔۔۔میں نہیں۔۔دیکھ سکتی۔۔اُنہیں
ایسے۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔میرے۔۔پہلے
والے۔۔ارمان۔۔لادیں۔۔بابا"

وہ شدت سے روتی ہوئی بولی تو اُنہیں نے اس کا چہرہ تھام کر اُس
کی پیشانی چومی۔

"مرحا بس بیٹے۔۔۔وہ ٹھیک ہے اب۔۔۔آپ یوں کریں گی
تو وہ مزید پریشان ہو گا چندہ۔۔۔آئیں اب اُسے ملیں تو سہی وہ
آپ کو دیکھنا چاہ رہا تھا"

اُنھوں نے اُس کا سر تھتھپا کر کہا تو وہ بھی اُن کی بات سمجھتی سر ہلا گئی۔

وہ دونوں بھی اندر ائے تھے۔

وہ دونوں اوپر ائے تو سب ہی کمرے میں موجود تھے۔

شائستہ بیگم اور مہروش بیڈ پر ارمان کے پاس بیٹھی تھیں جو خاموشی سے لیٹا ہوا تھا۔

مہروش جب ارمان سے ملی تو وہ بھی اتنے دن بعد بہن کو دیکھ کر محبت سے اُس سے ملا تھا۔

مرحاب دروازے پر کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔

دل تو تھا کہ بھاگ کر اُس کے گلے لگ جائے مگر سب کے سامنے وہ یہ نہیں کرسکتی تھی اس لیے بس محبت سے اُسے دیکھتی رہی۔

" آؤ مرحا ارمان کے پاس بیٹھو"

شائستہ بیگم بیڈ سے اٹھ کر اُسے مخاطب کرتی ھوئی بولیں تو وہ شرمندہ سی ہوئی تھی۔

اب سب ہی اُسے دیکھ رہے تھے جیسے ہی ارمان نے نظریں پھیر کر اسے دیکھا مرحا کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی شائستہ بیگم کی چھوٹی ہوئی جگہ اور آ بیٹھی۔

ماہر، سمرین بیگم اور علی خانزادہ اب واپس اپنی حویلی جانا چاہ رہے تھے مگر شائستہ بیگم نے اُنہیں بمشکل منایا تھا کہ کھانا کھا کر جائیں کیونکہ وہ لوگ رات سے اُن کے ساتھ ہی تھے اس لیے اب شائستہ کھانے کہ انتظام دیکھنا چاہتی تھیں۔

البتہ نورین بیگم بھی اُن کے ساتھ ہی کمرے سے نکلیں۔

بہرام اب ارمان کی میڈیسن دیکھ رہا تھا۔

مرحا اُس کے نزدیک بیٹھی ہی تھی کہ ارمان نے نرمی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

مرحا نے بھی اُس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا اب اُس کے لیے خود پر قابو کرنا مزید دوبھر ہو رہا تھا۔

مگر وہ ارمان کے سامنے رو کر اُسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے نظریں جھکائے آنسو پی رہی تھی۔

ارمان کو یقین تھا وہ رونے والی ہو رہی ہے وہ اُس کے آنسو اپنے ہونٹوں سے چننا چاہتا تھا مگر بے بسی سے لیٹا رہا۔

پلوشے جو ابھی باتھ لے کر آئی تھی سامنے ارمان کو دیکھ کر دوڑ تک اُس تک آئی۔

وہ جلدی سے ارمان کے سینے سے لگی تو ارمان تکلیف سے کراہ اٹھا۔

بہرام تیزی سے اُس تک آیا اور پلوشے کو الگ کرتے اُس کی طرف دیکھا۔

مرحا بھی تڑپ کر اُس کے مزید قریب ہوئی۔

ارمان اب تکلیف سے ہونٹ بھینچے ہوئے تھا۔

"بچے ابھی اسے گلے نہیں ملنا ابھی زخم کچا ہے"

بہرام نے ایک طرف کھڑی پلوشے سے کہا جواب آنکھوں میں آنسو لیے ارمان کو دیکھ رہی تھی۔

اُس نے اس اثبات میں سر ہلا یا کر مہروش کے پاس بیٹھ گئی۔

مرحا کچھ دیر رونا چاہتی تھی اس لیے وہ بیڈ سے اٹھی مگر ارمان نے اُسکی کلائی تھام کر اُسے دوبارہ بیٹھنے کہا اشارہ کیا۔

وہ دوبارہ اُس کے پس بیٹھ کر خود ہی اُس کا ہاتھ تھام گئی۔

آجائیں سب کھانا کھالیں۔۔۔بہرام بچے آکر ذرا مجھے بتادو" "ارمان کو کیا کھلانا ہے

شائستہ بیگم نے آکر کہا تو سب ہے اٹھ کر باہر نکل گئے اب کمرے میں صرف وہ دونوں ہے بچے تھے۔

مرحا نے نظریں اٹھا کر ارمان کی انکھوں میں دیکھا جو اُسی کو دیکھ رہا تھا۔

مرحا نے جھک کر زور سے اُس کی گال پر لب رکھے تو ارمان کو بھی سکون ملا۔

وہ اُس کے سینے پر سر رکھ کر آنسو بہانا چاہتی تھی مگر اُس کی تکلیف کا سوچتے ایسا نہیں کر سکی۔

"میری جان۔۔۔۔"

ارمان نے اُس کی کمر میں ایک ہاتھ ڈال کر محبت سے کہا تو وہ نم انکھوں سے مسکرا اٹھی۔

ارمان نے آہستہ سے اُسکی کمر پر دباؤ ڈالتے اُسے خود پر جھکایا۔

مرحا اُس کا اشارہ سمجھتی اپنے ہونٹ اُس کے ہونٹوں پر رکھ گئی تو ارمان نے شدت سے اُس کی سانسیں اپنی سانسوں میں اتاری تھیں۔

کچھ لمحے یوں ہی سرک گئے پھر ارمان نے اُسے الگ کیا تو وہ پیچھے ہوئی تھی۔

"کیسے ہیں اب؟ مطلب کہیں درد تو نہیں"

اُس نے پیار سے دونوں ہاتھ ارمان کی گردن میں لپیٹ کر کہا تو اُس نے آہستہ سے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"میں آپ کے لیے سوپ اور فروٹ لاتی ہوں"

وہ کہتی ہوئی اٹھی تو ارمان نے بھی اس دفعہ خاموشی سے اُسے جانے دیا تھا۔

---

آویز نے رات کو بھی بہت مشکل سے روحان کو سنبھالا تھا۔

لیکن اب صبح وہ اُٹھتے ساتھ ہی مہروش کو ڈھونڈنے میں لگا تھا۔

جب اُس نے ساری حویلی رینگ رینگ کر چھان ماری اور اُسے مہروش نہیں ملی تو وہ آویز کے کمرے میں آگیا تھا۔

آویز ابھی واشروم سے شاور لے کر باہر آیا اُس کا ارادہ پہلے آفس جانے کا تھا پھر وہ مہروش کو واپسی پر پک کر لیتا۔

آویز باہر آیا تو سامنا ہی روحان میز کا پاس بیٹھا زور زور سے تو رہا تھا۔

آویز تیزی سے اُس تک آیا اُسے لگا کے شاید روحان کو کہیں چوٹ لگ گئی ہے۔

"کیا ہوا حان۔۔۔۔وائے آر یو کرائینگ ؟"

وہ اُسے اٹھا کر بے تابی سے بولا۔

"مم۔۔۔"

روحان نے اُسے اپنی طلب سے آگاہ کیا تو آویز نے پریشانی سے اُسے دیکھا تھا۔

اب وہ اُس چھوٹے سے بچے کو کیا سمجھاتا کے مم کہاں ہیں۔

آویز نے اُسے چپ کروانے کی کافی کوشش کی مگر جب وہ خاموش نہیں ہوا تو آویز بھی فکر مند ہوا۔

اُس نے ایک بازو سے روحان کی کمر تھامے دوسرے ہاتھ سے ٹیبل سے اپنا سیل اٹھایا۔

وہ مہروش کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ پہلی بار حویلی گئی تھی۔

مگراب مجبوری کے باعث اسے یہ کرناپڑ رہاتھا۔

اُس نے مہروش کا نمبر ڈائل کر کے موبائل کان سے لگایا۔

تیسری بیل پر ہی مہروش نے کال پک کرتے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔کیسی ہو؟"

آویز نے سوال کیا۔

"میں ٹھیک، آپ کیسے ہیں؟ خیریت صبح صبح کال کی"

اُس کے سوال پر آویز نے ایک نظر روحان کو دیکھا تھا جواب اُس کے کندھے پر سر رکھے فون سے مہروش کی آواز سنتے خاموش ہو چکا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ لیکن۔۔ روحان تنگ کر رہا ہے صبح سے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا جب نہیں ملی تو اب بہت رو رہا ہے"

آویز نے اُسے اصل وجہ بتائی۔

"اوہ۔۔۔ تو آپ مجھے پک کرنے آ جائیں"

وہ فکر مندی سے بولی تو آویز نے ہونٹوں کا کونا دانتوں میں لے کر دبایا۔

"نہیں تم ابھی اُدھر ہی رکو میں روحان کو وہیں ڈراپ کر دیتا ہوں آفس سے واپسی پر دونوں کو پک کرلوں گا"

آویز نے سنجیدگی سے کہا تو مہروش نے بھی اُس کی بات کی تائید کی۔

اُس نے خداحافظ بول کر موبائل سائڈ پر رکھا اور روحان کو بیڈ پر بیٹھایا۔

وہ اب رو نہیں رہا تھا جیسے اُسے بھی پتہ چل چکا ہو وہ مہروش کے پاس جا رہا ہے لیکن وہ برے برے منہ بناتا آویز کو بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

آویز نے جلدی سے تیاری کی پھر ملازمہ سے روحان کا بیگ پیک کروا کر گاڑی میں رکھوایا۔

وہ سب کو بتا کر روحان کو لیے حویلی سے نکلا تھا۔

---

بہرام نے جس نرس کو ہائر کیا تھا وہ ابھی تک نہیں ائی تھی اس نے شام کو انا تھا۔

سب ہے ارمان کا بے حد خیال رکھ رہے تھے۔

حویلی میں عیادت کے لیے انے والے لوگوں کی بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔

سب لڑکیاں اور عورتیں کبھی کہیں کچھ کر رہیں تھیں کبھی کچھ سب ہی مصروفیات کی وجہ سے پاگل ہونے کو تھیں۔

بہرام،زبیر اور از میر خانزادہ مردان خانے میں تھے جہاں مردوں کا رش لگا تھا۔

مہروش کو دیکھ کر سب عورتیں ہی حیران ہوئیں کہ وہ یہاں کیسے۔

مرحا تو زیادہ وقت ارمان کو ہی دینا چاہتی تھی۔

مگر کام بڑھنے کی وجہ سے وہ اب کچن میں کھڑی مہمانوں کے لیے کھانے کی آئٹمز پلیٹ میں سجا رہی تھی۔

سیرت اور پلوشے بھی اُس کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔

مہروش بھی صبح سے کام کرنا چاہ رہی تھی لیکن اُسے کوئی کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دے رہا تھا۔

ایک تو اُس کی حالت کی وجہ سے دوسرا وہ بہت دنوں بعد حویلی آئی تھی۔

وہ اب کچن میں کرسی پر بیٹھی اُن تینوں کو گھور رہی تھی جو ملازمہ کے ساتھ کام میں لگی تھیں۔

"میں کوئی مہمان بھی ہوں اچھا۔۔۔میرا بھی یہی گھر ہے"

مہروش ناراضگی سے بولی تو سیرت نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

جی نہیں تم مہمان ہی ہو۔۔۔۔یہ گھر اب صرف میرا اور مرحا "کا ہے کیونکہ پلوشے بھی اب کچھ ہی دنوں کی مہمان ہے ہاہاہا"

سیرت نے ہنستے ہوئے کہا تو اُن دونوں نے ہے منہ بنائے تھے۔

رکو ذرا تم تمہاری تو میں ابھی بہرام لالا سے کہہ کر طبیعت "درست کرواتی ہُوں"

مہروش معنی خیزی سے بولی تو سیرت گھگھیا سی گئی۔

پاس کھڑی ملازمہ نے بھی مہروش کی بات پر قہقہہ لگایا تو سیرت نے گھور کر اُس بچاری کو دیکھا۔

وہ جلدی سے منہ بند کرتی ٹرے مرحا سے لیتی باہر کی جانب بھاگی تو سب میں ہی قہقہے لگائے۔

"میں سوچ رہی تھی آج کتنے عرصے بعد ہم چاروں یوں ملی ہیں ۔۔۔مہروش تم آج بھی یہیں رک جاؤ نارات کو بیٹھ کر باتیں کریں گے کل تو ٹائم نہیں تھا"

مرحا بھی اُس کے پاس بیٹھتی بولی تو وہ مسکرائی۔

"نہیں یار روحان میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔اب بھی اُسے یہیں بلوایا ہے صبح سے اُس نے اُدھر پوری حویلی سر پر اٹھار کھی ہے۔۔۔ خیر کبھی پھر رک جاؤں گی"

مہروش نے محبت سے روحان کو یاد کرتے کہا تو سیرت جو شیلف سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی انکھوں میں شرارت لیے اُسے دیکھنے لگی۔

"روحان نہیں رہ سکتا یا اُس کے بابا۔۔۔"

سیرت کی بات پر مہروش سرخ سی پڑی۔

"جی نہیں میں روحان کی ہی بات کر رہی تھی"

وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی تو سیرت نے شرارت سے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔

"ڈرائیور کے ساتھ آرہا ہے روحان؟"

سیرت نے دوبارہ سوال کیا تو مہروش جھنجلا سی گئی۔

"تمہیں کیا ہے جس کے ساتھ بھی ائے"

وہ اُکتا کر بولی تو سیرت نے اُسے مسکرا کر دیکھا۔

وہ مجھ سے تمہارے چہرے کی اداسی دیکھی نہیں جا رہی"

"ناں۔۔۔تمہارا چہرہ ہی بتا رہا ہے کہ کسی کو بڑا مس کیا جا رہا۔۔۔

"جی بہرام لالا"

ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ مہروش نے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا تو سیرت فوراً دوپٹہ ٹھیک کرتے پیچھے پلٹی مگر پیچھے کسی کو نہ پاتے اُس نے گھور کر مہروش کو دیکھا۔

"اب کیا ہوا، صرف نام سے ہی بولتی بند"

مہروش نے کہتے ساتھ ہی قہقہہ لگایا۔

باقی دونوں بھی مسکرادی تھیں جبکہ سیرت اُنہیں غصے سے دیکھتی لاؤنج کی طرف آگئی۔

-------------------------------------------

مہروش کو آویز کی کال ائی تھی کہ وہ گیٹ پر آچکا ہے مہروش آکے روحان اُس سے لے لے۔

سیرت نے اُسے کافی چھیڑا تھا۔

مہروش باہر ائی تو سامنے ہی آویز کی بلیک پراڈو موجود تھی۔

مہروش فرنٹ سیٹ کے قریب ائی اور اُس نے دروازہ کھولا تو روحان بلیک ٹی شرٹ اور شارٹس میں سیٹ بیلٹ باندھے بیٹھا بے حد پیارا لگ رہا تھا۔

ساتھ ہی ڈرائیونگ سیٹ پر آویز شاہ بھی بلیک ہی تھری پیس پہنے بیٹھا تھا دونوں باپ بیٹا ہی حسن میں ایک دوسرے سے بڑھتے تھے۔

مہروش کو فیصلہ کرنا مشکل لگا کہ زیادہ پیارا کون لگ رہا ہے۔

روحان مہروش کو دیکھتے ہی بازو اوپر اٹھاتا کھلانے لگا تو اُس نے مسکراتے ہوئے اُس کا بیلٹ کھول کر اُسے بانہوں میں لیا۔

اُسے بھی رات سے روحان کی بہت یاد آئی ہوئی تھی۔

"میرا بچہ"

وہ اُس کی گال پر کس کرتی ہوئی بولی تو آویز نے محبت سے اُسے دیکھا تھا جو وائٹ کلر کی لونگ شرٹ کے ساتھ گرے سٹولر اوڑھے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

اسٹولر گلے میں ڈالے ہونے کی وجہ سے اُس کے ریشمی بال دونوں شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

پل میں ہی آویز کو اُس کی لاپرواہی پر طیش آیا تھا۔

وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اُس کی طرف آیا۔

مہروش جو روحان کو پیار کر رہی تھی اُسے باہر آتے دیکھ حیران ہوئی۔

آویز نے قریب آ کر اُسے زور سے پکڑ کر گاڑی میں بیٹھاتے دروازہ بند کیا تو وہ پریشان سی ہوئی کہ اچانک کیا ہوا جو وہ ایسے ریکٹ کر رہا تھا۔

آویز شاہ نے واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ کر زور سے دروازہ بند کیا۔

"حلیہ دیکھا ہے اپنا؟ یا یوں ہی منہ اٹھائے باہر چلی ائی ہو"

وہ برہم لہجے میں بولا تو مہروش نے حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔

"ٹھیک تو ہے میرا حلیہ۔۔۔کیا ہوا ہے"

وہ عجیب نظروں سے آویز کو دیکھتے ہوئی بولی تو وہ مزید آگ بگولہ ہوا۔

"تم بچی نہیں ہو جو دوپٹے کو رسی کی طرح گردن پر باندھ دیا ہے۔۔۔ابھی اسے کھول کر سر کو ڈھانپو۔ کم از کم بندہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے احتیاط کر لیتا ہے مگر نہیں ہر بات سمجھانی پڑے گی"

آویز بے حد غُصے سے اُسے دیکھتا ہوا بولا تو مہروش کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

باہر کافی لوگ موجود تھے تو اُسے خود کو ڈھانپ کر آنا چاہیے تھا۔

"اچھااب ڈانٹیں تو نہیں۔آئندہ خیال رکھوں گی"

وہ دوپٹہ گلے سے نکالتی سر پر کرتے ہوئے بولی تو آویز نے سر ہلایا۔

"ڈانٹ نہیں رہا سمجھا رہا ہوں"

وہ اس بار قدرے نرمی سے بولا تو وہ مسکرائی۔

"حان کو زیادہ اٹھانا ابھی تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے بس ہاتھ پکڑ لینا خود چل لے گا۔"

آویز نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا تو مہروش نے اثبات میں سر ہلا آیا۔

"میں جلدی آجاؤں گا آفیس سے تم تیار رہنا عصر تک"

وہ سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ نہیں ائیں گے لالا کی طبیعت پوچھنے؟"

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

"کیا مجھے آنا چاہیے ؟"

آویز شاہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"کیوں نہیں ضرور آیئے گا آپ سب آپ سے ملنا چاہتے ہیں"

وہ خوشی سے بولی تو آویز ہلکا سا مسکرایا۔

اوکے جب تم دونوں کو لینے آؤں گا کچھ دیر سب سے مل لوں

گا۔۔۔اب جاؤ تم دونوں خدا حافظ"

آویز نے بات ختم کرتے ہوئے روحان کو اُس سے لے کر اُسکی وہی گال چومی جس پر مہروش نے کس کی تھی۔

پھر روحان مہروش کو دیا تو وہ بھی خدا حافظ بولتی گاڑی سے اُتری اور اندر کی طرف جانے لگی تو آویز گاڑی آگے بڑھا گیا۔

---------------------------------

مہروش روحان لے کر اوپر والے لاؤنج میں آگئی تھی کیونکہ نیچے مہمان تھے۔

ایک ملازمہ روحان کا بیگ مہروش کے کمرے میں رکھ ائی تھی۔

بڑی سب خواتین نیچے تھیں جبکہ وہ چاروں اوپر تھیں کیونکہ اب وہ مہمانوں کی خاطر داریاں کر کر کے تھک چکی تھیں۔

اُن تینوں نے جیسے ہی مہروش کی گود میں روحان کو دیکھا تینوں ہی تیزی سے اُس تک آئیں۔

اُن سب کی چھوٹے بچے بہت پسند تھے۔۔۔

مگر حویلی میں کوئی بچہ نہیں تھا اس لیے وہ اب روحان کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی تھیں۔

روحان اتنا پیارا تھا کہ وہ تینوں پاگل سی ہو رہی تھیں۔

"سو کیوٹ یار!!!"

مرحا اُس کا گال کھینچ کر بولی تو روحان نے شرما کر چہرہ مہروش کی گردن میں چھپایا۔

ہاہاہا دیکھا بچہ ڈر گیا تم سے ہٹو میں اٹھاتی ہوں دیکھنا میرے پاس "آجائے گا"

سیرت زور سے ہنستے ہوئے بولی تو مرحا منہ بناتی پیچھے ہوئی۔

سیرت نے پیچھے سے آتے روحان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو روحان نے اُس کا ہاتھ تھام کر خود سے دور جھٹکا۔

اب ہنسنے کی باری مرحا کی تھی۔

"کیا ہوا سیرت اٹھاو ناں"

وہ ہنستی ہوئی بولی تو سیرت نے غصے سے اُسے گھور کر دیکھا۔

"حان کو روم میں لے جائیں مم؟"

مہروش نے اُسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو روحان نے جلدی سے سر ہلایا۔

ابھی مہروش اپنے روم کی طرف بڑھتی کے روحان کی نظر ایک طرف کھڑی پلوشے پر گئی تھی۔

وہ سب ہے روحان کے اگلے عمل پر حیرت سے منہ کھول کر رہ گئیں۔

جب روحان نے مہروش کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اُس کا چہرہ پلوشے کی طرف موڑا۔

پھر اُس نے دونوں بازو پلوشے کی طرف کیے تھے جیسے وہ اُس کے پاس جانا چاہتا ہو۔

"مم۔۔۔بی بی (بے بی)"

اُسے پلوشے چھوٹی سی لگی تھی تو اُس نے مہروش کو بتایا کہ یہ بے بی ہے۔

اُس کے الفاظ سمجھتے سب کے ہی قہقہے گونجے۔

مہروش جیسے ہی اُسے پلوشے کے پاس لے گئی وہ اُسکی گود سے ہمک ہمک کر پلوشے کی گود میں کودنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ بھی خوشی سے فوراً اُسے اپنی بانہوں میں بھر گئی تو مہروش نے ہونٹ باہر نکال کر روحان کو دیکھا۔

جواب اپنی پارٹی بدل چکا تھا۔

"اسے کہتے ہیں بے وفائی کی اعلیٰ مثال"

سیرت اُسکی حرکت پر مسکرا کر بولی تو باقی سب بھی مسکرائیں۔

ارمان ابھی سویا تھا تو اس لیے مرحا ریلیکس تھی۔

ویسے بھی اب ارمان کی حالت پہلے سے تھوڑی نارمل تھی کیونکہ ایک تو ہاسپٹل کا ماحول بہت ڈسٹربڈ ہونے کی وجہ سے وہاں سکون نہیں تھا دوسرا حویلی میں اُس کا خاص خیال رکھا جارہا تھا۔

مرحا خود اُس کے لیے ہیلدی کھانا بنا کر اُسے کھلاتی، فروٹ کھلاتی اور فیملی کے سب افراد اُس کے پاس ہی رہتے تاکہ وہ اُداس نہ ہو۔

اور واقعی اُن سب کی صرف ایک دن کی محبت اور توجہ کا اثر تھا کہ ارمان کے چہرے کے زردپن میں کمی سی آگئی تھی۔

وہ چاروں اب صوفے پر آبیٹھی تھیں مہروش تو ایک الگ صوفے پر بیٹھی اُن کا دیوانہ پن دیکھ رہی تھی۔

وہ تینوں ہی ایک صوفے اور بیٹھی تھیں درمیان میں روحان پلوشے کی گود میں بیٹھا تھا۔

روحان خود بہ خود ہی پلوشے سے مانوس ہو رہا تھا۔

اُس نے جھک کر روحان کی پیشانی چومی تو وہ خوش ہوتا اُس کے سینے پر سر رکھ گیا اب اُس کا چہرہ سیرت کی طرف تھا۔

جو بیچاری حسرت سے اُسے دیکھ رہی تھی مگر روحان اُسے خود کو دیکھتے پا کر فوراً آنکھیں بند کر گیا تو مہروش کا دل کیا زور سے ہنسے۔

"کوئی انتہائی میسنا بچا ہے تمہارا"

سیرت دکھ اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے مہروش کو دیکھتے ہوئے بولی تو اُس نے اپنی مسکراہٹ ہونٹوں میں ہی دبائی۔

تم تو صدا کی جل ککڑی ہو سیرت۔۔۔وہ بیچارہ تمہارے پاس" نہیں آ رہا تو اتنے معصوم سے بچے کو میسنا ہی کہہ دیا۔۔۔ "

پلوشے اُسے گھور کر بولی۔

روحان اب بلکل اُس کی گود سے ملنے کا نام بھی نہیں لے رہا تھا۔

مرحا بھی اُسے اپنی جانب متوجہ کرنے میں لگی تھی مگر مجال ہے اُس نے ذرا ایک نظر بھی اس پر ڈالی ہو۔

"بی بی"

روحان نے پلوشے کی طرف دیکھ کر اُسے مخاطب کیا تو وہ پیار سے مسکرائی۔

اُس نے زور سے روحان کی دونوں چیکس پر کس کیں تو وہ پھر سے شرما دیا تھا۔

"اُفف یار مہروش تم کیسے رہتی ہی اس پالے سے بچے کے ساتھ۔۔۔ کتنا کیوٹ ہے۔ تم تو سارا دن اسے پیار ہی کرتی رہتی ہو گی۔۔۔ ہے ناں"

مرحا اُس کی پیاری پیاری حرکتوں پر جی جان سے متاثر ہوتی بولی۔

تو وہ فقط مسکرا دی۔

"ماشاءاللہ بھی بول دو یار نظر لگ جائے گی"

مہروش سنجیدگی سے بولی تو تینوں نے ہی ماشاللہ کہا۔

"پلیز مہروش آج رات اسے یہیں رہنے دو"

پلوشے نے التجا کرتے کہا تو مہروش نے اُس کی طرف دیکھا۔

"جتنا تم لوگوں کو یہ پیار الگ رہا ہے ناں اس سے ہزار گنا زیادہ پیارا ہے یہ اپنے بابا کو۔ وہ ہرگز اسے یہاں نہیں رکنے دیں گے"

مہروش نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اوہ ہو کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے رات کو بھی اس کو اپنے ساتھ "

" سلاتے ہو تم دونوں

سیرت اُسے دیکھ کر معنی خیزی سے بولی تو مہروش شرمندہ سی ہو گئی۔

اُس سے کوئی جواب نہیں بن سکا تو وہ خاموش ہی ہو گئی تھی۔

"شرم کرلو کچھ، کب سے بیچاری کے پیچھے لگی ہو"

مرحا نے سیرت کو شرم دلانی چاہی تو سیرت نے اُسے دیکھتے آنکھ دبائی۔

یہ کوئی بیچاری نہیں ہے اچھا۔۔۔اور تک بھی خاموش رہو"
"نہیں تو پھر میں تمہیں مزانہ چکھادوں

سیرت کی بات پر مرحا سٹپٹا کر اُس سے نظریں پھر گئی۔

بی بی جی بہرام صاب آ گئے ہیں وہ نیچے والے کمرے میں ہیں اور"
"آپ کو بلا رہے ہیں

ملازمہ نے آکر سیرت کو پیغام دیا تو مہروش نے آں ہاں کہتے اُسے
چھیڑا۔

سیرت جلدی سے نیچے بھاگ گئی تھی تاکہ وہ اُسے مزید نہ تنگ کر سکے۔

"پلوشے حان کو بھوک لگی ہو گی آؤ روم میں میں تمہیں اس کا دودھ بنا دیتی ہُوں پلا دو اسے"

مہروش نڈھال سے بیٹھے روحان کو دیکھتی بولی تو پلوشے نے سے ہلایا۔

"میں نیچے جا رہی ہیں دوپہر ہو رہی ہے اب کوئی نہیں اۓ گا تم لوگ بھی روحان کی دودھ پلا کر آجانا"

مرحا کہتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھی اور وہ دونوں مہروش کے کمرے کی طرف آگئی تھیں۔

-------------------------------------

--

اس وقت وہ سب لوگ لاؤنج میں موجود تھے۔

شام کے چھ بج رہے تھے، آویزا ابھی تک نہیں آیا تھا۔

ماہر کی ساری فیملی بھی وہیں موجود تھی۔

وہ لوگ ارمان کو بھی سہارا دے کر نیچے لائے تھے۔

اب وہ بھی ایک صوفے پر شائستہ بیگم کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔

روحان ابھی تک پلوشے کی گود میں ہی موجود تھا۔

سب کو ہی وہ بہت پیارا لگا تھا تو سب نے ہی باری باری اُسے پیار کیا تھا۔

ماہر اب بیٹھا غصے سے روحان کو گھور رہا تھا جو اُس کی بیوی کو چپک ہی گیا تھا۔

مہروش ارمان اور راز میر خانزادہ کے درمیان میں صوفے پر بیٹھی تھی۔

سب ہی اُسے مزید کچھ دن رکنے کا کہہ رہے تھے۔

مگر اُس نے یہ ہے کہا کہ وہ آویز کو کہے گی آفیس جاتے وقت اُن دونوں کو ادھر چھوڑ دیا کرے اور واپسی پر لے لیا کرے۔

"اللہ میری مرحا کی گود بھی جلدی بھرے تاکہ ہمارے پاس بھی پیارا سا بچا آجائے"

شائستہ بیگم کی بات پر مرحانے شرمندگی سے چہرہ سیرت کے پیچھے چھپایا۔

ارمان بھی اُن کی بات پر معنی خیزی سے اسی ہی دیکھنے لگا تو وہ مزید سرخ ہوئی۔

"ماما آپ خود ہی سوچیں عجیب نہیں لگے گا بڑے بھائی سے پہلے چھوٹا بھائی باپ بنا بیٹھا ہو"

بہرام نے مسکرا کر شرارت سے کہا تو اب سیرت شرم سے زمین میں گڑھنے والی ہوئی تھی۔

"تو بیٹا جی پھر کیا خیال ہے آپ کی شادی بھی کر دیں"

ازمیر خانزادہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا تو بہرام نے فوراً اُن کی طرف دیکھا۔

"ہاہاہا ڈیٹس نوٹ فیئر بابا۔۔۔ نیکی اور پوچھ پوچھ"

بہرام بے باکی سے بولا ادھر سیرت نے خود کو بلکل نورین بیگم میں چھپایا۔

اُس کا دل کر رہا تھا یہاں سے کہیں بھاگ جائے۔

سب کے سامنے ایسی باتوں پر وہ عجیب سے کیفیت کا شکار ہو رہی تھی۔

"اپنے چاچو سے پوچھ لو انہیں کوئی اعتراض نہیں تو اگلے مہینے کی کوئی ڈیٹ رکھ لیتے ہیں۔ ارمان بھی مکمل صحت یاب ہو جائے گا تب تک"

ازمیر خانزادہ نے اپنی طرف سے گرین سگنل دیا۔

سیرت اب شرماتی ہوئی تیزی سے اٹھتی اوپر کی جانب بھاگ گئی۔

بہرام کی مسکراتی نظروں نے دور تک اُس کا پیچھا کیا تھا۔

وہ جانتا تھا اس وقت اُس کی کیا کیفیت ہو گی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر میں ایک دفعہ سیرت کی مرضی
پوچھ لوں پھر کرتے ہیں تیاریاں"

زبیر خانزادہ نے مسکرا کر کہا تو بہرام کے ہونٹوں پر زندگی سے
بھرپور مسکراہٹ بکھری۔

دوسری طرف سامنے بیٹھے ماہر نے گھور کر بہرام کو دیکھا تھا جس
کی گاڑی ابھی بیچ میں ہی پھنسی ہوئی تھی۔

بہرام اُس کی گھوریاں سرے سے نظرانداز کرتا اپنی خوشی انجوائے کر رہا تھا۔

تبھی دروازے سے آویز شاہ اپنی سحر انگیز پر سنیلٹی کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا۔

اُس کے ساتھ ہی کچھ ملازم فروٹس اور مٹھائیوں کے ٹوکرے لائے تھے کیونکہ وہ پہلی دفعہ حویلی آیا تھا۔

اُسے دیکھ کر سب مرد حضرات نے کھڑے ہوتے اُس کا استقبال کیا تھا سوائے ارمان خانزادہ کے ایک تو وہ تکلیف کے باعث اٹھ نہیں سکتا تھا دوسرا وہ آویز کے منہ نہیں لگنا چاہتا تھا۔

مہروش بھی اُسے آتے دیکھ کر شرمیلی سی مسکراہٹ لیے اپنی جگہ سے اٹھتی پلوشے کے پاس آکر بیٹھی۔

آویز سب سے ملا پھر آخر میں سادگی سے ارمان کا حل پوچھتا ہوا بہرام کے ساتھ بیٹھا۔

ارمان نے بس ٹھیک ہوں کہہ کر جان چھڑائی تھی۔

وہ ہرگز آویز کا الزام نہیں بھول سکتا تھا ویس جانتا بھی تھا کہ وہ اور احتشام کتنے اچھے دوست ہیں لیکن پھر بھی اُس نے یہ گھٹیا الزام ارمان پر ہی لگایا تھا۔

ارمان جب تک خود کو بے گناہ ثابت نہیں کر دیتا وہ آویز سے تب تک بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب سب مرد حضرات آویز سے باتوں میں لگے تھے۔

روحان بھی اپنے بابا کو دیکھتا اپنی بی بی کو بائے بولتا اُس کے پاس جا کر اُس کی گود میں بیٹھ چکا تھا۔

ماہر نے بھی اُس کے علیحدہ ہونے پر شکر کا سانس لیا تھا۔

نہیں تو وہ بچہ تو اسے اب اپنا رقیب ہے لگنے لگا تھا۔

"چلیں"

تقریباً پندرہ منٹ بعد آویز سوالیہ نظروں سے مہروش کو دیکھتے ہوئے بولا تو اُس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں بس روحان کی چیزیں پیک کر کے اس کا بیگ لاتی ہوں آپ اٹھیں"

وہ سادگی سے کہتی اوپر چلی گئی تو آویز بھی روحان کو اٹھا کر کھڑا ہوا۔

وہ سب کو خدا حافظ کہتا قدم بڑھانے ہی لگا تھا کہ روحان کی آواز پر ٹھہرا۔

"بی۔۔بی بائے۔۔۔۔بائے"

روحان پھر سے اپنی بی بی سے مخاطب ہوا تھا۔

وہ ہاتھ ہلاتا اتنا کیوٹ لگ رہا تھا کہ پلوشے کا دل کر رہا تھا اُسے پھر سے اٹھا لے۔

ماہر نے اب کی بار ضبط سے اُس پٹاخہ بچے کو دیکھا تھا جو اُس کی بیوی کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔

آویز اُسکی حرکت پر مسکرایا تھا جبکہ باقی سب بھی محبت سے روحان کو دیکھتے مسکرا دیئے۔

وہ تھا ہے اتنا پیارا کہ اس نے ایک دن میں ہی اُن سب کے دل جیت لیے تھے۔

"آویز بیٹا کل بھی روحان اور مہروش کو کچھ دیر یہاں چھوڑ دینا۔ بچیاں خوش ہو جاتی ہیں"

شائستہ بیگم کی بات پر جہاں آویز نے سے ہلایا تھا وہیں ارمان نے منہ بنایا تھا۔

بچیوں کو اتنی ہی خوشی ہوتی ہے بچوں کے انے سے تو اپنے پیدا" "کریں

ارمان دھیمی آواز میں بڑبڑایا جو اُس کے علاوہ کوئی بھی نہیں سن پایا تھا۔

-------------------------------------------------

آج پندرہ دن ہو گئے تھے ارمان کی حالت اب بہت بہتر تھی وہ خود چل بھی لیتا تھا اور باقی سب کام بھی خود کرنے لگا تھا۔

اب بس کچھ ویکنیس تھی وہ بھی ڈاکٹر سے چیک اپ کرایا تو انھوں میں کہا تھا کہ اگر واسی طرح ڈائٹ کا خیال رکھتے رہے تو کچھ دنوں میں وہ مکمل پہلے جیسی حالت میں آجائے گا۔

اِدھر مہروش بھی اب کبھی روز آنہ یہ ایک دن چھوڑ کر حویلی انے لگی تھی۔

روحان کا دل بھی ان سب کے ساتھ زیادہ لگنے لگا تھا۔

کیونکہ اُن کی حویلی میں افراد کم ہونے کی وجہ سے وہ بور ہوتا مگر یہاں کافی سارے لوگ دیکھ کر وہ خوش ہو جاتا تھا۔

آویز نے اپنی طرف سے ساری دشمنی ایک طرف رکھ دی تھی۔

وہ مہروش کو اس حالت میں مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ اُسے ہر گز وہاں جانے سے نہیں روکتا تھا۔

رابعہ بیگم نے بھی اُسے سمجھایا تھا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا اگر ارمان نے احتشام کو مارا ابھی ہو تو ہم نے اپنا بدلہ لے لیا بات ختم۔

دوسری طرف سیرت سے بھی رخصتی کے لیے رضامندی لے لی گئی تھی۔

اب حویلی میں شادی کی تیاریاں بھی زور وشور سے چل رہی تھیں۔

ماہر بیچارہ تو اپنے غم میں پریشان تھا سب کی شادیاں ہو گئی تھیں یا ہونے والی تھیں بس وہ ہی رہ گیا تھا۔

ابھی تو اُس کی بیوی کا بزنس بھی رہتا تھا ہاہا۔۔۔۔

پلوشے کے ساتھ ساتھ روحان نے بہرام سے بھی دوستی کرلی تھی۔

بہرام جب بھی آفیس سے لوٹتا روحان فوراً اُس کی گود میں چڑھ جایا کرتا۔

بہرام کو بھی وہ چھوٹا سا بھالو بہت پیارا تھا جو ہر وقت حویلی میں رونق سی مچائے رکھتا۔

مہروش کی طبیعت ان دنوں کچھ خراب سی تھی۔

چکر اور الٹیاں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

آویز اور باقی سب اس بات پر بہت پریشان تھے۔

وہ اُسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو انہوں نے کہا تھا اس حالت میں یہ سب نارمل ہے۔

مگر مہروش کی نازک جان یہ برداشت ہی نہیں کر پارہی تھی۔

وہ الٹیاں کر کر کے ادھ موئی ہو جاتی تھی۔

بات بات پر رونے لگتی، سب ہی اُس کی حالت پر پریشان تھے۔

شائستہ بیگم تو کافی مرتبہ آویز سے کہا تھا کہ کچھ دن مہروش اُنہیں کے پاس چھوڑ دیں۔

وہ خود اپنا خیال ٹھیک سے نہیں رکھتی اس لیے اُس کا یہ حال ہے مگر آویز کو یہ بات منظور نہیں تھی۔

مہروش کا بھی یہی کہنا تھا کہ وہ اُس کا اپنا گھر ہے وہ کیسے سب کچھ چھوڑ کر یہاں آجائے۔

رابعہ بیگم بھی کئی دفعہ اُسے خود ڈاکٹر پاس لئے کر گئیں مگر آج دسواں دن تھا اُس کی حالت میں ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔

اب بھی مہروش خان ہاؤس میں اپنے روم میں موجود تھی۔

شائستہ بیگم اُس کے پاس بیٹھیں اُس کے لیے فروٹ کاٹ رہی تھیں اور وہ آرام سے لیٹی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔

جب بہرام روحان کو اٹھائے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

مہروش اُسے دیکھتے اٹھنے لگی تو بہرام نے اُسے لیٹے ہی رہنے کا اشارہ کیا۔

"کیسی طبیعت ہے اب میری گڑیا کی؟"

بہرام محبت سے بولا اور بیڈ کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

روحان اب بیڈ کے پاس آتا مہروش کے نزدیک کھڑا ہو گیا تو مہروش نے اُس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"بہتر ہوں"

وہ نقاہت سے بولی تو بہرام نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔

وہ اتنی بیمار سی لگ رہی تھی کہ بہرام دل کر رہا تھا وہ بلکل پہلے جیسی ہنستی مسکراتی مہروش بن جائے۔

"تنگ تو نہیں کیا حان نے آپ کو؟"

وہ مسکرا کر روحان کو دیکھتے دھیمی آواز میں بہرام سے مخاطب ہوئی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"نہیں بلکل بھی نہیں انفیکٹ اسے مل کر تو میری ساری پریشانیاں مجھے بھول ہی جاتی ہیں۔۔۔"

بہرام محبت سے روحان کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ماشاءاللہ روحان ہے ہی بہت پیارا۔۔۔اب بس میری تو یہی دعا ہے اس حویلی میں بھی جلد ہی بچوں کی کلکاریاں سننے کو ملیں"

شائستہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو بہرام اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔

"ارمان نہیں آیا؟"

اُن کے سوال پر بہرام نے نفی میں سر ہلایا۔

"کہہ رہا تھا کوئی ضروری فائل بنانی ہے وہ بنوا کر ہی آئے گا"

بہرام نے اُس کے نہ آنے کی وجہ بتائی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے دونوں بھائی اکٹھے آئے گئے کرو۔۔۔"

وہ فکر مندی سے بولیں تو بہرام اُن کے پاس آتا اُنہیں اپنے حصار میں لے گیا۔

"امی وہ بابا کے ساتھ آجائے گا آپ پریشان مت ہوں۔۔۔۔ ہمیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ہاتھ نہیں ٹوٹے ہوئے جو اس دفعہ بھی مقابل کی گولیاں کھالیں گے۔ میں تو سوچتا ہُوں مرنے والا جو بھی ہے سامنے آکر مارے ناں یہ کیا بزدلوں کی طرح اندھیرے میں چھپ چھپ کر گولیاں چلائی ہیں"

بہرام سنجیدگی سے بولا تو شائستہ بیگم نے بھی سر ہلایا۔

پھر اُنھوں نے فروٹا سکی پلیٹ مہروش کے پاس رکھی۔

اٹھو مہروش تم یہ فروٹس کھاؤ میں ذرا نیچے جا رہی ہوں تمہارے "
" بابا لوگ انے والے ہیں کھانا دیکھ لوں

وہ اٹھتی ہوئی بولیں تو مہروش نے سر ہلا یا۔

"گڑیا میں بھی چلتا ہوں"

بہرام بھی کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو روحان میں مڑ کے اسے دیکھا۔

"بام۔۔۔"

وہ سب کے ہی چھوٹے چھوٹے نام رکھ چکا تھا۔

اب بھی بہرام کی طرف ہاتھ کرتے اُسے اس کے نام سے پکارا تو مہروش نے گھور کر جبکہ بہرام نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

جواب پھر سے بہرام کے ساتھ جانا چاہ رہا تھا۔

"حان نوٹ بام بے بی۔۔۔ماموہیں یہ آپ کے"

مہروش میں ایک دفعہ پھر سے تصیح کی تھی مگر روحان نے اُس کی کہاں سننا تھی

"میں اسے لیتا جاؤں؟"

بہرام نے مہروش کی طرف دیکھتے سوال کیا تو اُس نے سوچتے ہوئے روحان کو دیکھا۔

نہیں لالا اس نے صبح سے ایک فیڈر بھی دودھ نہیں" "پیا۔۔۔ کب سے بھوکا پھر رہا ہے اب اسے دودھ پلا لوں

وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

بہرام بھی سر ہلاتا کمرے سے نکلا تو مہروش نے بیڈ سے اُٹھتے روحان کو بیڈ پر لٹایا۔

اپنے موبائل میں کارٹون لگا کر اُسے موبائل پکڑایا۔

کیُونکہ وہ محترم کارٹون کے علاوہ فیڈر کو منہ بھی لگاتے تھے۔

پھر اُس کے بیگ سے فیڈر نکال کر روم فرج سے دودھ اُس میں ڈالا۔

پھر فیڈر بند کرتے اُس تک آئی جواب تھکن کے باعث آنکھیں ہلکی ہلکی ہی کھولے ہوئے تھا۔

مہروش نے خود بیڈ پر بیٹھ کر موبائل اپنے ہاتھ میں لیتے روحان کو اپنی گود میں ڈالا ایک ہاتھ سے اُس کے منہ میں فیڈر ڈالے ایک دوسرے موبائل اُس کے سامنے پکڑے ہوئی تھی۔

"مم کی پاگل سی جان"

مہروش اُس کی آنکھوں پر ہونٹ رکھتی محبت سے بولی۔

کچھ ہی دیر میں روحان کی آنکھیں بلکل بند ہوتیں اُس کے سونے کی یقین دہانی کروا چکی تھیں۔

مہروش نے آہستہ سے خالی فیڈر سائڈ پر رکھا اور موبائل بھی بند کر کے بیڈ پر رکھتے روحان کو نرمی سے اپنی گود سے بیڈ پر منتقل کیا۔

پھر اُس پر اچھے سے کمبل ڈالا۔

ابھی اُس نے اپنی فروٹس کی پلیٹ پکڑی ہی تھی کہ اُس کا موبائل رنگ ہوا۔

فون پر آویز کا نام جگمگایا تو مہروش نے مسکرا کر کال او کے کر کے کان سے لگائی تھی۔

"اسلام و علیکم"

مہروش نے سلام میں پہل کی تھی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ کیسے ہو تم۔۔۔ طبیعت بہتر ہوئی کچھ"

آویز کے لہجے میں فکر ہی فکر تھی۔

مہروش اُس کی محبت پر دل سے خوش اور مطمئن ہوئی۔

جی صبح سے تو ایک ہی وومٹ ہوئی ہے بس۔۔۔ چکر بھی نہیں آ"
رہے"

اُس نے سیب کی کاش منہ میں رکھتے جواب دیا۔

"ہمم۔۔۔حان کہاں ہے؟"

وہ لمبائی سانس لیتے ہوئی بولا۔

"کب سے کھیل رہا تھا اب زبردستی پکڑ کر دودھ پلا کر سلایا"

"ہے۔۔۔پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے نا کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے

وہ اب اُس کی طرف دیکھتی بولی تھی۔

"اوہ۔۔۔اوکے تم بھی کچھ دیر ریسٹ کرلو بعد میں بات ہو گی"

آویز نے کہ تو مہروش نے بھی خدا حافظ بول کر کال کاٹی۔

پھر فروٹس ختم کرتے وہ بھی روحان کے پاس ہی آنکھیں بند کرتی لیٹ گئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"میں سوچ رہی تھی کہ سب کی ایک دعوت کر لیتے ہیں شادی سے پہلے۔۔۔ سمرین لوگ بھی آجائیں گے اور آویز کے گھر والوں کو بھی انوائٹ کر لیتے ہیں"

رات کو از میر خانزادہ بیڈ پر ٹیک لگائے کتاب کی ورک گردانی کرنے میں مشغول تھے۔

جب شائستہ بیگم اُن کے پاس بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"خیال تو اچھا ہے"

وہ عینک اُتار کر سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولے۔

"تو اب آپ بتادیں کب رکھوں"

اُن کے سوال پر ازمیر خانزادہ نے اُن کی طرف دیکھا۔

"پرسوں کی رکھ لو کل سب کو انویٹیشن بھیج دینا"

وہ آہستہ سے بولے تو اُنھوں نے بھی سر ہلایا۔

مجھے آویز نے بہت متاثر کیا ہے۔۔۔بہت ہی نیک اور اچھا بچا
ہے۔مہروش کو خوش دیکھتی ہُوں تو جی اُٹھتی ہوں"

اُن کے لہجے میں بیٹی اور داماد کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

" ہمم۔واقعی بہت اچھا بچہ ہے ماشاللہ "

ازمیر خانزادہ نے بھی اُن کی بات کی تائید کی۔

"تیاریاں مکمل ہی گئیں شادی کیں؟"

ازمیر صاحب کے سوال پر شائستہ بیگم نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

"سب کچھ ہو گیا ہے بس بچیوں کی کچھ ہلکی پھلکی شاپنگ رہتی ہے۔بس وہ ایک چکر لگا لیں بازار کا باقی سب کچھ تقریباً مکمل ہی ہے"

وہ جواب دیتیں تکیے پر سر رکھ کر آنکھیں موند گئیں تو از میر خانزادہ بھی لائٹ آف کرتے اپنی جگہ پر لیٹ گئے تھے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

سب لڑکیاں لاؤنج میں بیٹھیں سیرت کے کپڑے سامنے رکھے اُن پر تبصرے کر رہی تھیں۔

نورین اور شائستہ بیگم بھی اُن کے پاس بیٹھیں مسکرا کر اُن کی باتیں سن رہی تھیں۔

مہروش آج نہیں آئی تھی تو پلوشے صبح سے ہی روحان کو یاد کر رہی تھی۔

شادی کے دن قریب پہنچنے کی وجہ سے مہروش روزانہ آجاتی تھی کبھی صبح ٹائم نہ ملے تو وہ روحان کو سلا کر رات کو بھی کچھ دیر آجایا کرتی۔

سیرت کا ان دنوں بہرام سے پردہ چل رہا تھا۔

کیونکہ یہ اُن کے خانزادہ کی روایت تھی کہ شادی سے کچھ دن پہلے لڑکا لڑکی کو مت دیکھے اس سے دلہن پر روپ نہیں آتا۔

"کیوں ناہم سب رات کو کہیں باہر چلیں"

پلوشے خوشی سے چہک کر بولی تو نورین بیگم نے اُسے گھور کر دیکھا۔

جی نہیں۔۔۔کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں باہر جانے کی۔کل "سب کی دعوت ہے یہاں اور پرسوں سے ڈھولک رکھنی ہے

نورین بیگم اُسے ڈپٹ کر بولیں تو اُس نے رونے والا منہ بنایا۔

ماما پلیز جانے دیں ناں۔شادی کے بعد تو سب مصروف ہو "جائیں گے مجھے کسی نے پوچھنا ہی نہیں

پلوشے منہ بسور کر بولی تو سیرت نے اُسے چونٹی کاٹی۔

"تو پھر تم بھی شادی کے لیے ہاں کر دو پھر تمھیں بھی سب پوچھیں گے"

مرحا نے شرارت سے کہا تو اُس نے سٹپٹا کر رخ کپڑوں کی طرف موڑا۔

"ویسے ماما آج جانے میں کیا حرج ہے جانے دیں نہ ہمیں ہم مہروش اور آویز لالا کو بھی کہہ دیتے ہیں سب مل کر جائیں گے"

مرحا کی اُس کا آئیڈیا اچھا لگا تھا۔

اس لیے وہ اب خود شائستہ بیگم کی طرف دیکھتی ہوئی اجازت طلب کرنے لگی۔

"بیٹا میں تو جانے دوں مگر بہرام اور سیرت کا شادی سے پہلے ملنا ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ تمہارے بابا کو پتہ چلا تو وہ بھی ناراض ہوں گے"

شائستہ بیگم نے نرمی سے اُسے سمجھایا۔

"پلیز ماما۔۔۔ بابا سے میں خود اجازت لے لوں گی"

مرحالاڈ سے بولی تو اُنہوں نے ہی ہار مانتے سر ہلایا۔

"اگر وہ مان جائیں تو جاؤ میں کیوں رکوں گی پھر بھلا"

اُن کی بات پر تینوں ہی خوش ہوئیں۔

"میں مہروش کو کال کر کے بتاتی ہُوں"

پلوشے چہکتی ہوئی کمرے سے موبائل لینے گئی تھی۔

"جھلی ہے بلکل"

نورین بیگم پریشانی سے اُسے دیکھتے ہوئے بولیں تو سیرت مسکرا دی۔

"ابھی بچی ہے عمر کے ساتھ ساتھ مچور ہو جائے گی"

شائستہ بیگم نے مسکرا کر اُنہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"لگتا تو نہیں ہے۔۔۔اب آپ خود دیکھ لیں مرحا اور یہ ہم عمر ہیں لیکن مرحا کتنی ذمہدار ہے کیسے شوہر کو شقایت کا موقع ہی نہیں دیتی۔اوپر سے علی بھائی کہتے ہیں اسے رخصت کر دیں۔

"توبہ توبہ ناک کٹوائے گی یہ لڑکی خاندان میں

وہ افسوس سے نفی میں سر ہلاتی بولیں تو سیرت اور مرحا نے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

اچھا تم پریشان مت ہو وہ بھی اس کہ اپنا گھر ہو گا اور جب زمہ " داری سر پر پڑتی ہے تو اچھے اچھے بھی سدھر جاتے ہیں"

شائستہ بیگم اُنہیں سمجھاتی ہوئی بولیں تو وہ بھی خاموش ہو گئیں۔

---

"آویزا اٹھیں بھی آفیس نہیں جانا"

مہروش نے تیسری دفعہ اُسے آواز دی تھی۔

مگر وہ اٹھنے کا نام ہے نہیں لے رہا تھا۔

آخر تنگ آتے مہروش نے اُسے سویا ہی رہنے دیا اور خود بھی اپنی جگہ پر آکر لیٹ گئی۔

اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی مگر آویز کے الارم کی آواز نے اُسے جگہ دیا تھا۔

اس لیے اُس نے اٹھ کر آویز کو جگانے کی کافی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں اٹھ رہا تھا۔

تو وہ خود بھی دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔

روحان رات کو لیٹ سوتا اور صبح لیٹ اٹھتا تھا تو مہروش کو اُس کی فکر بھی نہیں تھی۔

ابھی مہروش کو نیند آئے گھنٹہ بھر ہی ہوا تھا جب وہ کے کے ہلانے پر جھٹکے سے اٹھی۔

سامنے ہی آویز کو ہلکے غصے میں دیکھ کر اُس نے معاملہ سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

آویزاب سخت نظروں سے اُسے گھور رہا تھا۔

مہروش اُس کی نظروں سے گھبراتی بالوں کو ہاتھوں سے سلجھانے لگی۔

"کیا ہوا ہے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے میں نے کوئی گناہ کر دیا ہو"

وہ بال ڈھیلے سے جوڑے میں لپیٹتی اُس کے سرخ چہرے اور شرٹ لیس سینے سے نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"مہروش میری امپورٹنٹ میٹنگ تھی نو بجے جبکہ اب دس سے بھی اوپر ٹائم ہو تھا ہے"

آویز شدید غصے میں سخت مگر دبی دبی آواز میں چلایا۔

"تو اس میں میرا کیا قصور میں نے تو آپ کو جگایا تھا آپ خود ہی نہیں اٹھے تو میں بھی سو گئی"

وہ بمشکل نظریں جھکائے ہی بولی تو آویز نے خون خوار نظروں سے اُسے دیکھا۔

لیکن جب نظر اُس کے ہوش ربا سراپے پر گئی تو آویز کو نظریں ہٹانا مشکل لگا تھا۔

وہ جو دوپٹہ نہیں کیے ہوئے تھی اُس کی نظریں خود پر پاتے شرمندہ سی ہوئی۔

"اگر میں نہیں اٹھ رہا تھا تمہاری آواز سے تو الارم بند کرنے کا مقصد؟ خود بھی سے گئی اور الارم بھی بند شاباش ہے آپ پر مادام"

آویز اُس سے نظریں ہٹاتا طنزیہ لہجے میں بولا۔

مہروش نے ایک نظر اُس اور ڈالی اور اچانک اُس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر کمبل میں جذب ہوئے تھے۔

کمزوری کے باعث اُس سے زرا سا غصّہ بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

ایک تو غلطی آویز شاہ کی اپنی تھی اوپر سے ڈانٹ بھی اسے رہا تھا۔

"مم۔۔مجھ سے۔۔بات نہیں۔۔ک۔کریں"

وہ روتے ہوئی ٹوٹے پھوٹے الفاظ بولی تو آویز نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ نہیں جانتا تھا وہ ہلکی سی سختی پر ہی رونا شروع ہو جائے گی۔

"مہروش میری جان۔ایم سوری یار تم یوں رو تو نہیں بے بی"

آویز اُس کے قریب ہوتا اُسے زبردستی خود سے لگاتا بولا تو مہروش نے ناراضگی سے اُس سے الگ ہونا چاہا تھا۔

"آپ کو۔۔ آپ۔۔ تھا۔۔ بھی۔۔ جگایا۔۔ نے۔۔ میں
خود۔۔ بھی اٹھے"

وہ دکھی سے لہجے میں بچوں کی طرح بولی تھی۔

آویز جانتا تھا اُس کا ڈانٹنا تو بس بہانہ بنا ہے نہیں تو وہ صرف ویکنس کی وجہ سے رو رہی تھی۔

"اچھا سوری ناں ڈارلنگ۔۔۔ مجھے پتہ ہے میری ہی غلطی ہے
میں خود اٹھا بھی نہیں اور تمہیں ڈانٹ بھی دیا ایم ریلی سوری"

آویز اُس کی کمر سہلاتا بولا تو مہروش تھوڑی سنبھلی تھی۔

"اٹس اوکے"

وہ اپنے آنسو صاف کرتی بولی۔

"ناشتہ منگوادوں؟"

آویز نے اُس کی حالت کے باعث سوال کیا تو مہروش نے بھی اپنی بھوک کا خیال کرتے سر ہلایا۔

اس نے رابعہ شاہ کو کال کر کے ہیلدی سا ناشتہ بنوا کر بھجوانے کا کہا۔

پھر کال کاٹ کر مہروش کو اپنے حصار میں لیا۔

"بہت روندو سا ہو گیا ہے میرا بے بی ہے ناں؟"

آویز اُس کے بال پیچھے سمیٹتے محبت سے اُس کا چہرہ تکتے بولا تو مہروش نے اُسے گھورا۔

"میں کب روندو ہوئی۔۔۔میں تو بلکل نہیں روتی۔یہ تو آپ نے بلاوجہ ڈانٹا اس لیے تھوڑا سا روئی"

وہ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھتی بولی تو آویز نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے اپنی جان بخشی کروائی تھی۔

"اب آفیس نہیں جانا آپ نے؟"

وہ اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتی اُس کے سینے پر تھوڑی رکھے اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

آویز شاہ تو اُس کی قربت پر پاگل سا ہوا۔

"نہیں اب میں کچھ دیر اپنی بیوی کے ساتھ ٹائم سپینڈ کروں گا"

وہ بوجھل لہجے میں اُس کی طرف دیکھتا ہوا بولا تو مہروش کا سانس سوکھ سا گیا۔

" مم۔۔۔میں واشروم "

ابھی وہ مزید کچھ کہتی جب آویز شاہ اچانک اُس کے ادھ کھلے ہونٹوں پر جھکا تھا۔

اُس کے لمس میں آج ایسی تپشِ تھی کہ مہروش کو اپنے ہونٹ جلتے محسوس ہو رہے تھے۔

وہ اُس کی قربت میں پاگل ہوتی اُس کے شرٹ لیس سینے پر ناخن کھرچنے لگی تھی۔

مگر آویز شاہ اُس کی ہر قسم کی مزاحمت کو نظرانداز کرتا اپنی مرضی کر رہا تھا۔

جب اُسے محسوس ہوا کہ مہروش کی سانسیں بند ہو رہی ہیں تب اُس نے نرمی سے اُس کے ہونٹ اپنے ہونٹوں سے جدا کیے تھے۔

اُس کے الگ ہوتے ہے مہروش نڈھال سے ہوتی اُس کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

آویز اُس کی سانسیں بحال کرنے کی خاطر اُس کی کمر کو ہاتھ سے تھپتھپانے لگا۔

"مہر ریلیکس۔۔۔لمبی لمبی سانسیں لو"

آویز سٹیل اُسے تڑپتے دیکھ کر اُس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے بولا تھا۔

"مج۔۔مجھے۔۔۔سانس۔۔ن۔۔نہیں"

وہ اُس کے کندھوں پر مکے مارتی بولی تو آویز نے پل میں ہی دوبارہ اُس کے ہونٹوں پر اپنے گرفت ڈالی تھی۔

اب وہ اپنی سانسیں تیزی سے اُس کی سانسوں میں منتقل کرتا اُسے پرسکون کرنا چاہ رہا تھا۔

مہروش بھی آہستہ آہستہ لمبے سند لیتی اُس کی سانسیں خود میں انڈیل رہی تھی۔

جب اُسے اپنی سانسیں چلتی محسوس ہوئیں تو وہ پیچھے ہوئی۔

نظریں شرم کی وجہ سے جھکا رکھی تھیں۔

آویز کی نظر اب اُس کی پلکوں کے پر کشش رقص پر تھی۔

وہ کانپتی ہوئیں آویز شاہ کو شدت سے اپنی جانب متوجہ کرنے لگیں تو آویز نے اب کی بار مہروش کو کندھوں سے تھام کر تکیے پر لٹایا۔

"کیا۔۔ہو گیا۔۔ہے۔۔۔آپ کو"

وہ اُس کی سرخ نظروں میں دیکھ کر بولی۔

"یہ بات تو مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی"

آویز آہستہ سے بولا تو مہروش نے شرما کر نظریں پھر سے جھکا لیں۔

وہ دوبارہ اُس پر جھکتے اب کی بار اُس کی گھنی پلکوں کو اپنے ہونٹوں میں لے گیا تھا۔

مہروش اُس کے تیور بدلتے دیکھ گھبرا سی گئی تھی۔

"!!!وائے آر یو سو پریٹی یار"

آویز بے بسی سے بولا تو وہ سرخ ہو گئی تھی۔

"مجھ سے۔۔۔ایسی۔۔ باتیں مت کیا۔ کریں۔۔مجھے۔۔ شرم آتی ہے"

وہ چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپاتی شرماتی ہوئی بولی تو آویز نے مسکرا کر اُس کی معصوم حرکت دیکھی۔

اُس نے آہستہ سے مہروش کے ہاتھ تھام کر اُس کے چہرے سے ہٹائے۔

"اوہ کتنا شرمیلا ہے میرا بے بی۔۔۔فل کرتا ہے ابھی"

وہ بات مکمل بھی نہیں کر پایا تھا جب مہروش نے اُس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے بولنے سے روکا۔

"آپ مجھے کیوں تنگ کر۔۔رہے ہیں۔۔۔اور یہ مجھے بے بی بھی مت کہا کریں۔۔۔میں کوئی بے بی نہیں ہوں"

وہ ناراضگی سے منہ پھلاتی ہوئی بولی۔

آویز نے جب اُس کے دہکتے ہوئے رخسار دیکھے تو وہ اچانک اُن پر لب رکھ گیا۔

اُس کی بیرڈ چبھنے کی وجہ سے وہ مزید سرخ ہوئی تھی۔

"کیا ہے آپ کو۔۔۔ ہٹیں۔۔مجھے نیچے جانا۔۔ہے"

وہ اُسے پیچھے کرتی بغیر اُس کی طرف دیکھے کمبل ہٹاتے اٹھنے لگی تھی۔

تبھی دروازے پر دستک دے کر ملازمہ ناشتے کی ٹرالی گھسیٹتے اندر لائی۔

اُس کی نظر جب آویز پر پڑی تو وہ سٹپٹا کر نظریں جھکا گئی تھی۔

کیونکہ وہ ابھی بھی شرٹ نہیں پہنے ہوئے تھا۔

مہروش نے جب آویز کو دیکھا تو وہ غصے سے اُس تک ائی۔

اُسے غصے سے گھورتے اب وہ اصلی بیوی کے روپ میں آچکی تھی۔

اُس نے کمبل اٹھا کر غصے سے آویز کے گرد لپیٹا تو اُس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تھوڑا سا تو شرم ہوتا ہی ہے ہر انسان میں"

اُس کی بات پر آویز نے اُسے آنکھ مارتے نفی میں سر ہلایا تو اُسے مزید تپ چڑھی تھی۔

ملازمہ بغیر اُن پر ایک نظر بھی ڈالے کھانا ٹیبل پر سیٹ کرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

"اب اٹھیں ناشتہ کرلیں"

مہروش کمبل لپیٹ کر ترتیب سے رکھتی بولی تو وہ بھی سنجیدگی سے اٹھ کر صوفے پر آبیٹھا۔

مہروش اب کمرے کا پھیلاوا سمیٹنے میں لگی تھی اور آویز شاہ ضبط سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"شاید یہ ناشتہ میں نے ہم دونوں !! کے لیے منگوایا تھا۔نہ کے صرف اپنے لیے"

آویز دونوں پر زور دیتا سختی سے بولا تو مہروش نے اُس کی فائلز ترتیب سے رکھتے مڑ کر اسے دیکھا۔

مگر اُس کے سرد تاثرات دیکھتے وہ بے چین ہوئی۔

یہی رویہ تو وہ برداشت نہیں کر پاتی تھی آویز کا۔

جب بھی وہ غصے میں ہوتا مہروش اُس کے آگے بول بھی نہیں پاتی تھی۔

اب بھی اُس نے سہم کر اسے دیکھا جو انتہائی جارحانہ تیور لیے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں۔۔۔بس۔۔آ۔۔ہی۔۔رہی تھی"

وہ نظریں جھکائے بمشکل ہی بولی۔

"مہروش میں تمہیں ہزار مرتبہ منع کر چکا ہوں کہ کسی کام کو ہاتھ مت لگایا کرو۔۔۔ لیکن تم کیوں اس قدر بیوقوف ہو کہ پھر بھی انہیں کاموں میں لگی ہو"

آویز شدید غصے میں دھاڑا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔

"چیزوں۔۔۔ کو

ایک۔۔ جگہ۔۔۔سے۔۔اٹھا۔۔کر۔۔۔دوسری۔۔ جگہ۔۔رکھنا۔۔کوئی۔۔کام۔۔تو۔۔نہیں۔ہ۔۔ہوتا"

وہ ہلکی آواز میں منمنائی۔

لیکن آویز میں جب کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بھاری قدم اٹھاتے آرام سے اُس کے پاس بیٹھی۔

ایک نظر اُٹھا کر اُس کے چہرے پر ڈالی جو سنجیدگی سے ناشتہ شروع کر چکا تھا۔

"سوری۔۔۔آئندہ کوئی کام۔۔۔نہیں۔۔۔۔کروں۔گی"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی کیونکہ جانتی تھی آویز شاہ اسے روتے نہیں دیکھ سکتا۔

آویز نے خاموشی سے ایک نوالہ بنا کر اُس کے ہونٹوں کے پاس کیا تو مہروش نے آہستہ سے ہونٹ کھولے۔

یوں وہ خاموشی سے ساتھ ساتھ اُسے بھی ناشتہ کروانے لگا۔

"بس۔۔"

مہروش سے جب مزید کھانا دو بھر ہوا تو وہ ہمت کرتی بولی۔

اُس نے بغیر اس کی طرف دیکھے ٹشو باکس سے ایک ٹشو نکال کر ہاتھ صاف کیے۔

پھر الماری سے کپڑے لیتا واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی مہروش آنسو بہانا شروع کرتی کہ اُس کا سیل چنگھاڑا تھا۔

وہ جھنجلا کر بیڈ کے پاس آئی اور بیڈ سے فون اٹھایا تو پلوشے کا نام جگمگا رہا تھا۔

مہروش نے کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا اور خود وہیں بیڈ کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔

"ہیلو"

وہ بمشکل ہی خود کو رونے سے بعض رکھ رہی تھی۔

وہ اُس کے سامنے تو کرا اپنی فیملی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ہیلو مہروش ہم نے رات کو اسلام آباد جانے کا پروگرام بنایا ہے۔" تم اور آویز بھائی بھی تیار رہنا سب مل کر چلیں گے اور ہاں سب سے اہم بات میرے جانو کی بھی ساتھ لانا۔ بلکہ اُسے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی"

وہ پر جوشی سے بولی تو مہروش نم آنکھوں سے بھی مسکرا دی۔

"اور کچھ بھی کہنا ہے کیا؟"

مہروش شرارت سے بولی تو اُدھر پلوشے نے قہقہہ لگایا تھا۔

"نہیں بس تمہاری ماما تم سے بات کرنا چاہ رہی ہیں تو اُن سے بات کر لو"

پلوشے ہنستے ہوئے موبائل شائستہ بیگم کو پکڑا گئی۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟"

شائستہ بیگم محبت سے بولیں تو اُس کی آنکھیں واشروم کے بند دروازے کو دیکھتے بھیگی تھیں۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟"

وہ آہستہ سے بولی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔بیٹادراصل مجھے یہ کہنا ہے کہ کل شام تم سب کی دعوت ہے حویلی میں نے سوچا بتادوں تمہیں ویسے تمہارے بابا آویز کو کال کردیں گے"

شائستہ بیگم نے اُسے دعوت کے بارے میں بتایا۔

"جی ٹھیک ہے میں بھی آویز کو بتادوں گی"

وہ سنجیدگی سے بولی پھر چند باتوں کے بعد اُس نے موبائل سائڈ پر رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

اُس نے آہستہ سے بالوں میں برش پھیرنا شروع کیا ہی تھا کہ آویز وائٹ جینز اور گرے شرٹ پر بلیک پتلی سی جیکٹ پہنے بالوں میں تولیہ رگڑتا باہر آیا۔

مہروش ایک نظر اُسے دیکھتی دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

"بابا نے آپ سے کوئی بات کرنے ہے۔اُن کی کال ائے تو پک کر لیجئے گا"

وہ سنجیدگی سے بولی۔

آویز نے اُس کے بلکل پیچھے کھڑے ہوتے اچانک اُس کا ہاتھ تھاما۔

مہروش شیشے میں اُس کا عکس دیکھتی اب اُس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔

مگر جب آویز شاہ نے اُس کے ہاتھ سے ہیئر برش لے کر اُس کا ہاتھ چھوڑا تو مہروش کا اندر چھناک سے کچھ ٹوٹا تھا۔

اُس نے شقایتی نظروں سے آویز کو دیکھا تھا جواب سٹائل سے اپنے بال بش کر رہا تھا۔

ابھی اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرنا شروع ہوتے ہی کہ آویز نے جھٹکے سے برش رکھتے اُسے کھینچ کر خود میں چھپایا۔

مہروش اُس کی حرکت پر خوفزدہ ہوئی مگر پھر کچھ سمجھتی مسکرائی۔

"میں اور میر کسی دوست کی طرف جارہے ہیں۔ عصر تک ہی واپسی ہو گی تم اپنا خیال رکھنا۔"

وہ محبت سے بولا تو مہروش نے اثبات میں سر ہلایا۔

آویز موبائل اور والیٹ لیتا باہر نکلا تو وہ بھی بال بنا کر دوپٹا اٹھاتی نیچے آئی تھی۔

تاکہ سب کے ساتھ وقت گزار سکے۔

اتنے دن تو مصروفیات کے سبب وہ ان سب کے پاس بیٹھ بھی نہیں سکی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

وہ سب خان ہاؤس کے گیٹ پر جمع تھے۔

چار گاڑیاں موجود تھیں۔

کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ یہ ہوا تھا کہ

بہرام کے ساتھ پلوشے اور روحان جائیں گے۔

ارمان کے ساتھ سیرت اور مرحا اسی طرح آویز کے ساتھ مہروش۔

جبکہ ماہر خانزادہ اکیلا اپنی گاڑی میں جا رہا تھا۔

آویز بھی وہیں موجود تھا فلحال اُس نے روحان کو اٹھار کھا تھا۔

البتہ باقی سب اب گاڑیوں میں بیٹھنا شروع ہو گئے تھے۔

اُن کا ارادہ سینٹورس سے کچھ شاپنگ کرنے کے بعد کسی اچھے سے ریسٹورانٹ سے کھانا کھانے کا تھا۔

"آویز لالا اب دے بھی دیں مجھے"

پلوشے آویز تک آتی جھنجلا کر بولی تھی جو روحان اسے دینے کا نام ہے نہیں لے رہا تھا۔

"اچھا بھئی یہ لو۔۔۔ لیکن میرے بیٹے کا خیال رکھنا، ذرا سی بھی آنچ نہیں آنی چاہیے"

آویز ہنستے ہوئے انگلی اٹھا کر بولا تو وہ بھی مسکرا کر بہرام کی گاڑی میں آئی تھی۔

سب سے آگے بہرام کی گاڑی تھی پھر ارمان کی پھر ماہر اور آخر میں آویز شاہ۔

"کیا لینا ہے تم لوگوں نے؟"

ارمان نے سنجیدگی سے سوال کیا تو مرحا اور سیرت نے اُس کی طرف دیکھا۔

"بس کچھ جویلری لینی ہے"

سیرت نے آہستہ سے جواب دیا اور کانوں میں ہینڈ فری لگاتے دروازے سے ٹیک لگاتی دونوں پاؤں اوپر کیے آنکھیں موندلی تھیں۔

وہ اُن دونوں کا بیچ ہڈی نہیں بننا چاہتی تھی اس لیے آنکھیں بھی بند کرلیں تاکہ وہ ڈسٹرب نا ہوں۔

"تم ذرا میرے ساتھ الگ میں آنا۔۔۔کچھ پرسنل شاپنگ کرنی ہے تمہاری"

ارمان کی بات پر مرحا نے حیرت سے مڑ کر اسے دیکھا۔

"میری کیا پرسنل شاپنگ؟؟؟؟"

وہ حیرانگی سے بولی تو ارمان نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"یہی تمہاری کوئی اچھی سی نائیٹیز ڈھونڈیں گے اور کیا"

ارمان نے بظاھر سنجیدگی سے کہا۔

مرحانے پہلے پیچھے سیرت کی دیکھا اور شکر کا سانس لیا کہ اُس کے تاثرات بلکل ایسے نہیں تھے کے اُس نے کچھ سنا ہو۔

پھر وہ ارمان کی طرف پلٹی اور گھور کر اسے دیکھا۔

"تھوڑا سا تو لحاظ کر لیں اگر یہ سن لیتی تو۔۔"

وہ اسی شرم دلانے کی خاطر بولی۔

سووٹ۔۔۔ لڑکیاں نائٹ ڈریس نہیں لیتیں تو کیا لڑکے لیتے" ہیں جو اس کا سننا تمہیں اتنا پریشان کر رہا ہے"

اُس نے ہنستے ہوئی کہا تو مرحا خاموشی سے رخ شیشے کی طرف کر گئی۔

ارمان نے اُس کی حرکت پر تلملا کر فوراً اُس کا بازو پکڑتے اُسے سیدھا کر کے بیٹھایا تھا۔

"ڈونٹ شو می ایٹیٹیوڈ"

ارمان دھونس جما کر سختی سے بولا تو مرحا نے برا سا منہ بنایا۔

"شاید ہم سب میں سے سب سے برا سفر میرا گزرنے والا ہے"

وہ افسوس سے بولی تو ارمان نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم کہو تو ابھی ہمارے سفر کو سب سے اچھا بنا دوں؟"

وہ معنی خیزی سے بولا تو مرحا سٹپٹا کر اُس سے نظریں پھیر گئی تھی۔

آپ کو تو بس موقع چاہیے۔ جہاں موقع ملے اپنا ٹھرک پن "جھاڑنا شروع کر دیتے ہیں"

وہ سامنے روڈ پر دیکھتی بولی تو ارمان مسکرایا۔

" تم موقع دیتی ہی کب ہو"

وہ ٹھنڈی آہ بھرتا بولا تو اُس نے خوش فہم نظروں سے اُسے دیکھا۔

ہاں آپ نے تو کل رات بھی موقع مانگا تھا پر میں نے نہیں دیا" ہے ناں"

وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو ارمان نے اُسے دیکھا۔

"اب خیر اتنی بھی ہمت نہیں ہے تمھاری کہ مجھے انکار کر سکو"

آویزاُسے تنگ کرتے ہوئے بولا۔

"کیا ہے آپ کو۔۔۔"

وہ اُکتا کر بولی ابھی ارمان کوئی جواب دیتا کہ اُس کا سیل رنگ ہوا۔

وہ اب کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا اور مرحا باہر دیکھنے میں۔

\-------------------------------------

\-----

"میں آج اپنی مرضی کا کھانا کھاؤں گی اور آپ مجھے نہیں روکیں گے"

مہروش آویز کی طرف دیکھتی ہوئی بولی جو آہستہ سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

اُس کی بات پر آویز نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میں بھی اپنی مرضی کی سویٹ ڈش کھانا چاہتا ہوں۔ تم مجھے وہ کھلا دو پھر تم جو کہو گی میں تمہیں وہی کھلاؤں گا"

آویز اُس کی طرف دیکھتا بولا۔

"رہنے دیں آپ مت کھلائیے گا کچھ بھی۔ میں اپنے لالا کو کہوں گی وہ مجھے انکار نہیں کریں گے"

مہروش ناراضگی سے بولی تو آویز نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"جو کھانا ہو گا تم مجھے کہو گی۔۔ اور جب میں کسی چیز سے منع کریں تو کوئی بحث نہیں ہو گی۔ مجھے پبلک میں تمہیں ڈانٹنا ہر گز اچھا نہیں لگے گا"

آویز نے سنجیدگی سے کہا تو مہروش نے منہ بنایا تھا۔

میں تو جیسے بندروں کی طرح ناچنے لگوں گی جو آپ کو ڈانٹنا"
پڑے گا"

وہ غصے سے بولی تبھی اچانک اُسے متلی سی ہوئی تھی۔

"آ۔۔آویز گاڑی۔روکیں۔۔۔جلدی"

اُس نے ہاتھ آویز کے بازو پر رکھ کر کہا جب کہ دوسرے ہاتھ سے منہ ڈھانپ رکھا تھا۔

آویز نے جلدی سے گاڑی ایک طرف روکی اور تیزی سے اتر کر اُس کی طرف آیا۔

مہروش اب سڑک سے کچھ فاصلے پر کچی جگہ پر بیٹھی وومٹ کر رہی تھی۔

اُس نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا جس کی حالت ٹھیک ہو ہی نہیں رہی تھی۔

وہ وومٹ کرتی بمشکل ہی اٹھی تھی ایک الٹی سے ساری جان جیسے ختم سی ہو گئی تھی۔

اُسے اب شدید چکر آ رہے تھے حالانکہ اُس نے دونوں ٹائم کا کھانا بھی کھایا تھا اور دو دفعہ جوس بھی پیا تھا۔

کمزوری کی وجہ سے وہ گاڑی تک بھی نہیں آ پائی۔

آویز نے گاڑی سے پانی کی بوتل نکال کر اُسے تھمائی تو مہروش نے کولی کی۔

پھر منہ ہاتھ دھوتے دوسرے ہاتھ سے آویز کا ہاتھ تھام لیا۔

آویز نے ایک ہاتھ اُس کی کمر میں ڈالتے اُسے سہارا دیا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اُس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

اُسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ اور آیا۔

"لنچ کیا تھا؟"

وہ فکر سے بولا تو مہروش جو سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی رخ اُس کی طرف کیا۔

"جی"

اُس کی آنکھوں میں وؤمٹ کی وجہ سے پانی آچکا تھا۔

"میری جان!!!"

آویز نے جان پر زور دیا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اُس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا۔

"واپس چلیں ؟۔۔۔ تم ریسٹ کرو۔اس طبیعت میں تم سے نہیں چلا پھرا جائے گا"

اُس نے مہروش کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں سب کیا سوچیں گے۔اور اب یہاں تک آہی گئے ہیں تو واپس نہیں جاتے ناں۔ ہے سب تو چلتا رہے گا"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی تھی۔

"آر یو شور؟"

اُس نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا تو مہروش نے تھوڑی مشقت کرتے اپنے ہونٹوں کو مسکراہٹ میں ڈھالا۔

"یس ایم شور"

وہ بولتی دوبارہ سیٹ کی بیک پر سر رکھ گئی تو آویز نے سر ہلاتے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

کچھ منٹ بعد اُس نے گاڑی ایک بیکری کے اگے روکی تو مہروش نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"میں تمہارے لیے جوس لیتا آؤں تم یہیں بیٹھو"

وہ نرمی سے بولتا باہر نکلا اور کی سے کار لوک کر دی۔

تین منٹ ہی لگے ہوں گے جب وہ واپس آیا۔

اُس کے ہاتھ میں ایک شوپر تھا جس میں کافی سارے جوس، چاکلیٹس اور بسکٹس تھے۔

مہروش نے ایک جوس کی بوتل اٹھا کر شاپر پیچھے والی سیٹ پر رکھا۔

اُس نے کھولنے کی کوشش کی مگر کچھ کمزوری اور کچھ ڈھکن سختی سے بند ہونے کی وجہ سے وہ ڈھکن کھول نہیں پائی تو بے بسی سے آویز کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

اُس نے مہروش کی نظریں خود پر پا کر اُس کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

پھر نظر جوس کی ہوٹل پر گئی تو سمجھتے ہوئے اُس نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ پکڑتے دوسرے سے جوس اُس کے ہاتھ سے لیا۔

پھر ایک ہاتھ سے بوتل پکڑ کر دوسرے سے ڈھکن کھول کر مہروش کو دیا۔

"آپ بھی پی لیں"

اُس نے پہلے بوتل اُس کی طرف کی تو آویز نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم پیو، میں تمہارا جوس پیوں گا"

وہ معنی خیزی سے مسکرا کر بولا تو مہروش نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کیا۔

پھر اُن کا سارا سفر خاموشی سے گزرا تھا مہروش چاکلیٹ کھانے میں لگی رہی اور آویز ڈرائیونگ میں۔

------------------------------------

وہ مال پہنچ چکے تھے۔

مہروش نے پلوشے سے روحان لیا تو آویز نے اُسے آنکھیں دکھاتے روحان اُس سے لے لیا۔

کیونکہ ابھی اُس کا وزن اٹھانا ٹھیک نہیں تھا۔

مگر آویز شاہ کو خود ہی ان معاملات میں احتیاط کرنا پڑتی تھی کیونکہ وہ میڈم خود اپنا بلکل خیال نہیں رکھتی تھی۔

اب وہ چاروں ایک ساتھ پھر رہی تھیں۔

پیچھے وہ بھی اُن کے ساتھ چلنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اب وہ ان چاروں کو بلکل فراموش کرتیں اپنی شاپنگ میں مگن تھیں۔

مہر وش جب بھی کچھ لیتی آویز شاپنگ بیگ اُس سے لے لیتا۔

سیرت کو تو اب اُسے تنگ کرنے کا مزید موقع مل چکا تھا۔

"بڑا پیار ہے بھئی۔۔۔ہمارے شوہروں کو تو توفیق نہیں ہوئی کہ ہمارا بوجھ اُٹھالیں لیکن آپ کی تو بڑی پروٹوکول ہے جی"

سیرت نے شرارت سے کہا تو مہر وش نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میں ابھی لالا کو کہہ دیتی ہوں وہ تمہارا سارا بوجھ اُٹھالیں گے"

مہروش نے اُسے چھیڑا تو سیرت کے رخسار دہک اٹھے۔

پھر سب ہے شاپنگ کرتی رہیں حالانکہ اُنھوں نے صرف کچھ جیولری لینی تھی مگر اب جو پسند آرہا تھا سب خریدا جا رہا تھا۔

مہروش آویزا اور روحان کے لیے بھی شاپنگ کر رہی تھی۔

آخر بہرام نے ہے اُکتا کر اُنہیں زبردستی مال سے نکالا تھا۔

اتنی دیر خریداری کے باوجود بھی سب اُنھوں نے منہ پھلا رکھے تھے۔

پھر وہ سب ایک ریسٹورنٹ پر ائے۔

مرحا اور ارمان ساتھ بیٹھے تھے پھر مرحا کی بائیں جانب سیرت اُس کے بعد پلوشے۔

دوسری طرف آویز پھر مہروش پھر بہرام اور آخر میں ماہر۔

روحان اب مہروش کی گود میں بٹھا چاکلیٹ کھا کم چہرہ زیادہ بگاڑ رہا تھا۔

سیرت بہرام کی نظریں مسلسل خود پر محسوس کرتی بلکل چہرہ جھکا گئی۔

بہرام نے ایک پاؤں سے اپنے دوسرے پاؤں کی پشاوری چپل کھول کر پاؤں سیرت کے ایک پیر پر رکھا۔

جبکہ نظریں اُس کے چہرے پر ہی جمی تھیں۔

اُس کا پاؤں اپنے پاؤں پر محسوس کرتے سیرت نے چونک کر اپنا پیر پیچھے کیا تو بہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

بس کر سے صدا کے ترسے ہوئے شخص اب نظریں ہٹا لے بچی" سے"

ماہر نے کہنی اُس کے بازو پر مارتے کہا تو اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

"جانی آئی انڈرسٹینڈ یور پین"

بہرام نے اُس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تو ماہر نے جوابی اسے گھورا۔

"سمجھتا تو ابھی تک کچھ کر چکا ہوتا میرا۔۔۔ مگر تو تو ایسے بدلا ہے جیسے پچھلے جنم میں میں تیری سوتن رہا ہوں"

ماہر افسوس سے بولا تو بہرام مسکرا دیا۔

"اپنی جنگ خود لڑنا سیکھ میرے یار"

اُس کی بات پر ماہر نے رخ ہی اُس سے موڑ لیا تھا۔

"مجھے پیری پیری بائٹس کھانی ہیں"

جب ویٹر آرڈر لینے آیا تو سب نے ہی اپنی اپنی پسند کی ڈشز آرڈر کیں۔

مہروش آویز سے نظریں چراتی سب سے آخر میں بولی تو آویز نے چونک کر اسے دیکھا۔

اُسے اب سمجھ ائی تھی کہ وہ کب سے اپنی مرضی کے کھانے کی رٹ کیوں لگائے ہوئے تھی۔

ڈاکٹر نے اُسے کہا تھا کہ ابھی دو، تین ماہ وہ اپنی صحت کا خاص خیال رکھے۔کوشش کرے صرف ہیلدی چیزیں کھائے۔

زیادہ مرچوں والے اور باہر کے کھانے سے اجتناب کرے۔

آویز نے اسے دیکھا تبھی مہروش نے بھی اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں صاف وارننگ تھی۔

"اس کے علاوہ کچھ کھانا ہے تو کھاؤ نہیں تو اٹھو چلیں اب"

وہ سختی سے بولا تو مہروش کو سب کے سامنے سبکی کا احساس ہوا تھا۔

کم از کم وہ ویٹر کے سامنے تو آہستہ بولتا۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا"

وہ نظریں جھکائے دھیمی سی آواز میں بولی تو آویز نے سر ہلایا۔

یہ دن میں تیسری دفعہ آویز شاہ نے اُس پر غصّہ کیا تھا۔

مہروش کی آنکھیں میں نمی آئی تو وہ چہرہ بلکل نیچے کرتی آنکھیں سب سے چھپا گئی۔

"اوکے آپ جائیں۔بس یہی آرڈر ریڈی کر دیں"

آویز سنجیدگی سے ویٹر سے مخاطب ہوا تو ارمان نے غصے سے اسے دیکھا۔

وہ کچھ بولتا کہ بہرام نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُن اب کا تعلق پھر سے خراب ہو۔

یہ میاں بیوی کا آپسی معاملہ تھا وہ جیسے چاہیں حل کریں۔

مگر بہرام سے مہروش کی ناراضگی بھی نہیں دیکھی جاتی تھی۔

مہروش کے وجود کی کپکپاہٹ ہی سب پر عیاں کر رہی تھی کہ وہ رو رہی ہے۔

آویزاب بے نیازی سے موبائل میں لگا تھا وہ سب کے سامنے اُسے منانے یا چپ کروانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

"بچے اس میں رونے کی کیا بات ہے آپ میرے ساتھ پاستا کھا لینا میری جان یا اس کے علاوہ جو بھی کھانے کا دل ہے مجھے بتاؤ میں اپنی گڑیا کو منگوا دیتا ہوں"

بہرام محبت سے اُس کے گرد بازو لپیٹتا بولا تو وہ مزید دکھی ہوئی۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا"

وہ بھرائی آواز میں بولی تو سب لڑکیوں نے بھی فکر مندی سے اسے دیکھا تھا۔

"لالا میں واپسی پر آپ کے ساتھ حویلی چلوں گی"

وہ بغیر ایک نظر بھی آویز پر ڈالے بہرام کو دیکھتے ہوئے بولی تو اُس نے ہونٹوں کا کنارا دانتوں میں دباتے آویز کو دیکھا۔

جواب موبائل ٹیبل پر پٹختا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیوں جانا ہی تم نے ہاں؟"

آویز کی سرد آواز پر اُس کی آنکھوں سے مزید موتی ٹوٹ کر بے مول ہوئے۔

"میری مرضی۔ میں جہاں بھی جاؤں"

وہ ناراضگی سے بولی تھی مگر وہ اچانک ہی کرسی پیچھے کرتا اٹھا۔

پلوشے سے روحان کو لیا اور ایک نظر بھی اُن پر ڈالے بغیر ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا۔

پیچھے مہروش مزید رونے لگی تھی۔

سیرت جلدی سے آویز کی چھوڑی گئی کرسی پر ائی اور اُسے خود سے لگایا۔

مہروش یار چپ کرو۔۔۔کیوّں اپنی حالت خراب کر رہی ہو۔"

"کیا ہو گیا ہے شوہر اور بیوی میں اتنا تو چلتا ہے یار

وہ پیار سے اُس کا چہرہ صاف کرتی بولی مگر وہ بس روئے جارہی تھی۔

"اچھا چندہ اٹھو ہم حویلی چلیں"

بہرام نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کھڑا کیا تو وہ آنسو صاف کرتی اُس کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"تم کھانا پیک کروالو"

بہرام اسے حصار میں لیٹا ارمان سے مخاطب ہوا تو وہ سب بھی اٹھ کر باہر کی جانب آئے تھے۔

میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں"۔"

سیرت نے بہرام کو دیکھتے ہوئے کہا تو اُس نے سر ہلاتے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

وہ بھی آہستہ سے بیٹھ گئی مہروش بھی اُس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

"مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اُن کی۔ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں وہ"

وہ سیرت کے کندھے پر سر رکھتی دکھی سے لہجے میں بولی تو سیرت نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا۔

"مہروش وہ صرف تمہاری طبیعت کے باعث تمہیں منع کر رہے تھے یار"

سیرت نے اُسے سمجھایا تھا۔

کیونکہ وہ سچ میں آویز شاہ سے بہت متاثر ہوئی تھی جس طرح اُس نے مہروش کا خیال رکھا تھا۔

بہرام بھی گاڑی میں آیا اور اُس نے گاڑی سٹارٹ کی تو وہ دونوں خاموش ہو گئی تھیں۔

"آپ لوگ پلیز حویلی میں کسی کو کچھ مت بتائیے گا۔ سب پریشان ہو جائیں گے"

مہروش کی بات پر دونوں نے سر ہلائے۔

"ویسے یہ کوئی لڑائی والی بات نہیں تھی گڑیا آپ کو اُسے سمجھنا چاہیے تھا"

بہرام نے نرمی سے کہا تو اُس نے ناراضگی سے چہرہ شیشے کی طرف کر لیا تھا۔

"کبھی وہ بھی تو میری بات مان لیا کریں۔۔۔ میں ہمیشہ اُن کی ساری باتیں مانتی ہوں"

وہ پھر سے رونے والے ہوئی تو بہرام نے افسوس سے نفی میں سر ہلا یا۔

اب وہ اُسے کیسے سمجھاتا کہ اس دفعہ وہ غلط تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــ

وہ سب حویلی پہنچے تو ہر طرف سناٹا تھا۔

شاید تمام افراد سو چکے تھے۔

وہ سب بھی اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔

مہروش اپنے کمرے میں آئی اور دوپٹا ایک طرف پھینکتی بیڈ پر لیٹ گئی۔

موبائل آن کیا اور وٹس ایپ اوپن کی۔

آویز شاہ کی چیٹنگ میں داخل ہوئی تو اُس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کے تکیے میں جذب ہوا۔

وہ اب اُس کا نام لکھنے اور مٹانے میں مصروف تھی۔

مگر دھچکا تو اُسے تب لگا جب ایک میسج غلطی سے سینڈ ہو گیا۔

آویز کا دیا آن ہونے کی وجہ سے فوراً ڈبل ٹک ہوا تو مہروش کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔

اُس نے میسج ڈیلیٹ نہیں کیا۔کیونکہ وہ ایک دفعہ اپنی قسمت آزمانا چاہتی تھی۔

جانتی تھی آج سراسر غلطی اُس کی اپنی تھی۔

اُس نے یونہی عام سے بات کا ایشو بنالیا تھا۔

آویز نے میسج سین کر لیا تھا مگر جواب نہیں دیا تو وہ پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

" ایم سوری۔"

اُس نے دو لفظی پیغام بھیجا مگر اس بار بھی ریپلائے نہیں آیا۔

مہروش کچھ منٹ یُونہی اسکرولنگ کرتی رہی کہ ممکن ہے اُس کا ریپلائے آجائے مگر اُس کا ڈیٹا بھی آف ہو چکا تھا۔

وہ موبائل ایک طرف رکھتی کمبل خود پر اوڑھ کر لائٹ بند کرتی اب سیدھی لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔

پھر اچانک اسے روحان کا خیال آیا تو وہ فکر مند ہوئی۔

وہ پتہ نہیں کیسے سویا ہوگا؟

کس کے پاس سویا ہوگا؟

اُس نے کچھ سوچ کر دوبارہ سے سیل اٹھایا اور سوہا کا نمبر ڈائل کیا۔

"اسلام و علیکم آپی"

جیسے ہی اُس کی طرف سے کال پک ہوئی مہروش نے آہستہ آواز میں سلام کیا۔

" وعلیکم السلام سوئی نہیں ابھی تک؟"

سوہانے نرمی سے سوال کیا۔

"نہیں ابھی سونے لگی تھی پھر حان کا خیال آیا تو سوچا آپ سے پوچھ لوں"

"وہ تو آویز لالا کے پاس سو بھی گیا ہے۔ شکر آج اُس نے تنگ نہیں کیا۔ ہمیں تو لگا تمہارے بغیر روئے گا لیکن شاید تھکا ہونے کی وجہ سے جلدی سو گیا۔"

سوہانے اس کی بات کا جواب دیا تو اُسے کچھ تسلی ہوئی۔

"لالا بتا رہے تھے تمہاری کزنز نے روک لیا تمہیں کہ اب شادی کے بعد ہی واپس جانا؟"

سوہا کی بات پر وہ تلخی سے مسکرائی۔

شادی کو تو ابھی شروع ہونے میں بھی بارہ دن رہتے تھے۔

یعنی وہ اتنا تنگ تھا اس سے کہ بلکل جان ہی چھڑا لی۔

"ہاں وہ تو پاگل ہیں اس لیے انہوں نے کہہ دیا تمہارے لالا یونہی سیریس لے گئے ہوں گے۔ کل آپ لوگ آؤ گے ناں دعوت پر پھر میں آپ کے ساتھ واپس آجاؤں گی "

وہ آہستہ سے بولی۔

وہ اب اس لڑائی کو بڑھاوا ہرگز نہیں دینا چاہتی تھی وہ جانتی تھی کہ آویز شاہ مرد ہے اُس کے بغیر رہ لے گا مگر وہ نہیں رہ سکے گی۔

"ہاں ٹھیک۔۔۔ ویسے شاید لالا نہیں ائیں گے کل۔ وہ بتا رہے تھے اُن کی کوئی میٹنگ ہے۔ بابا سائیں نے سمجھایا بھی کہ یوں نا

جانا مناسب نہیں مگر وہ کہہ رہے تھے وقت نہیں اُن کے پاس۔

"تمہیں تو بتا ہی چکے ہوں گے

سوہا کی بات پر وہ مزید دکھی ہوئی۔

"نہیں ابھی میری اُن سے بات نہیں ہوئی"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔

"طبیعت بہتر ہے تمہاری؟"

جی۔۔۔اب بہتر ہُوں۔اچھا آپی خدا حافظ اب آپ بھی سو"
" جائیں

اُس نے بات ختم کرتے موبائل سائڈ پر رکھا اور کمبل سر تک
تانتے خاموش آنسو بہانے لگی تھی۔

--------------------------------------
-

صبح ارمان کی آنکھ کھلی تو مرحا روم میں موجود نہیں تھی۔

وہ کتنی بار اُسے کہہ چکا تھا کہ اُس کے اُٹھنے تک بیڈ سے ہلا بھی مت کرے۔

مگر اُس کا بھی مسلہ تھا کہ اُسے زیادہ دیر سونا پسند نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر یُونہی کسلمندی سے لیٹا رہا۔

آج اُس نے آفیس نہیں جانا تھا کیونکہ آج کل بہرام کوئی پروجیکٹ کرنے میں لگا تھا۔

وہ آرام سے بیڈ سے اٹھا ایک نظر بکھری بیڈ شیٹ اور کمبل کو دیکھا مگر پھر اگنور کرتا واشروم کی طرف بڑھا۔

اُس نے جیسے ہی ناب گھمایا دروازہ اندر سے بند ملا۔

یعنی وہ واشروم میں تھی ارمان کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ
ائی۔

"مرحا جلدی باہر آؤ مجھے شاور لینا ہے"

وہ سنجیدگی سے دروازے سے ٹیک لگاتا بولا۔

وہ جو اندر مار بل ٹب میں ببل باتھ لے رہی تھی اُس کی آواز پر
گڑبڑائی۔

"مم۔۔میں ابھی نہیں آسکتی آپ گیسٹ روم کے واشروم میں چلے جائیں"

وہ آہستہ سے بولی تو اُس نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائی۔

"کیوں تم اندر ایٹم بم بنانے کی کوشش میں لگی ہو جو باہر نہیں آ سکتی۔ چلو جلدی سے باہر آو مجھے آفیس جانا ہے"

وہ پہلے شرارت اور آخر میں سنجیدگی سے بولا تو مرحا نے غصے سے دروازے کو گھورا۔

"تو چلے جائیں ناں دوسرے واشروم میں"

وہ اِلتجا کرتی ھوئی بولی تھی۔

"دو منٹ کے اندر اندر تم باہر نہیں ائی تو میں پھر جو کروں گا تم سوچ بھی نہیں سکتی"

اُس کی بات پر مرحا نے منہ بنایا۔

"جو کرنا ہے کرلیں میں چالیس منٹ سے پہلے ہر گز باہر نہیں آنے والی"

وہ نڈر لہجے میں بولی تو ارمان نے سر ہلایا۔

اُس نے سائڈ ڈرا سے آکر واشروم کی دوپلیکیٹ کی اٹھائی اور اطمینان سے چلتا دروازے تک آیا۔

"لاسٹ ٹائم پوچھ رہا ہوں۔ آنا ہے باہر یا نہیں"

وہ دوبارہ سے بولا تو مرحا نے جھنجلا کر نہیں کہا تھا۔

تبھی جھٹکے سے ارمان نے چابی لوک میں گھمائی تو ٹک کی آواز سے لوک کھلا تھا۔

مرحا ابھی کچھ سمجھ بھی نہیں پائی تھی جب ارمان خانزادہ نے واشروم میں داخل ہو کر دروازہ دوبارہ لوک کیا۔

اُسے دیکھ کر مرحا کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں۔

اُس نے شکر کیا کہ ٹب میں جھاگ ہونے کی وجہ سے اُس کا جسم عیاں نہیں ہو رہا تھا بس گردن اور کندھے ہی باہر تھے۔

ارمان کو شرٹ اتارتے دیکھ وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیا بد۔۔ تمیزی ہے۔۔۔ باہر جائیں۔۔ ارمان"

وہ لڑکھڑا کر بولی تو ارمان نے ایک مسکراہٹ اُس کی طرف اچھالی اور ساتھ ہی شرٹ اُتار کر نیچے پھینکی۔

"لیٹس چل بے بی"

وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔

جیسے ہی اُس نے قدم ٹب کی طرف بڑھائے مرحا کا سانس اٹکا تھا۔

وہ تیزی سے ایک کونے سی چپکی۔

"ارمان پلیز میں ۔۔ابھی آتی ہوں باہر ۔۔آپ جائیں"

وہ اُس کی طرف دیکھتی بولی۔

چندہ تین دفعہ پوچھا تھا مگر آپ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔تو"

"میں نے سوچا دونوں میاں بیوی مل کر باتھ لیتے ہیں

ارمان مسکراتا ہوا ٹب کے بلکل قریب پہنچ چکا تھا۔

وہ آہستہ سے ٹب میں آیا اور مرحا سے تھوڑے سے فاصلے پر

دونوں بازو ٹب کے کناروں پر رکھے پھیل کر بیٹھا۔

مرحا اب بلکل ایک سائڈ پر کبوتر کی طرح آنکھیں میچے بیٹھی تھی۔

"کم ہیئر ڈارلنگ"

وہ جان بوجھ کے بوجھل لہجے میں بولا تو مرحا نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"پلیز ارمان مجھے بہت شرم آرہی ہے آپ چلے جائیں ناں"

وہ سرخ چہرہ لیے بولی۔

مگراب ارمان خانزادہ کی نظریں اُس کی ملائم گردن اور دودھیا کندھوں پر تھیں۔

"ارم۔۔۔ان"

وہ بند انکھوں سے بھی اُس کی نظریں خود پر محسوس کرتی جھلس سی رہی تھی۔

ارمان نے آہستہ سے اُس کا ہاتھ تھام کر اُسے قریب کیا تھا۔

اُس کی حرکت پر وہ بلکل مرنے والی ہونے لگی اس حالت میں اُس کے قریب بیٹھنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"!!!کیا۔۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں۔ارمان"

وہ اُس سے تھوڑا فاصلہ بناتی بولی تھی۔

جب اُسے ارمان کا ہاتھ اپنی کمر پر محسوس ہوا تو مرحا کا وجود سنسنا اٹھا۔

ارمان خانزادہ اب اُس کی کمر کی نرمی کو محسوس کرتا مدہوش سا ہو رہا تھا۔

"میں۔۔مر جاؤں۔۔۔گی۔۔۔پلیز۔۔۔پیچھے۔ہوں"

وہ لمبے لمبے سانس بھرتی ہوئی ٹوٹے پھوٹے الفاظ بولی تو ارمان نے اُس کی حالت غیر ہوتے دیکھ لب دانتوں میں دبائے۔

"ریلیکس مرحا"

وہ اُس کی کمر سہلاتا ہوا بولا۔

اب اُس کا مکمل وجود کپکپا رہا تھا ارمان کے تیزی سے اُسے قریب کر کے اُس کے ہونٹ اپنے ہونٹوں میں لیے۔

اُس کی سانسوں میں اپنی سانسیں منتقل کرتے وہ کچھ لمحوں میں ہی پیچھے ہوا تھا۔

"اوکے ایم گوئنگ۔۔۔ تم بھی ڈریس اپ ہو کر باہر آجاؤ"

وہ ٹب سے باہر نکل کر نرمی سے بولا۔

پھر ٹاول لیتا واشروم سے نکلا تو اُس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

کیا تھا یہ شخص۔

مرحا کو تو پل کو لگا تھا وہ سانس نہیں لے گی اُس کی قربت میں۔

اب اُس نے ببل باتھ کے خیال کو بھاڑ میں جھونکا اور اٹھ کر شاور لیا پھر کپڑے پہنتی باہر ائی۔

وہ اُس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔

مگر اُس نے باہر آکر شکر کیا کہ ارمان کمرے میں موجود نہیں تھا۔

وہ بھی بالوں کو برش کرتی باہر نکل آئی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ــــ

"بابا آپ نے آویزا اور اذلان انکل کو کال کر دی؟"

سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے جب مہروش نے ازمیر خانزادہ کی طرف دیکھتے سوال کیا۔

"ہاں بچے کل ہی دونوں کو انوائیٹ کر دیا تھا"

اُنھوں نے اطمینان سے کہا تو اُس نے پریشانی سے اُنہیں دیکھا۔

"جی اچھا"

وہ اہستہ آواز میں کہتی ناشتے پر جھکی تھی۔

شایستہ بیگم اُسے کب سے بریڈ میں کانٹا مارتے دیکھ رہی تھیں۔

مہروش ناشتہ کرو ٹھیک سے یہ بچوں کی طرح کھیل کیوں رہی
ہو"

اُنھوں نے نرمی سے کہا تو سب نے ہے اسے دیکھا۔

وہ پزل سی ہوتی جوس کا گلاس منہ سے لگا گئی۔

"ماما میں جا رہا ہوں۔۔۔۔کوشش کروں گا ٹائم سے آجاؤں لیکن نہ آسکا تو جب مہمان پہنچ جائیں آپ مجھے کال کر دیجئے گا"

بہرام کرسی کی بیک سے کوٹ اٹھا کر پہنتا بولا۔

پھر ایک آخری نظر سیرت کے جھکے سر پر ڈالتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"میری بیٹی خوش تو ہے ناں؟"

ازمیر صاحب سیرت کی طرف دیکھتے محبت سے بولے تو وہ دھیما سا مسکرائی۔

"جی بڑے بابا"

وہ کہتی دوبارہ سر جھکا گئی تو وہ بھی سر ہلاتے باہر نکل گئے۔

"اب تم چاروں ناشتے سے فارغ ہوتے ہی کاموں میں لگو"

میں زرا ماہر کو کال کرلوں کل کہہ رہا تھا اُسے آج لاہور جانا ہے" " شاید۔اب پتہ گیا ہے یا نہیں

شائستہ بیگم کی بات پر پلوشے نظریں جھکا گئی تو مہروش نے اُسے کہنی ماری تھی۔

"آں ہاں بھئی۔آپ بھی شرماتی ہیں"

وہ دبی دبی آواز میں بولی تو پلوشے دھیما سا مسکرائی۔

پھر سب ناشتہ کرکے ایسا کاموں میں لگی تھیں کہ سب کچھ بھول گئیں۔

ازمیر خانزادہ نے خاص تلقین کی تھی کہ کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔

ایک تو وہ اپنے بیٹے کی شادی کی خوشی میں دعوت کر رہے تھے دوسرا مہروش کے سسرال والے پہلی بار آرہے تھے۔

ان چاروں نے خود سے کچھ نہیں بنایا تھا مگر ملازموں سے کام کروانا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔

آخر عصر کے پانچ بجے تک مکمل گھر کی صفائی اور سیٹنگ وغیرہ بھی ہو گئی اور تمام کھانے بھی بن گئے تو سب اپنے کمروں میں تیار ہونے چلی گئیں۔

ارمان حویلی نہیں تھا مرحا نے اُسے کال کر کے جلدانے کا کہا تھا تاکہ وہ بھی تیار ہو جائے۔

ازمیر اور زبیر صاحب حویلی پہنچ کر اب تیار بھی ہو چکے تھے۔

سب کو انویٹیشن چھ بجے کا دیا گیا تھا اس لیے اب سب جلدی جلدی میں لگے تھے۔

نورین اور شائستہ بیگم نے سیرت کو اچھے سے تیار ہونے کا کہا تھا کیونکہ آج کی دعوت سپیشل اُن کی شادی کی خوشی میں ہی رکھی گئی تھی۔

پورے چھ بجے وہ پورے فیملی ممبرز بہرام سمیت لاؤنج میں موجود تھے۔

مہروش بہت پریشان تھی کہ جانے آویز شاہ اُس کے ساتھ کیسا رویہ رکھے۔

اُس نے تو کسی کو بتایا بھی نہیں تھا ناراضگی کا۔

لیکن اُسے یہ پریشانی بھی ساتھ تھی کہ اگر وہ آیا ہی نہ تو وہ کتنی شرمندہ ہو گی سب کے سامنے۔

سو اچھ ماہر لوگ پہنچ گئے تو سب نے انتہائی اچھے سے اُن کا استقبال کیا۔

وہ اُن کے خانزادہ کے افراد ہونے کے ساتھ ساتھ اب اُن کی بیٹی کے سسرالی بھی تھے تو پروٹوکول بڑھ چکی تھی۔

سمرین بیگم نے آتے ساتھ ہی پلوشے کو بہت پیار کیا تھا اور اسے اپنے پاس ہی بٹھا رکھا تھا۔

وہ اُس کے لیے کافی فروٹس، ڈرائے فروٹس اور کپڑے وغیرہ بھی لائی تھیں۔

باقی تینوں کے لیے بھی وہ خود شاپنگ کر کے ائی تھیں۔

کیونکہ اُن کی اپنی بیٹی نہیں تھی اس لیے وہ شروع سے ہی ان چاروں سے بہت محبت کرتی تھیں۔

ماہر نے بھی بس ایک محبت بھری نظر اُس پر ڈالی تھی جو پرپل کلر کے شلوار قمیص میں بے حد چمک رہی تھی۔

ماہر کو خوشی اس چیز سے ہوئی تھی کہ اُس نے سر پر دوپٹہ لے رکھا تھا۔

اُس کی پسند کی وجہ سے نورین بیگم ہمیشہ پلوشے کو سر پر دوپٹا کرنے کہا سبق دیتی ہی رہتی تھیں کیونکہ سب ہے ماہر کی احتیاط پسندی سے واقف تھے۔

بات یہ نہیں تھی کہ وہ تنگ نظر تھا۔

بس اسے اپنی ملکیت ڈھکی چھپی پسند تھی۔

ہمیشہ سے جب بھی وہ کالج یہ یونی میں پڑھتا تھا لڑکیاں اُس کی پرسنیلٹی پر فدا تھیں۔

لیکن ماہر کو اس طرح کی لڑکیاں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں جو بس کسی کی ظاہری خوبصورتی سے متاثر ہو کر اپنی تمام حدیں بھول جایا کرتیں۔

جنہیں گھر سے پڑھائی کے لیے اتنی دور دور تک بھیجا جائے وہ کیسے اپنے ہی گھر والوں کی عزت اچھالنے میں لگی ہوتی تھیں۔

ماہر تقریباً بچپن سے ہی پلوشے کو چاہتا تھا۔

وہ جانتا تھا وہ معصوم ہے اس لیے وہ ابھی سے اُسے اُس کی لمٹ ضرور یاد کرواتا رہتا تھا۔

کہ یہ حد ہے جہاں تک تم جاسکتی ہو اور یہ تمہاری حد سے آگے ہے تم نے یہاں تک نہیں انا۔۔

وہ بھی اُس کی ساری باتیں مانتی تھی بغیر کسی بحث کے۔

ماہر کو صرف ایک دفعہ کہنا پڑا تھا کہ تم چادر کر کے حویلی سے نکلا کرو۔

اور وہ ایک دفعہ میں ہی اُس کی بات کو مان گئی تھی۔

اُس دن کے بعد ماہر نے اُسے جہاں بھی دیکھا چادر کے ساتھ دیکھا۔

ماہر کو اُس کی معصومیت اور زمانے کی درندگی کا علم تھا۔

اس لیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنا حسن یوں سرِعام عیاں کر کے اپنی نسوانیت، اپنی معصومیت کھو بیٹھے۔

پڑھائی سے ماہر کو کوئی پروبلم نہیں تھا اُسے خود بھی ایجوکیشن میں بہت انٹرسٹ تھا۔

وہ اب صرف اپنی بھی اُس پر نہیں تھونپنا چاہتا تھا۔
ہاں اُس کی الگ کمپنی سے ماہر کو پروبلم تھی تو یہ بات بھی اُسے سمجھا کر اپنے ساتھ کام کرنے پر قائل کر چکا تھا۔

وہ شادی کے بعد اُس پر کے قسم کی کوئی پابندی نہیں لگانا چاہتا تھا کیونکہ تب وہ اُس کے ساتھ ہوتا تو اُسے پردے کی کیا ضرورت۔

جب آپ کا محرم آپ کا محافظ آپ کے ساتھ ہو تو زمانے کی گرم ہوا آپ کو چھو بھی نہیں سکتی۔

اُن کے خاندان میں یہ نہیں ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو ڈانٹا جائے کہ یہاں نہیں جانا وہاں نہیں جانا یہ نہیں پہننا وہ نہیں پہننا۔

لیکن جب یہ جنریشن بڑی ہوئی تو ان کے خانزادہ میں یہ سب بھی ہونے لگا تھا۔

کیونکہ پہلے کا ماحول بہت سادہ تھا جو آج کل کا ہرگز نہیں تھا۔

اب یہ چاروں یونی جاتی تھیں وہاں کو ایجوکیشن کا دور تھا۔

وہ سب بلاوجہ انہیں ڈانٹا ڈپٹا نہیں کرتے تھے مگر جہاں ضرورت محسوس ہو یہ سب ہے غیرت مند مرد کرتا ہے۔

اب زمانہ جتنا بھی بدلے خنزادوں کی رگوں میں خون تو وہی دوڑ رہا تھا۔

عزت اور غیرت سے بڑھ کر اُن کے لیے اپنی جان بھی عزیز نہیں تھی۔

ماہراب علی خانزادہ کے پاس بیٹھ چکا تھا۔

وہ لوگ باتوں میں مصروف تھے جب میر اور سوہا کے پیچھے اُن کی ساری فیملی بھی اندر داخل ہوئی۔

سب نے دوبارہ بھی اتنی ہی پرجوشی سے اُن کا استقبال کیا تھا۔

مہروش کی بے تاب نظریں دروازے پر ہی ٹکی آویز شاہ کا انتظار کر رہی تھیں۔

مگر وہ شاید نہیں آیا تھا۔

وہ بھی زبردستی مسکراتی اٹھ کر سب سے ملی۔

جب سب بیٹھ گئے تو شائستہ بیگم نے مسکرا کر رابعہ بیگم کو دیکھا۔

"آویزا اور روحان کہاں ہیں؟"

اُن کے سوال پر مہروش نے افسوس سے اُنہیں دیکھا۔

کتنی خوش تھیں اُس کی ماما اب کیسے اُس بے رحم کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔

وہ جانتی تھی ابھی اُس کے کان یہی سنیں گے کہ آویز نہیں آسکا۔

بھابھی آویز کی کوئی کال آگئی تھی تو وہ باہر ہی کھڑا بات کر رہا ہے" "اور روحان بھی اسی کے پاس ہے

رابعہ بیگم نے بھی جوابی مسکرا کر کہا تو مہروش نے بھی کب کا رو کا سانس خارج کیا۔

اُس کی ایک طرف پلوشے بیٹھی تھی اور دوسری طرف مرحا۔

سوہا میر کے پاس بیٹھ چکی تھی اور سیرت شائستہ اور نورین بیگم کے درمیان سر جھکائے بیٹھی تھی۔

مرحا کی نظریں ابھی بھی دروازے پر ہی ٹکی تھیں جب اچانک سامنے اپنے من چاہے انسان کو دیکھ کر اُس کی بے تاب نظروں کی قرار آیا۔

آویز شاہ بلیک شلوار قمیض پر آف وائٹ شال کندھوں پر ڈالے ایک ہاتھ میں موبائل تھامے جبکہ دوسری بازو کو روحان کے گرد لپیٹے سنجیدگی سے آگے آیا۔

ابھی وہ سب سے ملتا کہ اُس کی نظر صوفے سے اٹھتی مہروش اور گئی۔

وہ تیزی سے اٹھتی آویز کے پاس گئی اور ہاتھ آگے بڑھائے تو روحان جلدی سے اس کی گود میں آیا تھا۔

اُسے روحان کی یاد نے بھی شدت سے ستار کھا تھا۔

اس کی جان بستی تھی روحان آویز شاہ میں۔

سارا دن تو وہ اپنے اسی دوست کے ساتھ گزارتی تھی۔

اب کل رات سے کے کر اب تک کی جدائی اُسے بہت ستا چکی تھی۔

آویزپل کو اُس کے چہرے کی شادابی میں کھویا تھا۔

وہ پینک کلر کے تھری پیس میں بے حد کھلی کھلی لگ رہی تھی۔

آنکھیں ہلکی ہلکی سوجی ہوئی تھیں جو اُس کے حسن کو مزید نکھار رہی تھیں۔

گلابی بھرے بھرے ہونٹ اتنے تازہ سے لگ رہے تھے کہ اُس کا دل کیا ابھی اُنہیں اپنی شدتوں سے روشناس کروادے۔

مگر پھر وہ سر جھٹکتے اگے بڑھا باری باری سب سے ملنے کے بعد وہ ایک خالی صوفے پر بیٹھا۔

مرحا بھی بغیر کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے اُس کے پاس آکر بیٹھ چکی تھی۔

وہ محبت سے روحان کی گالیں چوم رہی تھی۔

سب اس کی محبت دیکھ کر مسکرائے تھے۔

رابعہ اور ندہ بیگم اب سیرت سے چھوٹے موٹے سوال کر رہی تھیں جن کا وہ دھیمی آواز میں جواب دیتی رہی۔

روحان کی نظر جیسے ہی بہرام پر گئی وہ فوراً مہروش کی گود سے اتر کر صوفوں کو پکڑتا چھوٹے چھوٹے قدم لے کر اُس تک پہنچا۔

بہرام نے بھی مسکرا کر اُسے اٹھا کر گود میں لیا اور اُسے پیار کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد شائستہ بیگم اٹھ کر کچن کی طرف بڑھیں تو پیچھے باری باری حویلی کی سب لڑکیاں بھی آ گئیں تا کہ اُن کی مدد کروا سکیں۔

آخر میں سیرت نے کچن میں قدم رکھا اور گہری سانس لی۔

"اُف مجھے تو بہت شرم آرہی تھی۔ مجھ سے تو اب مزید وہاں نہیں بیٹھا جاتا سب ہی مجھے دیکھ رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔۔۔میں نے اب نہیں آنا باہر"

وہ آہستہ آواز میں بولی تو شائستہ بیگم نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر اس تک آئیں۔

اور اُس کی گال پر ہاتھ رکھا۔

"ماشاءاللہ میری بیٹی ہے ہی اتنی پیاری خ کوئی نظریں ہی نہیں ہٹا پارہا۔۔۔ویسے نورین اسے نظر ہی ناں لگ جائے کچھ مرچیں وار دو"

وہ محبت سے بولیں مگر آخر میں فکرمندی سے نورین بیگم کو مخاطب کیا۔

توانہوں نے بھی سیرت کو دیکھا جو گولڈن شلوار قمیص میں پینک لپسٹک لگائے واقعی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

"جی بھابھی میں وار دیتی ہوں"

اُنھوں نے مسکرا کر کہا تو سیرت شرما سی گئی اپنی تعریفوں پر۔

"اچھا نااب بس کریں آپ لوگ مجھے کنفیوز کر رہی ہیں"

وہ سر جھکاتی بولی تو سب ہی ہنسنے لگیں۔

"ماما کی تعریفوں پر یہ حال ہے۔جب لالا کریں گے تب کیا کرو گی"

مرحا نے اُسے چھیڑا تو سب مسکرائیں۔

سیرت مزید شرمندہ ہوتی چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ چکی تھی۔

"ماشاءاللہ"

شائستہ بیگم نے محبت سے اُسے دیکھتے کہا اور ملازمہ کے ہاتھ میں بریانی کی ٹرے تھمائی۔

"آپ دونوں جائیں مہمانوں کے پاس بیٹھیں ہم کرلیں گی"

مرحا نے شائستہ اور نورین بیگم سے کہا تو وہ سر ہلاتیں باہر آ گئیں۔

سب مرد حضرات اب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے اور عورتیں صوفوں پر ہی بیٹھی تھیں اُن کا کھانا وہیں ٹیبل پر لگایا جا رہا تھا۔

" تم بھی جاؤ اپنے شوہر صاحب کو منانے کی کوشش کرو"

سیرت نے مہروش کو کہا جو سب کسٹرڈ پر پستہ بادام کی گارنشینگ کر رہی تھی۔

" بعد میں منالوں گی۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو سیرت میں سر ہلایا۔

پھر تمام ڈشز مہمانوں تک بھجوا کر وہ بھی باہر آئیں۔

"بیٹا آپ لوگ بھی لیں نا"

ندہ بیگم نے اُنہیں یُونہی بیٹھے دیکھ کر کہا تو مہروش نے اگے ہو کر سب کے لیے رائس پلیٹس میں ڈالے۔

سب کھانا کھا کر لاؤنج میں اس چکے تھے کیونکہ چائے کا انتظام وہاں کیا گیا تھا۔

ارمان ملازموں کو یہاں آنے سے سختی سے منع کر چکا تھا۔

کیونکہ یہاں سب عورتیں موجود تھیں۔

رات کے ساڑھے نو بجے اذلان شاہ نے ازمیر خانزادہ سے اجازت لی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

میر نے روحان کو اشارہ کیا تھا وہ اور سوہا سب سے پہلے نکل گئے۔

مہروش اب انگلیاں چٹخاتی پریشان سی بیٹھی تھی۔

آویز شاہ اُسے ایگنور کیے باہر کی جانب بڑھا تو شائستہ بیگم نے حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔

اُن کا خیال تھا وہ مہروش کو ساتھ لے جائے گا مگر اُس نے تو مہروش سے پوچھا تک نہیں تھا۔

"آؤ بیٹا چلیں"

رابعہ شاہ مہروش کو دیکھ کر بولیں تو وہ آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

پہلے اس کی غلطی تھی تو اُسے اب آویز کے ریکشن کو برداشت کرنا ہی تھا۔

وہ شائستہ بیگم سے نظریں چراتی سب سے ملی۔

پھر رابعہ بیگم کے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی۔

______________

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو آویز بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹا تھا۔

مہروش نے ایک نظر اسے دیکھا پھر روحان کو لیے واشروم گئی۔

اُسے شاور دے کر کمرے پہنائے پھر اُسے لیے بیڈ پر آئی۔

وہ اب روحان کے ساتھ بیٹھی کھیل رہی تھی۔

اُسے گد گد آتی تو وہ کھلکھلا دیتا۔

آویز جو کب سے سونے کی کوشش کر رہا تھا اُن دونوں کی آوازوں سے سخت اریٹیٹ ہوا۔

جب کافی صبر کے باوجود بھی اُن کا شور نہیں تھما تو اُس نے جھٹکے سے بازو آنکھوں سے ہٹایا تھا۔

ایک قہر بھری نظر مہروش پر ڈالی جو اب حیرت سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"بند کرو اپنا یہ بچپنا اور خاموشی سے سو جاؤ"

وہ بلند آواز میں دھاڑا تو اُس نے آنکھیں میچ لیں۔

"آپ سو جائیں میں نے آپ کو تو کچھ نہیں کہا"

وہ بھی غصے سے بولی تھی۔

مہروش بحث مت کرو۔مجھے یونہی غصّہ آجائے گا چپ چاپ"
اسے بھی سلاو اور خود بھی سو جاؤ"

وہ شدید قسم کی سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"آپ ایسے کیوں ہے آویز شاہ؟ ہر وقت ہر بات پر غصّہ کر کے کیا ملتا ہے آپ کو"

وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی تو آویز اچانک اٹھ کر بیٹھا۔

"جسٹ شٹ یور ماوتھ"

وہ اُسے غصے سے گھورتا دبی دبی آواز میں چیخا تو مہروش واقع خوف زدہ ہوئی تھی۔

وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھنے ہی لگی کہ اُس کی کلائی آویز کی سخت گرفت میں آئی تھی۔

اگر اب کی بار تم اس روم سے باہر نکلی تو دوبارہ داخل ہونے کا" سوچنا بھی مت "

وہ سرخ آنکھیں لیے بولا تھا۔

مہروش خاموشی سے دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور روحان کو گود میں لے کر آہستہ آہستہ تھپتھپانے لگی۔

تھکن کے باعث وہ کچھ دیر میں ہی سو گیا تو مہروش نے اٹھ کر اُسے اُس کی کاٹ میں لٹایا۔

پھر کچھ سوچ کر وہ الماری کی طرف ائی اور اپنی ایک نائٹ لیتی واشروم آگئی۔

وہ جب پہلی دفعہ آویز شاہ کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی تب آویز نے اسے کئی نائٹ ڈریس لے دیئے تھے۔

مگر وہ سب اتنے بولڈ تھے کہ اُس نے کبھی پہننے کا سوچا ہی نہیں۔

مگر آج وہ آویز شاہ کو منانے کے لیے یہ بھی کر کے دیکھنا چاہتی تھی۔

یہ سلک کی بلیک نائٹی تھی جو صرف سینے سے لے کر مہروش کی تھائی تک ہے پہنچ پائی تھی۔

مہروش نے خود کو شیشے میں دیکھا تو شرم سے سرخ ہوئی وہ خود کو بھی ایسے دیکھ نہیں پارہی تھی۔

اُس کے سامنے کیسے جاتی۔

اُس نے نائٹی کے ساتھ ملا کوٹ کھول کر پہنا اور بیلٹ کو پیٹ پر کس لیا۔

اب وہ کچھ مطمئین ہو چکی تھی کیونکہ کوٹ سے اُس کا وجود چھپ گیا تھا۔

وہ بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتے آہستہ آہستہ قدم لیتی واشروم سے باہر نکلی۔

آویز شاہ اب لائٹ آف کر چُکا تھا۔

مہروش بیڈ پر اپنی سائڈ آئی اور کھسک کر اُس کے قریب ہوئی جو اُس سے کروٹ بدلے لیٹا تھا۔

مہروش نے اُس کے بلکل ساتھ چپک کر چہرہ اُس کی گردن میں چھپایا مگر وہ ہنوز یُونہی لیٹا رہا تھا۔

اُس نے آویز شاہ کو بمشکل کھینچ کر سیدھا کیا۔

وہ آج کچھ بھی کر کے اُس کی ناراضگی دور کرنا چاہتی تھی۔

آویز جو جاگ رہا تھا بس آنکھیں بند کیے اپنی بیوی کی ہمت دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے لیے کیا کیا کر سکتی ہے۔

مہروش نے چہرہ اُس کے چہرے کے بلکل قریب کیا۔

"آئی لو یو آویز ازلان شاہ"

وہ اُس کے کندھوں پر بازو ٹکائے اُس کے کان کے پاس جھکتی بوجھل لہجے میں بولی۔

آویز نے بمشکل اپنے آپ کو کسی پیش قدمی سے روکا۔

مہروش نے اب کی بار نرمی سے ہونٹ اُس کی ٹھوڑی پر رکھے تو آویز کو اپنی رگوں تک سرشاری دوڑتی محسوس ہوئی تھی مگر اُس نے آنکھیں یُونہی بند رکھیں۔

"آویز میں جانتی ہوں آپ جاگ رہے ہیں"

اُس نے دوبارہ آہستہ مگر محبت بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

مگر اُس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو مہروش نے مسکرا کر اُس کی بند آنکھوں کو دیکھا۔

پھر اُس نے اُن اور اپنے نرم و گداز ہونٹ رکھے تو آویز شاہ کو سکون ملا تھا۔

آج پہلی دفعہ مہروش خود سے کچھ کر رہی تھی۔

نہیں تو ہمیشہ اُسے خود سب کچھ کرنا پڑتا تھا۔

مہروش نے آخر میں اپنے لب اُس کے لبوں سے جوڑے تو اب کی بار آویز شاہ کو ضبط کرنا مشکل ہی لگا۔

آویز نے جھٹکے سے اُس کی گردن کے گرد ہاتھ ڈالتے اُسے نیچے کیس اور خود اوپر آیا تھا۔

اب وہ اُس کے ہونٹوں کی نرماہٹ کو اپنے لبوں سے محسوس کر رہا تھا۔

ساتھ ساتھ تیزی سے اُس کے بالوں میں ہاتھ بھی پھیرا جا رہا تھا۔

مہروش نے کوئی مزاحمت نہیں کی وہ تو البتہ خوش ہوئی تھی کہ چلو ناراضگی کم ہو گی۔

نہیں تو اسے تو لگا تھا کہ آج وہ یُونہی ناراض سو یا رہے گا مگر وہ کہاں جانتی تھی ناراضگی ایک طرف۔

آویز شاہ نے کیسے یہ ایک دن کی دوری بھی جھیلی تھی۔

مہروش نے آہستہ سے ہاتھ اُس کے اور اپنے پیٹ کے درمیان بچی تھوڑی سی جگہ میں ڈالے مگر آویز شاہ اُس کی کسی حرکت پر بھی دھیان دیئے بغیر اُس کی سانسوں میں ہی کھویا تھا۔

مہروش نے ہمت کرتے ہاتھ آویز کی شرٹ کے بٹن پر رکھے اور آہستہ آہستہ بٹن کھولنے لگی۔

جب اُس نے سارے بٹن کھول لیے تو شرٹ آویز کے کندھوں سے نکالتے سائڈ پر پھینکی تھی۔

پھر نرمی سے اپنے ہونٹ اُس سے الگ کیے اور اُس کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں خمار کی سرخی لیے اس کہ چہرہ دیکھ رہا تھا۔

مہروش کو لگا اُس کی بہادری یہیں ہوا ہو جائے گی اس لیے اس نے جلدی سے نظریں جھکالی تھیں۔

اب اچانک آویز نے چہرہ اُس کی کی گردن میں چھپایا اور وہاں بوسے دینے کے ساتھ ساتھ دانتوں سے اُس کی گردن پر کاٹنے بھی لگا تھا۔

مہروش جانتی تھی جب بھی وہ غصے میں ہوتا وہ اُس کی گردن اور کندھوں کو اپنے دانتوں سے سرخ کردیا کرتا تھا۔

اب وہ ہلکی ہلکی سسکیاں بھرنے لگی مگر اُسے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

جب اُس کے دیئے گئے زخموں پر اُس کی بیرڈ چبھتی تو مہروش کو اپنی جان جاتی محسوس ہوئی تھی۔

آویز نے اب ہاتھ اُس کے پیٹ پر رکھتے تیزی سے بیلٹ کھولا تھا۔

گاؤن کھلتے ساتھ ہی بیڈ پر پھسلتا چلا گیا اب مہروش کی گردن کندھے اور تھائی سے نیچے تک چمکتی ہوئی پنڈلیاں اُس کے سامنے تھیں۔

آویز کی نظریں اپنے وجود پر گڑھی دیکھ مہروش سرخ ہوئی۔

"کمبل۔۔۔ڈال۔۔لیں"

وہ بمشکل ہی ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی تھی۔

"تمہیں چھپانے کے لیے میں ہی کافی ہوں"

وہ بوجھل اور سلگتے ہوئے لہجے کہتا ہوا اب مکمل اس پر آیا تھا۔

اور واقعی آویز شاہ کے مضبوط وجود نے اُس کے نازک وجود کو اپنے بلکل نیچے چھپا لیا تھا۔

اب وہ دونوں ہاتھ مہروش کے گرد رکھتا اُس کے ملائم کندھوں پر جھکا اور وہاں اپنی شدتیں دکھانے لگا۔

مہروش کو اب گردن اور کندھوں پر بے حد جلن ہی رہی تھی مگر وہ جلاد شاید آج ہی سارا غصّہ اُس پر نکالنا چاہتا تھا۔

آہستہ آہستہ جیسے رات سرکتی گئی آویز شاہ کی شدتیں بھی بڑھتی گئیں تھیں۔

وہ نازک جان بلکل نڈھال سی ہو چکی تھی۔

جب اُس کے لیے مزید آویز شاہ کا جنون سہنا دوبھر ہوا تو اُس نے رونا شروع کر دیا تھا۔

وہ جو بلکل اُس کے وجود اُس کی قربت میں کیا تھا اُس کے آنسو دیکھ کر اُس پر رحم کھاتا پیچھے ہوا۔

یہ نہیں تھا کہ مہروش نے پہلی دفعہ اُس کی قربت میں رات گزاری تھی۔

وہ کئی دفعہ اس کی شدتیں سہہ چکی تھی مگر اس دفاع آویز شاہ نے جنون کی ہر حد پار کر دی تھی۔

جو اُس کے لیے سہنا بے حد مشکل تھا لیکن پھر بھی وہ سہتی رہی تھی تو فقط اُسے راضی کرنے کی خاطر۔

--------------------------------------------

-----

وہ آج کل اکیلی یونی ہوتی تھی مطلب پہلے مہروش نے یونی چھوڑی پھر مرحا نے اور اب شادی کی وجہ سے سیرت بھی گھر بیٹھ چکی تھی۔

سیرت اور مرحا کا آگے سٹڈی کنٹینو کرنے کا ارادہ تھا مگر مہروش کے پاس اب بلکل وقت نہیں تھا۔

گھر سمبھالنا پھر آویز اور روحان کو سمبھالنا اور اب تو وہ خود پریگنینٹ تھی، پھر بچے کے بعد تو بلکل ہی نہ ممکن تھا یونی جانا۔

اِس نے مرحا سے بات کی تھی کہ تم تو آنا شروع کر دی اب شادی کو مہینے سے بھی اوپر ہو چکے ہیں۔

لیکن وہ ابھی ارمان سے بات نہیں کر پائی تھی اس معاملے میں۔

پلوشے کو کبھی بہرام اور کبھی ارمان پک اینڈ ڈراپ کرتے۔

وہ لاسٹ لیکچر لے رہی تھی جب اچانک اُس کے سر میں درد کی ٹیس اٹھی تھی۔

وہ ٹیچر سے اجازت لیتی اپنی ایک دوست نیلم کے ساتھ باہر گراؤنڈ میں آگئی۔

نیلم کینٹین سے اُس کے لیے جوس لینے گئی تھی۔

گراؤنڈ بہت بڑا تھا لیکن اس وقت یہاں چند ہی سٹوڈنٹس موجود تھے۔

کیونکہ سب کی کلاسز چل رہی تھیں۔

اچانک پلوشے کی نظر یونی کے گیٹ پر گئی تھی جو تقریباً آدھے کلو میٹر کے فاصلے پر موجود تھا۔

وہ گراؤنڈ کی بلکل سائڈ پر بیٹھی تھی جس کے کچھ ہی فاصلے پر ٹیچرز کی گاڑیوں کے لیے روڈ بنا تھا۔

اُس کی نظر اب اس گاڑی پر تھی جو انتہائی سپیڈ سے اسی کی طرف آ رہی تھی۔

وہ حیران ضرور ہوئی تھی کہ اس وقت کون آیا ہو گا وہ بھی اتنی تیز ڈرائیونگ۔

اچانک گاڑی اُس تک آ کر رکی تو اُس نے حیرت سے اس سے نکلنے والے دو آدمیوں کو دیکھا تھا۔

دونوں نے ہی بلیک ماسک پہن رکھے تھے۔

وہ اُن کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ خوف زدہ ہوئی۔

ابھی وہ گھاس سے اٹھتی کے دونوں نے قریب پہنچ کر اسے بازوؤں سے سختی سے گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا اور خود اُس کی اطراف میں بیٹھے۔

ڈرائیور نے فوراً گاڑی واپس کی طرف موڑی۔

وہ چیخنا چاہتی تھی مگر اُن میں سے ایک نے کوئی دوا لگا کر ایک کپڑا اُس کی ناک پر رکھا۔

وہ کچھ سیکنڈز میں ہی ہوش و حواس کھو چکی تھی۔

پل کا کھیل تھا کوئی سمجھ بھی نہیں پایا اور وہ وہاں سے غائب کر دی گئی تھی۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

بہرام خانزادہ کب سے یونی کے گیٹ پر کھڑا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن پلوشے باہر آ ہی نہیں رہی تھی اب آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔

یونی کے زیادہ سٹوڈنٹس باہر نکل چکے تھے مگر وہ نہیں آئی تھی۔

اب بہرام کو فکر مندی ہوئی کیونکہ وہ روزآنہ ٹائم سے باہر آجایا کرتی تھی۔

وہ آہستہ سے اپنی پراڈو سے نکلا تو پیچھے موجود گارڈز کی گاڑی میں سے دو گارڈ نکلتے اُس کے پیچھے ہو لیے تھے۔

بہرام کے اشارے پر ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر سیکیورٹی گارڈ سے پلوشے کے مطلق پوچھا۔

اُس نے لاعلمی ظاہر کی کہ اُسے نہیں معلوم وہ ابھی تک کیوں نہیں ائی اور نہ ہی اس نے اُسے کسی کے ساتھ جاتے دیکھا ہے۔

بہرام غصے سے کھولتا واپس آیا اور اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے اُس پر یونیورسٹی میں داخل ہوا۔

کیُونکہ راہداری بہت لمبی ہونے کی وجہ سے اُسے دیر لگ جاتی۔

اُس نے گاڑی پارکنگ میں پارک کی اور تیزی سے پرنسپل افس میں داخل ہوا۔

پرنسپل صاحب جو کسی سے کال پر بات کر رہے تھے اُسے دیکھ کر اُن کی آنکھیں چمکیں۔

وہ فوراً کال اینڈ کرتے اس کی طرف بڑھے اور اُس سے ہاتھ ملایا۔

"مسٹر بہرام خانزادہ آپ یہاں؟"

وہ بے حد خوشی سے گویا ہوئے۔

جی۔۔۔پلوشے ماہر خانزادہ ابھی تک باہر نہیں ائیں۔کائنڈلی" آپ پی ایز کو بھیج کر اُنہیں بلوادیں میں کب سے ویٹ کر رہا ہوں"

وہ ازحد سنجیدگی سے بولا تو اُنہیں نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"مسٹر خانزادہ وہ الریڈی جا چکی ہیں۔۔۔ تقریباً آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہے اُن کے سر میں پین تھا تو آپ کے ڈرائیور آ کر اُنہیں لے گئے تھے بلکہ مسٹر ازمیر خانزادہ نے مجھ سے بات بھی کی کہ ڈرائیور کے ساتھ اُنہیں بھیج دیا جائے"

اُنھوں نے تفصیل سے بہرام کو ساری بات بتائی تو اُس نے جھٹکے سے ان کی طرف دیکھا۔

"وٹ۔۔۔ ابھی بابا نے ہی مجھے کال کی تھی کہ میں اُنہیں پک کر لوں۔ تو آپ کی کیسے اُن سے بات ہوئی"

بہرام ماتھے کو انگلیوں سے سہلاتا ہوا بولا تو پرنسپل نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ ایک دفعہ کال کر کے کنفرم کر لیں"

اُنھوں نے ہو بتایا تو بہرام نے اثبات میں سر ہلاتے اپنے سیل میں ازمیر صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔

اُنھوں نے صاف انکار کر دیا تھا کہ اُن کی پرنسپل سے کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔

بہرام کو اب اپنا دماغ سلگتا ہوا محسوس ہوا اُس نے احتیاطاً شائستہ بیگم کو بھی کال کی تو اُن کا یہی کہنا تھا وہ ابھی گھر نہیں پہنچی۔

مسٹر خانزادہ میں چیک کروالیتا ہوں آپ پریشان میں ہوں" "شاید وہ نہ گئی ہوں یہیں موجود ہوں

پرنسپل نے کہتے ساتھ ہے تین چار پی ایز کو بلوا کر اسے ڈھونڈنے کا کہا۔

پندرہ منٹ بعد ہی وہ سب یُونہی لوٹے تھے۔

"سر وہ کہیں بھی نہیں ہیں۔۔۔ سر طاہر کا کہنا ہے اُن کی کلاس کے وقت وہ سر درد کا کہتیں باہر چلی گئی تھیں پھر واپس نہیں آئیں۔"

ایک نے آگے بڑھ کر اُنہیں تمام بات بتائی۔

"وٹ دا ہیل از دس۔۔۔ آپ کی یونیورسٹی سے کوئی میری بہن کو اتنی آسانی سے لے گیا اور آپ کو معلوم بھی بھی ہوا"

بہرام کی دھاڑ پر پرنسپل صاحب تھوڑا دور ہوئے۔

"مسٹر خانزادہ میں ابھی پولیس بلاتا ہوں"

ابھی وہ فون نکالتے کے اُس کے چیخنے پر رکے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کچھ بھی کرنے کی۔ ہم خود اُسے تلاش کرلیں گے مگر آپ کے منہ سے ایک لفظ بھی نکل کر کسی کے کانوں تک پہنچا تو آپ کی یونیورسٹی اُسی وقت راکھ ہو جائے گی"

وہ اُنہیں دھمکی دیتا جلدی سے باہر نکلا ساتھ ہی ساتھ وہ باہر اور ارمان کو بھی اس سب سے آگاہ کر چکا تھا۔

اُن دونوں کو بھی جلدی حویلی پہنچنے کا کہا تاکہ مل کر کچھ سوچا جا سکے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــ

بہرام اُن دونوں کا انتظار کر رہا تھا وہ اس وقت مردان خانہ میں موجود تھا۔

کیونکہ وہ خواتین کو یہ خبر دے کر انھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اچانک ہی اُن دونوں نے اکھٹے اپنے قدم لاؤنج میں رکھے اور فوراً اُس کے قریب ائے۔

"آپ انتظار کس چیز کا کر رہے ہیں۔ گھنٹہ تو ہونے ہی والا ہے
اب اُسے گئے اب تک پتہ نہیں وہ لوگ کیا کر چکے"

"کچھ نہیں۔۔ کچھ بھی نہیں کیا ہو گا اُنھوں نے۔۔ گارڈز باہر
موجود ہیں اور ہم تینوں ابھی اسی وقت عبید خان کے ڈیرے پر جا
رہے ہیں"

ابھی ارمان اپنی بات مکمل کرتا کے ماہر اُس کی بات کاٹتے ہوئے
چیخا تھا۔

"ہوش سے کام کو ماہر۔۔۔ وہ لوگ پاگل نہیں ہیں کے اُسے
ڈیرے پر رکھیں گے۔"

بہرام نے اُسے ٹھنڈا کرتے کہا مگر ماہر خانزادہ کو لگ رہا تھا۔

کہ اگر وہ جلد ہی اپنی پلوشے تک نہیں پہنچا تو اُس کی سانس تھم جائے گی۔

انہیں باتوں کا تو خوف رہتا تھا اُسے ہمیشہ سے۔

"پھر بتاؤ تم ہی کہ کہاں جائیں۔۔۔۔"

وہ غصّے سے دھاڑا تھا ابھی بہرام کچھ کہتا کہ اُس کا سیل رنگ ہوا۔

ماما کالنگ دیکھ کر اُس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

یقیناً وہ لوگ ابھی تک پلوشے کے نہ پہنچنے پر پریشان تھیں۔

"آف کر دیں۔۔۔ابھی بتانا ٹھیک نہیں"

ارمان نے مشورہ دیا تو اُس نے موبائل آف کر کے پاکٹ میں رکھ لیا۔

"نمبر۔۔۔نمبر ٹریس کروایا جاسکتا ہے اُس کا"

بہرام نے اچانک آئیڈ یاد یا تو ماہر نے فوراً اپنے ایک دوست کو کال کر کے نمبر بتایا۔

اُس نے کچھ دیر بعد ہی لوکیشن بھیج دی تھی۔

وہ تینوں اب حیران تھے کہ اُنھوں نے اُس کا سیل کیوں آف نہیں کیا۔

لوکیشن گاؤں کے باہر موجود عبید خان کی ایک دوسری حویلی کی تھی۔

بہرام تو اب اُس خبیث انسان کو قتل ہی کر دینا چاہتا تھا۔

"بہرام خانزادہ تم نے کو کرنا ہے کر لینا مگر اب کی بات وہ ××× میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔ بات اس دفعہ میری عزت کی ہے۔ غیرت پر وار کیا ہے اس نے میری"

ماہر بہرام کی طرف انگلی اٹھاتا چیخا تو اُس نے سر ہلایا اور تینوں ہی باہر آئے.

وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔

---

ماہر اپنا پسٹل لوڈ کر کے نکلا رہا آج وہ عبید خان کو کے قیمت معاف نہیں کر سکتا تھا۔

بات مردوں کہ ہو تو مردوں سے ہی لڑائی ہونے چاہیے۔

مگر اُس نے مردوں کی لڑائی میں ان کی عزتوں، عورتوں کو گھسیٹ کر بے حد بزدل اور پنچ حرکت کی تھی۔

اُنھوں نے ابھی یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔

کیُونکہ کچھ ہو یہ نہ ہو لوگوں نے بات بڑھا لینی تھی۔

بہرام نے تو ابھی تک گھر والوں کو بھی نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ جلد ہی اُسے ڈھونڈ کر بات ختم کرنا چاہ رہا تھا۔

مگر وہ کہاں جانتا تھا قسمت کا کھیل۔۔۔۔

وہ آندھی طوفان بنے عبید خان کی حویلی میں داخل ہوئے تھے۔

تینوں نے ہے اپنے پسٹل ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔

اُن کے پیچھے اُن کے گارڈز کی فوج بھی موجود تھی۔

حویلی داخل ہوئے تو کوئی نظر نہیں آیا ارمان نے گارڈز کے ساتھ مل کے ساری حویلی چھان ماری تھی مگر کوئی ہوتا تو ملتا۔

وہ واپس گیٹ پر کھڑے چوکی دار کے پاس ائے ماہر نے جھٹکے سے اُس کا گریباں پکڑ کر اُسے جھنجھوڑا۔

"بتا میری بیوی کو یہاں لایا تھا عبید خان"

وہ انتہائی وحشت سے بولا تو چوکی دار نے اُس کی سرخ انکھوں میں دیکھا۔

اُس کی آنکھیں ہی بتا رہی تھیں کہ اگر اُس نے جھوٹ بولا تو ماہر خانزادہ اُسے راکھ کر دے گا۔

"صاب جی۔۔مجھے کچھ نہیں پتہ"

وہ نظریں جھکائے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا تو ماہر نے ریوالور اُس کی پیشانی اور رکھا۔

اُس نے ابھی ٹریگر پر انگلی رکھی ہی تھی کہ بہرام نے اُس کا ہاتھ تھام کر نیچا کیا۔

"ہمارا مقصد بے قصور لوگوں سے کسی اور کہ بدلہ لینا ہر گز نہیں ہے ماہر"

بہرام نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو ماہر نے چہرہ اس کی طرف کیا۔

بہرام اُس کی آنکھوں میں اذیت اور بے بسی دیکھ کے تڑپ ہی اٹھا تھا۔

"ماہر ہم ڈھونڈ لیں گے اُسے یار۔۔۔یقین رکھ مجھ پر میں اپنی بہن کو ایک آنچ بھی نہیں انے دوں گا"

وہ اطمینان سے بولا تو ماہر نے بغیر اُسے کچھ بھی کہے قدم اپنی گاڑی کی جانب بڑھائے تھے۔

"میرے خیال میں ہمیں بابا لوگوں کو بتا دینا چاہیئے"

ارمان نے آگے آکر سنجیدگی سے کہا تو اُس نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"ماما، تائی، سیرت اور مرحا ان میں سے کسی ایک کا نام بھی بتا دو جو تمہیں لگتا ہو یہ بات برداشت کر لیں گی۔ میں جانتا ہوں یہ سب نہیں برداشت کر پائیں گیں یہ خبر۔ ابھی مشکل سے وہ تمہاری

دفعہ والی ٹریجڈی بھولی ہیں اب یہ نئی مصیبت اُنہیں بتانے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں"

بہرام آنکھیں میچتا اذیت سے بولا تو ارمان نے سر ہلایا۔

" اب پتہ یہ کہاں گئے ہیں"

ارمان کا اشارہ ماہر کی طرف تھا جو اب وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

ہمم۔۔۔ چلو ڈیرے پر چلتے ہیں اسے میں کال کر کے بلاتا ہوں، "تم حارث کو بھی بلوا لو"

بہرام کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو ارمان نے بھی قدم اپنی گاڑی کی طرف بڑھائے۔

---------------------------------------------------

حارث ڈیرے پر آ چکا تھا۔

ارمان نے تمام ملازموں کو وہاں سے جانے کا بول دیا تا کہ بات کسی تک بھی مت پہنچے۔

ماہر بھی جلتا بھنتا یہیں موجود تھا۔

ابھی وہ لوگ آگے کا سوچ رہے تھے جب بہرام کا فون رنگ ہوا۔

سیرت کال کر رہی تھی یعنی وہ سب ہے اُس کے ابھی تک نہ پہنچنے پر پریشان تھیں۔

اس دفعہ بہرام کال کاٹ نہیں سکا تھا اب اُنہیں کوئی جھوٹی ہی صحیح تسلی دینی تو تھی ناں۔

وہ آہستہ سے اٹھ کر باہر برآمدے میں آیا اور سیل کان سے لگایا۔

"بہرام پلوشے نہیں ائی ابھی تک۔۔۔آپ کال بھی بھی اٹھا رہے سب بہت پریشان ہیں۔ کہاں رہ گئے ہیں آپ اُسے ڈراپ کیوں نہیں کیا ابھی تک"

سیرت کی بے چین آواز اسپیکر میں گونجی تو بہرام کو نئے سرے سے تکلیف ہوئی۔

"ہاں وہ میں۔۔۔انفارم کرنا بھول گیا آپ لوگوں کو دراصل اُس کی کسی فرینڈ کی برتھ ڈے تھی تو وہ اُس کے ساتھ اُس کے گھر چلی گئی ہے۔۔۔شام تک میں آفیس سے واپسی پر لے آؤں گا اسے تم پریشان مت ہو"

اُس نے پل میں ہی جھوٹ بنا کر گھڑا تو سیرت کو تسلی ہوئی اُس نے جو بہتر کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔

بہرام سیل آف کرتا دوبارہ اندر آیا تو ارمان سختی سے چیخ رہا تھا۔

"پچھلے دفعہ ہی تم مجھے اُس کے بھیجا گولیوں سے چھلنی کر لینے دیتے تو آج ہمیں یہ دن مت دیکھنا پڑتا۔۔۔ تم سب بھی ریلیکس ہونے کا کہہ رہے ہی ہمیں ہاں؟؟؟"

وہ حارث پر چیخا تو بہرام نے اُس کی طرف دیکھا۔

"اگر تم دونوں یُونہی پاگلوں کی طرح لڑنے میں لگے رہو گے تو

یقیناًوہ مل جائے گی وہ بھی بہت جلد"

وہ ماہر اور ارمان اور طنز کرتا بولا تو ماہر نے خون چھلکاتی نظروں

سے اسے گھورا۔

"میں عبید خان کی ذاتی حویلی جارہا ہوں۔۔۔اور تم تینوں میں

سے کوئی مجھے روکے گا نہیں"

ماہر کھڑا ہوتا بولا تو بہرام کا دل کیا سر دیوار میں دے مارے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی پنچ اور گھٹیا حرکت کرنے کی ہم خانزادے کبھی اتنا نہیں گر سکتے کے لڑائی کرنے اُس کے گھر جا پہنچیں کل کو وہ بدلہ لینے ہماری حویلی آگیا تو کیا عزت رہ جائے گی ہماری ہاں؟"

بہرام سخت سنجیدگی سے بولا۔

"اور یہ تمیز کے زمرے میں آتا ہے کہ وہ میری بیوی ہماری عزت کو اٹھا کر کہیں لے گیا اور ہم اُسے ڈھونڈ بھی نہیں سکتے"

ماہر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا طنزیہ بولا تو بہرام اُس کے قریب آیا۔

اُس کا بازو پکڑ کے اُسے واپس بیٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھا۔

"حارث جتنی جلدی ہو سکتا ہے اُسے ٹریس کرواؤ۔اُس کا ایک رات بھی باہر رہنا ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے"

بہرام کی بات اور حارث نے سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم لوگ فکر مت کرو آج رات سے پہلے پہلے میں اُسے ڈھونڈ لوں گا"

حارث نے اُنہیں تسلی دی اور خدا حافظ بولتا باہر نکلا تھا۔

"سب کو کس کہا تم نے؟"

ماہر کے سوال پر بہرام اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

"یہی کہ کے دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں گئی ہے شام تک لے آؤں گا"

بہرام ماتھے کو دو انگلیوں سے سہلاتا بولا تو ماہر نے سر ہلایا۔

"آجاؤ حویلی لنچ نہیں کیا کسی نے تم بھی کر لو"

بہرام اٹھتا بولا تو ماہر نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"مجھ سے نہیں کیا جائے گا لنچ میں اپنی حویلی جا رہا ہوں۔ پانچ بجے تک تم لوگ آجانا"

وہ بھی کہتا اٹھا اور اپنی شال اٹھا کر ہاتھ میں ہی رہنے دی تھی۔

وہ آہستہ سے باہر کی طرف نکلا تو اُن دونوں نے فکر مندی سے پہلے اُسے پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

------------------------------------

-------

"واہ بابا سائیں کیا مال ہے"

عبید خان کے بیٹے قیصر نے جب سے پلوشے کو دیکھا تھا اُس کی رال تب سے ہی ٹپک رہی تھی۔

اب وہ اپنے باپ کے پاس آیا تھا۔

تاکہ اُس مومی مجسمے کے ساتھ ایک رات گزارنے کی اجازت لے سکے۔

خبردار جو اُسے ہاتھ بھی لگایا۔۔۔خانزادوں کی چھوکری ہے "
سالی تو نے اُس کے بارے میں ایسا سوچا بھی تو تیری بوٹیاں کر
دیں گے وہ"

عبید خان نے زہر خند لہجے میں کہا۔

قیصر خان کوئی ڈرتا ورتا نہیں ہے اُن خانزادوں سے بس اب "
میرا دل اس چڑیا پر آگیا ہے تو مجھے اپنی رات اس کے ساتھ رنگین
کرنے سے آپ بھی نہیں روک سکتے"

وہ خباثت اور ڈھٹائی سے بولا تو عبید خان نے غصے سے اسے
دیکھا۔

"بکواس بند کرو تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔۔۔اچھے سے اچھا مال لا دے گا دلاور ہ تمہیں پر اس کو چھوڑ دو"

عبید خان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔

مگر اب تک وہ جو عادی ہو چکا تھا حسن کو خراج بخشنے کا۔

اسی طرح کی کمسن پریاں ہی تو پسند تھیں قیصر خان کو جب وہ اُن پر اپنی درندگی نچھاور کرتا تب ہے اسے سکون حاصل ہوتا تھا۔

وہ جانتا تھا ایک دفعہ اس کے باپ کے منع کیا ہے تو وہ اب نہیں مانے گا۔

مگر یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ صرف اپنے باپ کی خاطر اپنے پنچ جذبوں کو آگ میں جھونک دیتا۔

"اگر کرنا ہی کچھ نہیں تھا تو اسے لائے کیوں"

اُس نے بے زاری سے سوال کیا تو عبید خان کا مکرو قہقہ گونجا تھا۔

"ایک رات صرف ایک رات میں ہی لڑکی کی گمشدگی تہلکہ مچا دیتی ہے۔۔۔۔جب کل صبح یہ اپنے گاؤں کے لوگوں کو

کچرے کے ڈھیر میں اُجڑی حالت میں ملے گی تب اصل جنازہ اٹھے گا خانزادوں کی عزت کا۔۔ہاہاہا"

عبید خان نے اُسے اپنے خبیث ارادوں سے آگاہ کیا تو قیصر خان بھی کمینگی سے مسکرایا تھا۔

اُسے بھی کہاں برداشت تھی بہرام،ارمان اور ماہر خانزادہ کی اس قدر عزت واہمیت۔

"واہ بابا سائیں کیا دماغ لڑایا ہے آپ نے"

Zubi Novels Zone

اُس کی تعریف پر عبید خان نے مونچھوں کو بل دیا اور پھر اسے دیکھا۔

"میں ذرا حویلی جا رہا ہوں تاکہ کسی کو شک نہیں ہو۔۔۔ تم بھی چلو میرے ساتھ میں تمہیں اکیلا یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا جوان جہاں خون ہے کچھ کر ہی نا بیٹھو"

عبید خان کی بات پر قیصر گڑبڑایا۔

"بابا سائیں میں نہیں آ سکتا ابھی حویلی میرے کچھ یار آ رہے ہیں ادھر۔ آپ اعتبار رکھیں مجھ پر کچھ غلط نہیں کروں گا۔

اُس نے سنجیدگی سے کہا تو عبید خان نے سر ہلایا۔

"چل ٹھیک ہے پھر میں نکلا ہُوں۔رات تک تم بھی آجانا"

عبید خان کہتا ہوا کمرے سے نکلا تو وہ خباثت سے مسکرایا تھا۔
بھلا وہ پاگل تھا جو رات تک حویلی جاتا۔

---------------------------------------

---

اُس کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک کرسی پر بندھے پایا۔

ہاتھوں اور کمر میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

اُس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اُسکی دونوں ٹانگیں اور ہاتھ کرسی سے مضبوطی سے بندھے تھے۔

اُس نے دماغ پر زور ڈالا تو اُسے آج کا واقعی یاد آیا تھا۔

کیسے اُس گاڑی سے دو آدمی نکلے پھر اُنھوں میں اسے گاڑی میں ڈالا اور اس کے بعد اس کے منہ کو کسی نرم چیز سے ڈھانپ دیا۔

اس کے بعد اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

کیا وہ کیڈنیپ کی جاچکی تھی؟

مگر کیوں؟

حویلی میں سب کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا کر رہے ہیں گے؟

کیا سب اسے ڈھونڈ رہے ہیں گے؟

اُس کا سے اس قدر بھاری تھا کہ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

یہ ایک سٹور روم تھا شاید ہر طرف کچھ ڈبے سے پڑے تھے

کمرے میں بس ایک ہی کرسی تھی جس پر وہ موجود تھی۔

اُس کا دوپٹا بھی شاید کہیں گر چکا تھا اور کھینچنے گھسیٹنے کے باعث آستین بھی کندھے سے پھٹ چکی تھی۔

پلوشے کا دل کیا ڈھاڑیں مار مار کر روئے۔

وہ جانتی تھی معاشرے میں لڑکی کی گمشدگی کا کیا مطلب لیا جاتا تھا۔

وہ تو یہ تک نہیں جانتی تھی وہ ہے کہاں؟ اُسے یہاں لایا کون؟ کا مقصد سے؟

وہ کبھی اکیلی حویلی سے باہر نہیں نکلی تھی۔

اُسے تو کبھی معاشرے کی سرد و گرم نے چھوا تک نہ تھا۔

تو آج کیوں اُس کے ساتھ ایسا ہوا۔

جانے یہ لوگ اسے قتل کر دیں یا پھر کچھ بھی جو وہ چاہیں۔

اُس کی آنکھوں سے اب بے بس آنسو بہتے اُس کے کندھوں کو بھگو رہے تھے۔

کمرے میں کہیں گھڑی بھی موجود نہیں تھی کہ وہ وقت کا اندازہ ہے لگا سکتی۔

اُس کا موبائل بھی شاید اُن لوگوں کے قبضے میں ہو گا۔

وہ کیا کرے کس کو پکارے؟ کیسے نکلے اس مصیبت سے۔۔۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا تو اُس نے جلدی سے اُس طرف دیکھا تھا کہ ممکن ہے کسی نے اسے ڈھونڈ لیا ہو۔

مگر سامنے ایک انجان لڑکے کو دیکھ کر اُس کی سانس اٹکی تھی۔

وہ آنکھوں میں شیطانیت لیے اس کے وجود کو گھور رہا تھا۔

پلوشے کو اس کی نظروں سے الجھن ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔

وہ اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس تک سا رہا تھا۔

"آپ جو کوئی بھی۔۔ ہیں پلیز مجھے۔۔۔ جانے دیں۔۔ میں نے۔۔ کیا بگاڑا۔۔۔ ہے آپ کا۔۔۔ پلیز۔۔ مجھے میری۔۔ حویلی چھوڑ۔۔۔ آئیں"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی بے چینی سے بولی تو سامنے والا مسکرایا تھا۔

اُس نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور اس کے بلکل نزدیک آ کر رک گیا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے میری بلبل کو۔۔۔۔ کچھ مجھ غریب کو بھی اپنا دیدار بخش"

قیصر خان گندگی بھرے لہجے میں بولا تو اُس کا سانس حلق میں اٹکا تھا۔

یعنی یہاں اُس کی عزت بھی محفوظ نہیں تھی۔

قیصر خان نے آہستہ سے نیچے جھک کر اُس کی ٹانگوں سے رسی کھولی اور بے باکی سے اُس کی شفاف پنڈلیوں پر انگلیاں پھیرنے لگا۔

پلوشے نے اُس کے گندے لمس پر تڑپ کر اپنی ٹانگیں سمیٹی تھیں۔

اُس کی احتیاطی تدبیر پر قیصر خان نے منحوس سا قہقہہ لگایا تو اُس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

اُس نے تو کبھی سوچا تک نہ تھا کے اسے کبھی یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔

"اوہو اتنا پھڑ پھڑ آنے کی ضرورت نہیں میری چڑیا۔۔ آج کی ساری رات اسی لمس کو تو اپنے اس خوبصورت جسم پر سہنا ہے تمہیں"

اُس کی بات پر پلوشے نے نفرت سے اسے دیکھا تھا جو اب اس کے ہاتھوں سے رسی کھول چکا تھا۔

وہ جانتی تھی اُس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ آزاد ہونے کا باوجود بھی اُس مرد سے مقابلہ کر پائے۔

لیکن اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرنا تو اُس کا جائزہ حق تھا
ناں۔

قیصر نے اُس کا ہاتھ تھام کے کھڑا کیا۔

پلوشے کی نظر کھلے دروازے پر گئی تھی یعنی یہی موقع بہترین
تھا۔

اُس نے ایک نظر اُس کو دیکھا جواب اسے ہے دیکھنے میں محو تھا۔

اُس نے موقع کا فائدہ اٹھاتے اچانک ہی زور سے اُسے دھکا دیا وہ
جانے کیسے مگر نیچے گر چکا تھا۔

ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کرتا کے اُس نے لکڑی کی وہ کرسی اٹھا کر زور سے اُسے دے ماری تھی۔

اب اُس کے پاس کچھ سوچنے کا وقت نہیں تھا تو وہ تیزی سے کھلے دروازے سے باہر بھاگی۔

پیچھے قیصر خان کی گندی گالیاں اُس کے کانوں میں پڑتی رہی تھیں مگر وہ سب نظر انداز کیے بس بھاگتی جا رہی تھی۔

جب اچانک ہے وہ کسی سے ٹکرائی۔

اگلے شخص نے سختی سے اُس کے بازووں کو جکڑا تو اس دفعہ اُسے اپنا بچنا ناممکن لگا تھا۔

"پلیز۔۔۔ پلیز بھائی۔۔ مجھے۔۔۔ جانے۔ دیں۔۔ آپ۔ کو آپ کی۔۔۔ بہن۔۔ کا۔۔ وسطہ ہے۔۔۔ پلیز۔۔ چھوڑ دیں۔۔ مجھے"

وہ اُس شخص کے اگے گڑگڑائی تھی مگر اُس ظالم نے اسے نہیں چھوڑا تھا۔

تبھی پیچھے سے قیصر خان بکتا جھکتا آتا دکھائی دیا تو اس کی جان لبوں پر آئی تھی۔

اُس نے قریب آتے سختی سے اس کے بالوں کو اپنے ہاتھ میں جکڑا اور اُسے گھسیٹ کر اندر کی جانب بڑھا۔

اُس نے خود کو اس درندے سے چھڑانے کی بہت کوشش کی تھی مگر اب کی بار اُس کی گرفت بے حد مضبوط تھی۔

وہ بغیر دوپٹے کے خود کو اُس کی گرفت میں دیکھ مرنے والی ہوئی تھی۔

اُس نے بالوں کو اتنی سختی سے پکڑا تھا کہ پلوشے کو اپنا سر سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

قیصر خان اُسے ایک بیڈ روم میں لایا اور اُسے اندر دھکا دیتے دروازہ بند کرتا خود بھی اندر داخل ہوا۔

اُس کے بال اب بکھر کر کچھ کمر اور کچھ آگے کی طرف جھول رہے تھے۔

قیصر کو اپنی جانب قدم بڑھاتے دیکھ وہ پیچھے ہوتی چلی گئی۔

اُس نے اُس کے قریب پہنچ کر ایک زوردار تھپڑ اُس کی بائیں گال پر دے مارا۔

وہ نازک جان اپنا ضبط کھوتی نیچے گری۔

اب وہ ایک ہاتھ گال اور رکھا شدت سے تو رہی تھی۔

تو نے مجھے یعنی قیصر خان کو چکما دینے کی کوشش کی ہے"

"ناں۔۔۔اب دیکھ میں تیرا حشر کیا کرتا ہوں

وہ چیختا ہوا اس تک بڑھا اور اُسے کندھوں سے جکڑ کر کھڑا کیا۔

اب اُسے بیڈ پر دھکا دیتے قیصر خان نے اپنا قمیض اُتارا تو وہ آنکھیں میچ چکی تھی۔

اُس کی مزاحمت جاری تھی مگر وہ درندہ صفت شخص ایک ٹانگ سے اس کے وجود کو لاک کیے ہوئی تھا۔

پلوشے کو لگا اگر اب وہ پیچھے نہیں ہوا تو وہ یہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

اب وہ قمیض دور اچھالتا اُس پر اپنا وجود گراتا اُس کی جان قبض کرنے کے درپر تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ پلوشے کے قمیض کے گلے پر رکھے تو اُس نے خوف سے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔

مگر اچانک ہی چرر کی آواز سے اُس کی قمیض درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

اب اُس کا جسم اُس بے غیرت شخص کے سامنے تھا۔

جبکہ اُس کی چیخیں عروج پر تھیں۔

وہ ہاتھ پاؤں مارتی خود کو اُس سے چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ابھی قیصر خان نے چہرہ اُس کے سینے کے قریب کیا ہی تھا کہ اچانک دروازے اور فائر ہوا تھا۔

شام کو وہ سب دوبارہ ڈیرے پر جمع ہوئے تھے۔

آخر حارث کی جدوجہد سے شام کے ساڑھے سات بجے اُنہیں پلوشے کے بارے میں پتہ چل ہی گیا تھا۔

حارث نے اپنے آدمی دوپہر سے ہی قیصر خان کے پیچھے لگادیئے تھے۔

کیونکہ عبید خان تو گاؤں میں موجود تھا نہیں اور حارث کو یقین تھا اُس کا باپ اُسے ضرور اپنے ٹھکانے پر بلائے گا۔

ہوا بھی یہی تھا عصر ہوتے ہی قیصر خان اپنی گاڑی میں سوار ہوتا گاؤں سے نکلا۔

تو ایک طرف کھڑے پولیس کے سپاہیوں نے اُس کا پیچھا شروع کر دیا۔

وہ اسلامباد میں بنے اپنے ایک چھوٹے سے فارم ہاؤس میں آیا تھا۔

سپاہی اندر نہیں جا سکتے تھے مگر اُنھوں میں گیٹ سے نکلتے عبید خان کو دیکھتے معاملہ سمجھ گیا تھا۔

اُنھوں نے فوراً ہی حارث کو کال کی تو وہ جو ڈیرے پر موجود تھا اُن تینوں کو ساتھ لیے ڈیرے سے نکلا۔

پہلے پہل تو ماہر اور بہرام اس بات پر بلکل نہیں مانے تھے کہ پولیس اسٹیشن میں اُن کے خاندان کی عزت خوار ہو۔

مگر حارث نے اُنہیں سمجھایا تھا کہ اس طرح وہ لوگ بغیر کوئی گناہ ثابت کیے اُن باپ بیٹوں کو گرفتار نہیں کر سکتا۔

اس لیے اُس نے دونوں کو بمشکل ہی رضامند کیا تھا۔

اُس کا کہنا تھا کہ بات پولیس سٹیشن کی حد تک ہی رہے گی گاؤں تک نہیں پہنچے گی۔

اب حارث میں کل کر کے پولیس کی دو اہلکاروں سے بھری ویز بھی منگوالی تھیں۔

تاکہ موقع پر ثبوتوں سمیت اُن دونوں کو گرفتار کیا جاسکے۔

اُسے اپنے کچھ اہلکاروں سے پتہ چلا تھا کہ کچھ دیر پہلے ہی عبید خان بھی فارم ہاؤس کے لیے نکلا ہے۔

اب وہ چاروں پولیس کی گاڑیوں سمیت عبید خان کے فارم ہاؤس کے باہر تھے۔

وہ سب باہر ائے تو دروازے پر کھڑا گارڈ پولیس کے ساتھ خانزادوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوا۔

"کہاں جّا رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔۔صاب میں یوں کسی کو بھی اندر بھیجنے سے منع کرر کھا ہے"

وہ بمشکل ہمت کرتا بولا تو حارث نے غصے سے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

اُس کی آنکھوں میں وارننگ دیکھ کر وہ خود بہ خود پیچھے ہوا تو وہ سب اندر بڑھے۔

ماہر ہی جانتا تھا وہ کس دل سے قدم اٹھا ہے تھا۔
پتہ کس حال میں ہو گی اُس کی متاہ جاں۔۔۔

اُس کی آنکھوں میں ان سب کے لیے شکووں کے سمندر ہوں گے۔۔۔

ابھی وہ لوگ برآمدہ پار کر کے لمبی راہداری میں داخل ہوئے ہی تھے کہ پلوشے کی وحشت ناک چیخوں نے اُن کا استقبال کیا تھا۔

ماہر تڑپ کے دوڑتا ہوا اُس کی آواز کی سمت میں آیا۔

تو ایک دروازے پر ایک ہٹے کٹے گارڈ کو دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں وحشت و جنوں اُبھرا تھا۔

"آپ۔۔۔یہاں۔۔کیا"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ ماہر کی زوردار لات نے اُس کے اوسان خطا کیے۔

وہ بھی کوئی جوابی کاروائی کرتا خ پیچھے پولیس کو دیکھ کر گھبرایا۔

پولیس اہلکاروں نے آگے بڑھ کر اُسے دبوچا۔

بہرام نے تو اُس کی چیخوں پر اذیت سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

لیکن ماہر اب مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا اُس نے اپنا پسٹل نکال کے ایک ہی فائر دروازے کے بند لوک پر کیا تو جھٹ سے دروازہ کھلا تھا۔

سامنے کا منظر دیکھتے ماہر کو کہہ کسی نے اس کی آنکھوں میں مرچیں جھونک دی ہوں۔

قیصر خان اب تیزی سے اُس سے الگ ہوتا صوفے سے اپنے پسٹل اٹھانے بڑھا تھا۔

ماہر کی نظریں تو صرف اُس صنف نازک پر تھیں جو ابھی تک آنکھیں زور سے میچے چیخنے میں مگن تھی۔

ارمان نے حارث کے کہنے پر قدم اندر رکھے ہی تھے کہ بیڈ پر نظر پڑی تو اُس نے فوراً نظریں پھیری تھیں۔

اُس کی حالت اس لمحے بلکل ایسی نہیں تھی کہ وہ اُس پر ایک نظر بھی اور ڈالتا۔

اُس نے دوسری طرف دیکھا جہاں قیصر خان اب اپنا پسٹل لوڈ کر رہا تھا۔

ارمان چیل کی تیزی سے اُس پر جھپٹا اور ریوالور اُس سے کھینچ کر زمین پر پھینکتا اُسے گھسیٹ کے باہر لایا۔

ساتھ ہی اُس نے ماہر کو آگے بڑھنے کا کہا تھا جو ابھی تک سٹیل وہیں کھڑا بس اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

اچانک اُسے ہوش سا آیا تو وہ جھٹکے سے اگے بڑھا۔

بیڈ کے بلکل پاس کھڑے ہو کر اُس نے زور سے پلوشے کو جھنجوڑا تھا۔

"وش اِدھر دیکھو میری طرف۔۔۔تمہارا ماہر آگیا ہے میری جان آنکھیں کھولو"

وہ بے چینی سے چہرہ اُس پر جھکاتا ہوا بولا تھا جس کا سارا دھیان صرف چیخوں اور تھا۔

یہی تو تھی اس کی نزاکت جس سے ماہر خانزادہ خوفزدہ تھا ہمیشہ سے۔۔۔

ماہر کی نظر اُس کی پھٹی قمیض اور گئی تو اُس نے تیزی سے اپنی ٹی شرٹ اتاری۔

پھر ماہر نے سہارا دے کر اُسے بمشکل ہی بیٹھایا تھا۔

نرمی سے اُس کی قمیض بلکل اتارتے اُس نے اپنی شرٹ اسے پہنائی تھی۔

مگر وہ بھی اُس کے کندن بدن کے نشیب و فراز چھپانے سے قاصر تھی۔

ماہر نے پل کو اذیت و تکلیف سے آنکھیں بند کیں مگر پھر کھول کر بہرام کو پکارا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اندر آیا تو اپنی گڑیا کی حالت دیکھ کر وہ آگ بگولا ہوا تھا۔

ماہر نے بغیر کچھ بولے بہرام کی شال اتاری اور پلوشے کے گرد اچھے سے لپیٹ دی۔

پھر اُس کی قمیض اٹھاتے اپنے ہاتھ میں پکڑی۔

اُسے واپس لٹا کر بلیک بنیان میں ہی باہر آیا۔

"میں اپنی بیوی کو لے کر جا رہا ہوں لیکن یاد رہے اس شخص کو تم نے اتنا مارنا ہے کہ یہ نہ زنداؤں میں ہو نہ مردوں میں"

ماہر کا اشارہ قیصر کی طرف دیکھ کر حارث نے سر ہلا یا۔

"یہیں اپنے فارم ہاؤس میں لے جاؤں گا اسے ابھی اس کی حالت نہیں ہے حویلی میں سب کو فیس کرنے کی"

ماہر بہرام اور ارمان کو ایک طرف بلاتا سنجیدگی سے مخاطب ہوا تو بہرام نے اثبات میں سر ہلا یا۔

کچھ دیر پہلے راستے میں بہرام نے زبیر خانزادہ کو کال کر کے تمام حالات سے اگاہ کر دیا تھا۔

کیونکہ اب بات پھیلنی ہی تھی تو بہتر تھا وہ سب ذہنی طور پر پہلے سے پریپیرڈ ہوں۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ جلد بہتر ہو گی۔ اگر سمبھلنے میں نہ ائے تو حویلی لے آنا"

بہرام کہتا ہوا پلٹ گیا تو ماہر بھی دوبارہ اُس کمرے کی طرف آیا۔

وہ اب چیخیں نہیں مار رہی تھی لیکن کانوں پر ہاتھ رکھ کر نفی میں سر ہلاتی کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

ماہر تیزی سے اُس تک آیا۔

"ماما۔۔بابا۔۔۔۔۔۔۔مجھے بچالیں۔۔۔۔۔بچا۔۔۔لیں۔پلیز۔۔۔۔ہیلپ۔۔۔ہیل۔پ۔۔کوئی۔ہے۔۔"

ماہر اُس کے الفاظ سنتا بے بسی سے اُسے دیکھنے لگا۔

کچھ دیر یونہی دیکھتے رہنے کے بعد آہستہ سے اُسے بانہوں میں بھرتا باہر نکلا۔

وہ اب اس کی گردن میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

وہ شاید ہوش و حواس کھو چکی تھی یہ نیم پاگل ہو چکی تھی۔

ماہر نے اُسے لا کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کر اُس کے گرد بیلٹ باندھا اور خود اپنی طرف آ بیٹھا۔

اُس نے سارے راستے بمشکل ہی پلوشے کو قابو کیا تھا جو گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر کودنے کی کوشش میں لگی تھی۔

جب اُس نے دو دفعہ وہی حرکت دہرائی تو ماہر نے اُسے کھینچ کے اپنی گود میں بٹھا لیا تھا۔

رستے میں کبھی اُسے چیخنے کے دورے پڑتے رہے اور کبھی وہ بلکل خاموش ہو جاتی تو ماہر کا دل خوف سے ہول اٹھتا تھا۔

اُس نے فارم ہاؤس میں آتے اُسے اپنے بیڈ روم میں لٹایا اور خود ڈاکٹر کو بلوایا۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد ماہر کو اکیلے میں بلا کر بتایا کہ یہ جان بوجھ کر یہ سب کر رہائی ہیں یہ مکمل ہوش و حواس میں ہیں۔

شاید یہ آپ کو فیس نہیں کرنا چاہتیں۔

ماہر نے نہ چاہتے ہوئے بھی ڈاکٹر سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اُس پر کوئی جسمانی تشدد تو نہیں ہوا۔

جس پر ڈاکٹر نے انکار میں جواب دے کر ماہر کی روح کو تھوڑا سکون پہنچایا تھا۔

ماہر اُنہیں رخصت کرتا روم میں آیا جسے دیکھتے وہ دوبارہ سے آنکھیں بند کرتی چیخنے لگی تھی۔

ماہر نے اذیت سے اُسے دیکھا پھر اُس کے منہ میں زبردستی نیند کی دو گولیاں ڈالتے اُس کی مشکل آسان کی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

بہرام اور ارمان ذہنی و جسمانی تھکاوٹ سے چور حویلی میں داخل ہوئے تھے۔

سب افراد ہی بے چینی سے اُن کا انتظار کر رہے تھے، خواتین تو روتی ہوئی دعائیں کر رہی تھیں۔

ار۔مان۔۔۔بہرام۔۔۔۔کہاں۔۔۔ہے"

میری۔۔۔بچی۔۔اُسے۔۔ساتھ۔کیوں۔نہیں۔۔۔لائے۔۔

"۔تم۔۔۔دونوں

اُن دونوں کو آتے دیکھ نورین بیگم دوڑ تک اُن توائیں اور بہرام کا کالر سختی سے جکڑ کے تڑپتی ہوئی بولیں۔

بہرام نے نرمی سے اُنہیں خود سے لگایا اور کے گرد حصار قائم کیا۔

"بالکل ٹھیک ہے وہ۔۔۔ماہر اسے اپنے ساتھ فارم ہاؤس لے گیا ہے۔ابھی اُس کی ذہنی حالت تھوڑی ڈسٹرب تھی۔ صبح تک وہ اُسے لے ائے گا۔آپ پریشان میں ہوں"

اُس کے جواب نے جیسے سب کو نئے سرے سے جینے کی وجہ دی۔

پھر اُن دونوں نے بمشکل سب عورتوں کو خاموش کروا کر کمروں میں بھیجا اور خود وہیں صوفوں پر بیٹھے۔

چھوٹی حویلی والے بھی یہیں موجود تھے سمرین بیگم بھی گیسٹ روم میں جا چکی تھیں۔

جبکہ حبیب اور علی خانزادہ لاؤنج میں ہی موجود تھے۔

بہرام نے سب کو ساری کہانی بتائی اور ساتھ ہی قیصر اور عبید خان کے گرفتار ہونے کا بتایا تو سب کو ہی سکون ہوا۔

"اب کسی طرح ان سے احتشام کا قتل بھی قبول کروالیا جائے تاکہ آویزا اور ارمان کے درمیان یہ جو خلش ہی یہ ختم ہو سکے"

ازمیر خانزادہ کی بات پر بہرام نے اُنہیں دیکھا۔

"جی بابا میں حارث سے کہہ چکا ہوں جلد ہی اس وہ یہ بات بھی اُگلوا لے گا آپ فکر مند نہیں ہوں"

بہرام کہتا اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو باقی سب بھی سونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

رات کو ماہر محبت سے اُسے اپنے سینے پر لٹائے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اُسے پر سکون کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

نیند آور دواؤں کے باعث وہ اب صبح کے نو بجے ہی اٹھی تھی۔

مگر اپنے پاس ماہر کو لیٹے دیکھ دوبارہ آنکھیں بند کرتی سوتی بن گئی۔

ماہر جو کب سے اُس کے اٹھنے کا اِنتظار کر رہا تھا۔

اب اس کی اس حرکت پر ماہر کو اپنے اندر کچھ کٹتا محسوس ہوا۔

کاش وہ بجائے اس سے شرمندہ ہونے کے اس سے کیسے بھی کر کے اپنا غم بانٹتی تو یقیناً ماہر خانزادہ اسے سمیٹ لیتا۔

لیکن وہ شاید خود میں اتنی ہمت نہیں پاتی تھی کہ اُس کی نظروں سے نظریں ملا پائے۔

جس حالت میں وہ اُسے ملی تھی وہ قابل قبول تو ہرگز نہیں تھی۔

وہ بھی ماہر خانزادہ کے لیے کو عورت ذات کو لے کر پہلے ہی بے حد سنجیدہ اور سخت تھا۔

لیکن ماہر نے ایک فیصلہ کر لیا تھا اب وہ مزید اُسے خود سے یوں نظریں چراتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اُس نے پلوشے کی کمر کے گرد اپنے دونوں بازو رکھے اور اُسے اٹھا کر بغیر کسی سہارے کے بیٹھایا۔

وہ دوبارہ گرنے لگی جب ماہر نے اسے سختی سے پکڑا۔

"پلوشے کچھ نہیں ہوا تمہارے ساتھ جو تم ایسے بیہیو کر رہی ہو میری جان۔۔۔آنکھیں تو کھولو کچھ بھی نہیں ہوا۔ تم جیسی تھی آج بھی ویسی ہی ہو"

ماہر عاجزی اور عقیدت سے بولا تو اُس نے بند آنکھوں سے ہی نفی میں سر ہلایا۔

ماہر۔۔آپ"

مجھ۔۔ے۔۔ کہیں۔۔ چھپا۔۔دیں۔۔۔۔میں۔۔۔آپ۔۔ل

وگوں۔۔۔۔سے۔۔نظ۔۔ریں۔۔ نہیں۔۔ملا۔سکتی۔۔۔پلیز۔

۔۔مجھے۔۔فورس۔۔ نہیں۔۔کریں۔۔ماہر۔۔میں۔۔مر۔۔۔

جاؤں۔گی"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی بولی تو ماہر کو بے چینی سے اسے دیکھا۔

"کیوں چھپادوں ہاں؟ پاگل ہوگئی ہو تم حویلی میں سب انتظار کر رہے ہیں تمہارا ابھی تم اپنی حالت ٹھیک کر رہی ہوتا کہ ہم حویلی جاسکیں"

اس دفعہ ماہر تحکم بھرے لہجے میں بولا تھا۔

جانتا تھا نرمی کا اُس پر اثر نہیں ہو گا۔

"نہیں۔۔انا مجھے حویلی۔۔۔میں نے کہا۔نا میں کسی۔۔کو فیس نہیں۔۔کرنا چاہتی۔۔آپ لوگ مجھے۔۔کچھ دن یہیں۔۔اکیلا رہنا دیں خدارا"

وہ بے بسی سے بولا تو ماہر نے ہونٹوں کو کنارا دانتوں میں دبایا۔

"اچھا تمہیں کہیں نہیں لے جاؤں گا بس آنکھیں کھول دو"

ماہر کی بات پر اُس نے پیچھے لیٹ کر چہرہ تکیے میں چھپایا تھا۔

وہ ہرگز اُس سے نظریں ملانے کی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی۔

ماہر جانتا تھا ایک دفعہ اُس نے ماہر کی آنکھوں میں اپنی ذات کے لیے بھروسہ دیکھ لیا تو وہ کچھ نارمل ضرور ہو جائے گی۔

ماہر بھی نرمی سے اُس کے بلکل پاس لیٹا اور اُسے کھینچ کر اپنے قریب کیا۔

تم بات کو زیادہ سیریس لئے رہی ہو جاناں۔۔۔جب ایسا کچھ ہوا" ہی نہیں جو تم نظریں نہ ملا پاؤ تو تم کیوں ہمیں مزید اذیت دینا چاہتی ہو"

ماہر اُس کے بال سمیٹ کر بولا لیکن اچانک اُس کی نظر اُس کے رخسار اور بنے انگلیوں کے نشانات پر گئی۔

یعنی اُس درندے نے اس حساس سی لڑکی کو ہر قسم کی تکلیف سے آشنا کروایا تھا۔

ماہر کا دل کیا ابھی اٹھ کر پولیس اسٹیشن جائے اور اُس کے چہرے کو تھپڑوں سے سرخ کر دے۔

"کیوں نہیں ہوا۔۔۔ماہر۔۔آپ جانتے ہیں اُس نے آپ کی

بیوی کو۔۔کا طرح گھٹیا۔۔۔طریقے۔۔سے

چھوا۔۔۔مجھے۔۔۔بے پردہ۔۔کردیا۔۔اُس نے۔۔۔ابھی بھی

کچھ باقی ہے۔۔۔آپ نہیں جانتے کوئی۔ بھی۔ لڑکی کبھی

اپنے۔۔شوہر یا باپ۔۔بھائی کو اس حالت میں نہیں۔۔ملنا

چاہتی۔۔۔جامیں میں ملی تھی آپ کو۔۔"

وہ شدت سے روتی ہوئی بولی تھی۔

ماہر آہستہ سے اُسے تکیے پر لٹاتا اٹھا۔

سائیڈ ڈرا سے فرسٹ ایڈ پکس نکال کے اُس میں سے ایک جلن کم کرنے والی ٹیوب نکال کر اُس کے پاس آ بیٹھا۔

اُس کے اوپر جھک کر نرمی سے ٹیوب اپنی انگلیوں کے پوروں پر لگا کر اُس کے نشانات پر رکھی تو اُس نے آنکھیں مزید سختی سے میچ لیں۔

یعنی وہ یہ بھی دیکھ چُکا تھا۔

تم جان بوجھ کر ہمیں اس حالت میں نہیں ملی تھی۔۔۔ قسمت" میں لکھا کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہے بھی تمہاری اور ہم سب کی

قسمت میں لکھا تھا سو ہو گیا۔اب کب تک یہ رویہ رکھ کے ہم سب کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ ہے تمہارا"

ماہر ٹیوب رکھ کر ہاتھ ٹشو سے صاف کرتا واپس اُس کے پس اس بیٹھا۔

"جب تک مجھ میں اتنی ہمت نہیں آتی"

وہ آہستہ سے بولی تو ماہر نے گھور کر اسے دیکھا۔

اچانک ماہر کا سیل رنگ ہوا تو اُس نے فون اٹھایا۔

نورین بیگم کال کے رہی تھیں یعنی وہ پلوشے سے بات کرنا چاہتی ہوں گی۔

اُس نے کل پک کر کے کان سے لگائی اور نظریں اسی کے وجود پر جمع لی تھیں۔

"وعلیکم السلام جی چچی ٹھیک ہیں ہم"

اُس کی آواز پر پلوشے کی بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر تکیے کی بھگونے لگے تھے۔

"جی یہ لیں آپ بات کر لیں اس سے سب بہتر ہے"

ماہر کے الفاظ پر اُس نے جھٹ سے سوجی ہوئی سرخ آنکھیں کھول کر اسے گھورا تو ماہر نے مسکراہٹ چھپائی یعنی ایک ضد ٹوٹ چکی تھی۔

ماہر موبائل اسپیکر پر کر تا بیڈ پر رکھ کر خود باہر آگیا تھا وہ چاہتا تھا وہ کھل کر اپنی ماں کے آگے اپنا غم بانٹ سکے۔

"پلوشے میری جان سن رہی ہو ماما کو؟"

وہ بے تابی و بے چینی سے بولی تھیں اُن کی آواز ہی اُن کے رونے کا پتہ دے رہی تھی۔

پلوشے ضبط کھو کے موبائل بیڈ سے اٹھاتی کان سے لگا گئی۔

اُس کے پاس بولنا کے لیے کچھ نہیں تھا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شدت سے رونے لگی تھی۔

ابھی تو ماں کی آواز پر ہی اُس کی حالت خراب ہو چکی تھی جانے وہ مل کر کیا کرتی۔

"مم۔۔۔۔ما۔ما"

وہ رونے کے درمیان بولی تو دوسری اور نورین بیگم نے بھی خود کو کنڑول کیا تھا۔

بہرام اُنہیں کب سے رونے سے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا تا کہ پلوشے مزید اُداس مت ہو۔

"جی ماما کی گڑیا"

وہ لاڈ سے بولیں تو پلوشے نے دونوں ہاتھوں سے موبائل پکڑتے ہاتھوں کی گرفت موبائل پر بڑھائی تھی۔

"مم۔۔مجھے آپ کے۔۔پاس آنا ہے"

وہ جلدی میں کہہ ہی گئی تو دروازے کے پار کھڑے ماہر نے سکون کا سانس لیا۔

کچھ دیر بعد جب اُس کی آوازیں آنا بند ہوئیں تو ماہر آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا وہ اب نظریں جھکائے زمین کو گھور رہی تھی۔

ماہر نے موبائل اٹھا کے پاکٹ میں رکھا۔

وہ صبح ہی فریش ہو کر کپڑے بدل چکا تھا کیونکہ فارم ہاؤس میں اس کے بہت سے کپڑے موجود ہوتے تھے۔

"میں نے ملازم کو بھیجا ہے ابھی تمہارا اڈریس آجائے گا تم فریش ہو کر چینج کر کو پھر ناشتہ کر کے نکلتے ہیں"

ماہر نرمی سے بولا تو اُس نے آہستہ سے سر ہلا یا۔

پھر وہ دوبارہ بیڈ اور اُس سے رخ موڑ کر لیٹ گئی تو وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ کیا کرتی اُس کا غم کسی طور کم ہو ہی نہیں رہا تھا۔

ابھی تو اُس نے بہرام لالا، بابا، ارمان لالا اور بڑے بابا سے کتنے ہی شکوے کرنے تھے۔

کیوں وقت اور وہ سب اُس کے پاس نہیں ائے تھے جب وہ چیخ چیخ کر انہیں پکار رہی تھی۔

تب اُس کی کیا حالت تھی وہ سوچ کر ہی کانپ کر رہ گئی۔

اُس نے اللہ کا ڈھیروں شکر ادا کیا تھا کہ جو بھی ہوا اللہ نے اس کی عزت محفوظ رکھی تھی۔

ماہر نے اُسے کپڑے دیے تو وجلدی سے فریش ہوئی پھر اُنہیں نے ناشتہ فارم ہاؤس پر ہی کیا اور گاؤں کے لیے نکل پڑے تھے۔

ـــــــــــــــــــــــ

پلوشے میرا بچہ آؤ نیچے اپنے بابا اور باقی سب سے ملو میری جان" "سب تمہیں بلا رہے ہیں

شائستہ بیگم نے کمرے میں آکر محبت سے اُسے کہا۔

وہ جب سے حویلی ائی تھی سیدھا اپنے روم میں ہی آگئی تھی۔

وہ کے بھی مرد سے ملنے کی روادار نہیں تھی۔

وہ اتے ساتھ سیرت اور نورین بیگم کے گلے لگ کر بے حد روئی تھی۔

سیرت کا بھی کل سے رو رو کر برا حال تھا۔

آخر اپنی چھوٹی سی گڑیا میں جان بستی تھی اُس کی۔

اُس نے کل سے کچھ نہیں کھایا تھا مگر صبح شائستہ بیگم کے کہنے پر ازمیر خانزادہ نے زبردستی اُسے ناشتہ کروایا تھا۔

"مجھے نہیں ملنا۔۔۔کسی سے مجھ میں نہیں ہے ہمت"

وہ کہتے ساتھ دوبارہ رونے لگی تو شائستہ بیگم نے پریشانی سے اس کی حالت دیکھی۔

پھر وہ نورین بیگم کو اُسے سنبھالنے کا کہتیں نیچے ائیں۔

"وہ نہیں ملنا چاہتی آپ لوگوں سے جانے کیوں اُسے شرمندگی سی ہو رہی ہے"

وہ لاؤنج میں آ کر بولیں جہاں تمام مرد موجود تھے۔

اُن کی بات پر زبیر خانزادہ مزید بے چین ہوئے۔

"ہم وہیں آکر اس سے مل لیتے ہیں"

زبیر صاحب نے اُٹھتے ہوئے کہا تو علی اور ازمیر خانزادہ بھی اٹھ کر اُن کے ساتھ آگے بڑھے۔

وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے تو وہ اُنہیں دیکھتے ہی کمبل میں چھپ گئی۔

سیرت اور مرحا اُن سب کو جگہ دینے کی خاطر بیڈ سے اٹھیں۔

سیرت نے ایک کرسی بیڈ کے قریب گھسیٹی تو اُس پر ازمیر خانزادہ بیٹھ گئے۔

باقی دونوں بیڈ اور ہی بیٹھ چکے تھے۔

"پلوشے"

ازمیر خانزادہ نے روعب سے اُسے پکارا تھا۔

"آپ لوگ۔۔۔یہاں۔۔سے جائیں"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو زبیر خانزادہ نے آہستہ سے کمبل پکڑ کر اُس کے چہرے سے ہٹایا۔

"میری شہزادی تو ایسی نہیں تھی پہلے بڑوں کی ہر بات مانتی تھی"

اُنھوں نے اُس کی بند آنکھیں پر انگلی پھیرتے شکوہ کیا تو اُس کی سسکی نکلی۔

وہ اچانک اُٹھتی چہرہ زبیر خانزادہ کے سینے میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"بابا۔۔آپ۔لوگ۔۔کیوں۔۔نہیں۔۔ائے۔میرے پاس۔
۔۔میں۔۔نے۔۔۔بہت۔۔ان۔۔انتظار۔کیا۔آپ۔سب۔۔کا
۔مگر۔۔کوئی۔نہیں۔آیا۔کوئی۔بھی۔۔نہیں"

وہ شدت سے روتی ہوئی اُنہیں سے ان کی شکایت کرنے لگی تو زبیر صاحب نے اُس کے بال سہلائے۔

"میرا بچہ! بہرام لوگوں نے ہمیں کچھ بتایا ہی بھی تھا۔۔اور وہ بیچارے خود تو دو پہر سے ہی آپ کی کھوج میں لگے تھے"

اُنھوں نے نرمی سے اُسے بتایا تو وہ آنسو صاف کرتی پیچھے ہوئی۔

پھر بیڈ سے اٹھ کر دوپٹا ٹھیک کیا اور از میر خانزادہ کے پاس ائی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے لیے باہیں وا کیں۔

وہ بھی فوراً اُن میں سما گئی۔

پھر اُن سے پیار لے کر وہ علی خانزادہ کی طرف آئی تو انہوں نے بھی اسے بہت پیار کیا۔

جیب سے کافی سارے نوٹ نکال کر اس سے وار دیئے۔

وہ تینوں کچھ دیر اس کے پاس ہی بیٹھے رہے تھے لیکن پھر اپنے اپنے کاموں کو نکلے تو وہ بھی بیڈ پر لیٹتی آنکھیں موند گئی۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ــ

"ماما میری طبیعت بہت خراب سی ہو رہی ہے"

مرحا نے کچن میں آتے شائستہ بیگم سے کہا تو سب اُس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ناشتہ جو نہیں کیا تم نے۔اب بتاؤ کیا کھانا ہے میں بنا دوں"

وہ برتن ترتیب سے رکھتی بولیں تو مرجانے سینے کو مسلتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"نہیں ناں کچھ نہیں کھانا مجھے الریڈی وومٹ فیل ہو رہی ہے"

وہ برا سا منہ بنا کے بولی تو نورین بیگم نے اسے پکڑ کر کرسی پر بیٹھایا۔

"رات کو سوئی بھی نہیں تم اس لیے سینے پر بوجھ سا ہو گا۔۔اب جا کر آرام کرو پھر"

سمرین بیگم نے محبت سے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

وہ کرسی سے اٹھتی کہ اچانک اُسے زوردار چکر آیا۔

اگر سیرت پھرتی سے اُسے نہیں پکڑتی تو وہ اب تک لہرا کر زمین بوس ہو چکی ہوتی۔

"تم ٹھہرو یہیں میں ارمان کو کال کر کے بلاتی ہوں تمہیں ہسپتال لے جائے۔۔۔مجھے تو تمہاری حالت کچھ اور ہی معاملہ بتا رہی ہے"

شائستہ بیگم کی بات کا مفہوم سمجھتے وہ شرم سے سرخ ہوتی سر جھکا گئی۔۔

سیرت نے مصنوعی کھانس کر اسے چھیڑا تو وہ مزید خوبصورت رنگوں میں نہا گئی۔

شائستہ بیگم ارمان کی بلا کر اُس کے پاس آ بیٹھیں۔

"کب سے طبیعت میں یہ بوجھل پن سا محسوس کر رہی ہو؟"

اُنھوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر سوال کیا تو اُس نے بمشکل ہی اپنی کانپتی پلکیں اُٹھا کر انہیں دیکھا۔

چکر تو کافی دنوں سے آرہے تھے لیکن آج طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے"

وہ آہستہ سے جواب دے کر دوبارہ سر جھکا گئی تو سب اُس کے فطری شرم وحیا پر مسکرائیں۔

"بیٹے پہلے بتانا چاہیے تھا نا"

نورین بیگم سیب کاٹ کر اُس کے سامنے رکھتی بولیں تو اس نے بس سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

سیرت جاؤ بچے اسے روم میں لے جاؤ ارمان کے آنے تک "
آرام کر لے"

نورین بیگم کی بات پر سیرت نے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کچن
سے نکلی۔

"کچھ زیادہ ہی جلدی کر دی تم نے تو"

سیرت اُس کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی تو مرحا شرما کر چہرہ ہاتھوں
میں چھپا گئی۔

"اوہ ہو بھئی بڑا شرمایا جارہا ہے"

وہ دوبارہ سے اُسے تنگ کرنے کی خاطر بولی تو مہروش نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"اب کیسے شوخی بنی بیٹھی ہو اور لالا کے سامنے کیسے معصوم بن جاتی ہو ہاں۔۔۔آج لالا کو آنے دو تمہاری ساری کارستانیاں بتاؤں گی انہیں"

وہ بھی دوبدو بولی تو سیرت نے آنکھیں معصومیت سے جھپکتے اسے دیکھا۔

"اب تم یہ کرو گی اپنی بہن کے ساتھ"

"جی بلکل یہی کروں گی۔۔۔کوئی شک"

مرحا کے جواب پر سیرت نے اسے وارننگ دیتی نظروں سے گھورا۔

"تم اپنے لالا کو یہ بتاؤ اور میں ارمان لالا کو اُس لڑکے کا نام بتا دیتی ہُوں جو یونی میں تمہارا دیوانہ تھا کئی دفع تمہارے بیگ میں پھول بھی رکھ جاتا تھا۔۔۔"

سیرت تو شرارت سے بولی تھی مگر مرحا کا رنگ فق ہو گیا۔

"مم۔۔میں۔لالا کو کچھ نہیں۔۔بتاؤں گی پلیز۔۔تم بھی چپ رہنا"

اُس کو اس حد تک پریشان ہوتے دیکھ سیرت نے اگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"پاگل میں تو بس مذاق کے رہی تھی۔۔۔میں کیوں بتاؤں گی لالا کو ہے بات"

سیرت نے اُسے تسلی دی تھی مگر وہ ابھی بھی جوں کی توں بیٹھی تھی۔

اب آنکھیں میں ہلکی ہلکی نمی بھی آچکی تھی۔

اسی بات سے تو وہ ڈرتی تھی وہ چاہتی تھی کسی طرح سیرت اور مہروش یہ بات بھول جائیں۔

وہ جانتی تھی وہ دونوں کسی کو بھی نہیں بتائیں گی مگر اُس نے بہت مشکل سے ارمان کا اعتبار جیتا تھا اب وہ اس قسم کی کسی بات سے اُس کا اعتبار دوبارہ نہیں کھونا چاہتی تھی۔

وہ ہمیشہ ہی اُس لڑکے سے خودزدہ رہتی تھی جو واقعی اس کا دیوانہ ہی تھا۔

یونی میں روز آنہ اس کے بیگ میں پھول رکھ جاتا اور دور سے اسے نظر بھر کے دیکھتا رہتا تھا۔

سیرت اور مہروش کو وہ خوف کی وجہ سے خود ہی بتا چکی تھی۔

لیکن اب کافی دنوں سے وہ مطمئین تھی کہ وہ لڑکا صرف یونی کی حد تک ہی تھا۔

وہ تو اب تک اُسے بھول چکی تھی۔

مگر سیرت نے اُس کا ذکر کیا تو مرحا کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا اگر ارمان سن لیتا تو۔۔۔۔

"تمہیں یقین نہیں ہے مجھ پر جو اتنا گھبرا رہی ہو"

سیرت نے مصنوعی غصے سے کہا تو مرحا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"سیرت۔۔ تم دونوں پر۔۔ یقین تھا تو ہی۔۔ بتایا تھا تم لوگوں کو۔۔۔ لیکن۔ پلیز۔۔۔ آئندہ یہ بات مت کرنا۔۔۔ میں نہیں چاہتی۔۔ کہ ارمان کو یہ بات پتہ چلے۔۔ کر۔ وہ مجھے۔۔ غلط سمجھیں"

ابھی سیرت کچھ کہتی کہ ارمان بغیر دستک کے کمرے میں داخل ہوا۔

دونوں ہی اسے دیکھ کر ہڑبڑا سی گئیں۔

"کیا ہوا تمہیں"

وہ فکر مندی سے اُن کے قریب آتے بولا تو اُنہیں تسلی ہوئی کہ اُس نے کچھ نہیں سنا۔

وہ۔۔چکر۔آ"

رہے۔۔ہیں۔۔کچھ۔دنوں۔سے۔آج۔۔زیادہ۔۔۔طبیعت

۔خراب۔۔ہو۔رہی۔ہے۔۔تو۔ماما۔نے۔کہا۔ڈاکٹر۔۔۔کے
۔۔پاس۔۔۔چلی جاؤں"

وہ بمشکل اپنے ڈر پر قابو پا کر بولی تو ارمان نے سر ہلایا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے؟"

وہ تھوڑی سختی سے بولا تو مرحا نے بوکھلا کر نظریں جھکا لیں۔

"کہاناں طبیعت زیادہ آج خراب ہوئی ہے"

وہ معصومیت سے بولی ارمان کچھ نرم ہوا۔

"میں گاڑی نکالتا ہوں تم چادر لے کر آ جاؤ"

وہ کہتا باہر نکل گیا تو دونوں نے سکون کی سانس لی۔

"اچھا اب تم جاؤ۔۔۔اور ہاں مجھے خالہ بنانے کی خبر ہی لانا"

"کیوں خالہ کیوں چچی کیوں نہیں"

اس دفعہ اُس نے بھی سیرت کی چھیڑا تو وہ مسکرادی۔

اچھا بھئی جو بھی بنانا ابھی تو نیچے جاؤ۔۔۔ نہیں تو تم کچھ بناؤ نہ بناؤ"

"ارمان لالا تمہارا قیمہ ضرور بنادیں گے

سیرت شرارت سے بولی تو وہ اُسے گھورتی الماری تک ائی اور ایک چادر نکال کر اچھے سے اپنے گرد لپیٹتی باہر نکلی۔

------------------------------------

-----

وہ آئینے کے سامنے کھڑی لپسٹک لگا رہی تھی۔

آج اُس نے رابعہ بیگم سے اجازت لی تھی کہ وہ شام تک خان ہاؤس چلی جائے تو اُنھوں نے اسے اجازت دے بھی دی تھی۔

وہ آج معمول سے ہٹ کر تیار ہو رہی تھی۔

اُس نے گرے کلر کا شفون کا نہایت خوبصورت سوٹ زیب تن کیا تھا جس کا بے بی پنک دوپٹا اُس نے گلے میں ڈال رکھا تھا۔

بال ہلکے لوز کرل کر کے پیچھے کمر پر ڈالے وہ اب ڈارک پنک لپسٹک سے ہونٹ سجا رہی تھی۔

لپسٹک لگا کر اُس نے گرے کلر کے ہی فلیٹ شوز پہنے پھر بیڈ پر بیٹھ کر آویز شاہ کا انتظار کرنے لگی۔

جو صبح آفیس سے پہلے ہی کسی کام سے نکل چکا تھا۔

اُس نے جلدانے کا کہا تھا تو مہروش کا ارادہ یہی تھا کہ وہ آفیس سے پہلے اسے اور روحان کو حویلی چھوڑ دے اور واپسی پر پک کر لے۔

اُسے اِنتظار کرتے کافی دیر ہو چکی تھی مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

وہ آہستہ سے بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف آئی مگر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔

سامنے سے اندر آتے آویز شاہ سے زوردار ٹکرائی آویز نے فوراً اُس سختی سے تھام کر گرنے سے بچایا تھا۔

"کچھ تو خیال کیا کرو"

وہ سنجیدگی سے بولا جانے کیوں مہروش کو اُس کے لہجے میں خالی پن سا محسوس ہوا۔

"یہ اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو"

وہ اُسے چھوڑ کر کچھ دور ہوا لیکن پھر اچھنبے سے اس کے کمر پر پڑے بالوں کو دیکھ کر سوال کیا تو وہ اُس کی طرف پلٹی۔

جی۔۔وہ۔حویلی جانا ہے مجھے۔۔اس لیے تیار "ہوئی۔۔ہوں۔۔آپ ڈراپ کر دیں"

وہ نظریں جھکا کر آہستہ سے بولتی سامنے والے کی سانسیں روک گئی تھی۔

وہ بے خیالی میں کیل کانٹوں سے لیس آویز شاہ کی جان لبوں پر لے ائی تھی۔

آویز نے نظر بھر کر اسے دیکھا لیکن اُس کا اس حلیے میں باہر جانے کا سن کر وہ برہم ہوا۔

"مہر لپسٹک لائٹ کر واور بال بھی باندھو"

وہ تحکم سے بولا تو مہروش نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"لیکن کیوں ؟۔میں حویلی ہی تو کا رہی ہوں"

وہ تڑپ کے بولی تو آویز نے مسکراہٹ دبائی۔

کہیں بھی جاؤ لیکن اطن اتیار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں "

ہے"

وہ سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے اسے گھورا۔

آپ کو علم ہو تو شادی کے بعد لڑکیاں اتنا تو عام روٹین میں ہی "

تیار ہوتی ہے"

وہ ہلکے غصے سے بولی تو آویز نے اُسے ایک گھوری سے نوازا۔

"لیکن تم اُن لڑکیوں سے الگ ہو"

وہ کہتے ساتھ ہے جھٹکے سے اُس کے قریب پہنچ کر اُس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں جکڑ چکا تھا.

وہ اُس کی گردن پر زور سے ناخن رگڑنے لگی تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی یہ عمل صرف اس کی لپسٹک مٹانے کی خاطر کیا جارہا ہے۔

آویز شاہ اچھے سے اس کی لپسٹک کا بیڑا غرق کر کے اُس سے الگ ہوا تو مہروش میں زور سے مکے اُس کے سینے اور کندھوں پر مارے۔

"میں اتنی محنت سے تیار ہوئی تھی۔۔۔آپ کو ذرا خیال نہیں میرا"

وہ ناراضگی سے بولی تو آویز نے اُسے تھام کر خود میں بھینچا۔

"تمہارا ہی تو بس خیال ہے مجھے۔۔۔کم از کم تم تو یہ نہیں کہہ سکتی"

وہ اُس کی گردن میں چہرہ چھپائے بوجھل پن سے بولا تو مہروش کا دل زور زور سے دھڑکتا باہر آنے کو بے تاب ہوا۔

"مم۔۔مجھے حویلی چھوڑ آئیں نا"

وہ اُس کا خیال بھٹکانے کی خاطر بولی تو وہ مسکرا کر اس سے جدا ہوا۔

"کب تک آؤ گی"

وہ جان بوجھ کر اُسے باتوں میں لگاتا اُس کا رخ موڑ کر اُس کے بالوں کو بل دینے لگا تو اُس نے منہ بنایا۔

یعنی جو اُس نے پورا گھنٹہ لگا کر کرلز کیے تھے وہ آویز شاہ ایک منٹ میں فنا کر چکا تھا۔

"بہت تیز ہیں آپ"

وہ اس کی چالاکی پر غصے اور بے بسی سے بولی تو آویز نے اُسے سیدھا کر کے اُس کی پیشانی اور ہونٹ رکھے۔

"پہلے ہی میری جاناں بہت خوبصورت ہوتی جارہی ہے اب اگر تیار ہو کر باہر جاؤ گی تو نظر کا خدشہ ہے مجھے۔"

آویز کے سنجیدہ لہجے پر وہ بھی خاموش ہوتی چہرہ اس کے سینے پر رکھ گئی۔

"آپ مجھے، حان اور باقی فیملی کو بلکل ٹائم نہیں دیتے۔ سارا دن آفیس آفیس آفیس"

اُس کی جھنجلاہٹ بھری آواز پر آویز نے اُس کے گرد حصار مزید مضبوط کرتے اُس کے بالوں پر لب رکھے۔

"رات کو تمہیں نہیں تو پھر کسے ٹائم دیتا ہوں؟؟"

وہ شرارت سے بولا تو مہروش کا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔

"اُسے ٹائم دینا تو نہیں ٹھرک جھاڑنا کہتے ہیں۔۔۔"

وہ منہ بسور کر بولی تو آویز کا ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔

"اچھا بھئی جو بھی کرتا ہوں ہوتا تو تمہارے ساتھ ہی ہوں ناں"

وہ ہار مانتا بولا۔

"آپ کو پتہ ہے ہماری حویلی میں روز آنہ شام چھ سے لے کر رات نو بجے تک فیملی ٹائم ہوتا تھا سب ہے لاؤنج میں بیٹھتے تھے۔۔۔اور ایک آپ ہیں آفیس سے ہی اتنا لیٹ آتے ہیں"

وہ شکوہ کرتی ہوئے بولی۔

آویز نے اُسے خود سے الگ کرتے اُس کی گال پر شدت سے بوسا دیا پھر پیچھے ہو کر اسے دیکھا جواب دوبارہ سے شرما چکی تھی۔

"اچھا یار آج جلدی آجاؤں گا اور کچھ ؟"

وہ محبت سے بولا تو اُس نے جلدی سے مسکرا کر سر ہلایا۔

اب نیچے چلیں بھی۔۔۔ میں روحان کو سوہا آپی سے لے لوں" "پھر ہمیں چھوڑائیں

وہ جلدی سے کہتی نیچے کی طرف بڑھی تو وہ بھی اُس کے پیچھے آیا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ــــــــــــ

"شکر ہے تم آگئی ہم تو اپنے بے بی کو بہت یاد کر رہے تھے"

مہروش سب سے مل کے بیٹھی ہی تھی کہ سیرت اُس کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

روحان کو اس نے اپنی گود میں لے رکھا تھا اب وہ پہلے کی طرح اس سے چڑتا بھی نہیں تھا۔

بس روحان اُسے مجبوری کے وقت ہی دستیاب ہوتا تھا جیسے ہی اُسے بہرام یا پلوشے دکھتے وہ فوراً اُسے خیر آباد کہہ دیتا۔

"ہاں بس کچھ دن یُونہی مصروف تھی"

وہ آہستہ سے بولی تو سیرت نے معنی خیزی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"بس یونہی بھی کوئی مصروفیات ہوتی ہیں کیا؟ میں نے تو پہلی دفعہ سنا ہے"

سیرت اُس کے کان کے پاس جھک کر بولی تو مہروش نے اُسے پہلو میں چونٹی کاٹی۔

کسی نے مہروش کو پلوشے کے بارے میں نہیں بتایا تھا کہ وہ پریشان نہ ہو۔

پلوشے اب سوئی تھی کل کا سارا دن اُس کے لیے کے عذاب سے کم نہیں تھا جو اُس نے جھیلا تھا۔

شائستہ اور نورین بیگم نے اُس کے کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کے دیا تھا تاکہ اُسے کوئی آواز ڈسٹرب نہیں کرے۔

سمرین بیگم بھی کچھ وقت کے لیے اپنی حویلی جا چکی تھیں۔

ارمان اور مرحا ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔

"ایک سرپرائز تمہیں جلد ہی ملنے والا ہے"

سیرت نے مہروش کو مخاطب کیا تو اُس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"مطلب؟؟؟"

وہ حیرت سے بولی تو سیرت نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"ابھی کچھ دیر میں پتہ چل جائے گا تمہیں"

وہ کہتی روحان کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور لان کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ نورین بیگم کی آواز پر رکی۔

"سیرت آرام سے روم میں جا کر اس کے ساتھ کھیلو باہر لان میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بہرام کی کال ائی ہے وہ کسی فائل کا پوچھ رہا تھا ابھی لینے ائے گا۔ شادی کو کچھ ہی دن پڑے ہیں اب پردہ کرو اُس سے پہلے ہی پچھلے کچھ دنوں اس معاملے میں بہت بے احتیاطی برتی ہے تم نے "

وہ تھوڑی سختی سے بولیں تو سیرت نے منہ بسورا۔

مہروش اُس کے منہ بنانے پر مسکرائی تو وہ پیر پٹختی اوپر کی جانب بڑھی۔۔۔

سب کی نظر دروازے سے داخل ہوتے ارمان اور اُس کے پہلو میں شرماتی لجاتی مرحا کی طرف اٹھی تھیں۔

شائستہ بیگم اُس کا سرخ چہرہ دیکھ کر وجہ سمجھتیں خوشی سے نہال ہوئیں۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے؟"

اُن کے سوال پر ارمان نے مسکرا کر مرحا کو دیکھا جس کی پلکیں اب شرم سے کپکپا رہی تھیں۔

"پریگنینٹ ہے یہ"

وہ مسکرا کر بولا تو مہروش حیرت سے صوفے سے کھڑی ہوئی۔

"کیا"

وہ بلند آواز میں کہتی مرحا تک ائی اور اسے زور سے خود سے لگایا۔

"ماشااللہ۔۔۔اللہ اِسی طرح میری بیٹی کو خوشیاں عطا کرے"

شائستہ بیگم محبت سے کہتیں اُس کے پاس آئیں اور اُس کی پیشانی چومی۔

پھر سب نے ہے اُسے پیار کیا اور مبارک دی ارمان ملازم سے گاؤں میں مٹھائیاں بٹوانے کا بھی کہہ چکا تھا۔

"آخر اللہ نے اس حویلی کو بھی اپنی رونق سے نوازا"

نورین بیگم کی بات پر شائستہ بیگم مسکرائیں۔

مرحاب مہروش کے پہلو میں بیٹھی شرما رہی تھی۔

سب سے زیادہ اُسے ارمان کی معنی خیز نظریں پریشان کر رہی تھیں جو کھڑا بات تو شائستہ بیگم سے کر رہا تھا مگر نظریں اس پر جمی تھیں۔

"ایک دفعہ روم میں آؤ بات کرنی ہے"

وہ سنجیدگی سے کہتا اوپر کی جانب بڑھ گیا تو وہ بھی اٹھ کر اُس کے پیچھے آئی۔

"جی بولیں"

وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی بولی مگر ارمان نے اچانک کھینچ کے اُسے خود میں بھینچا۔

اب وہ اس کی گردن میں چہرہ دیئے لمبی لمبی سانسیں لیتا اس کی سانسیں روک رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

"تھینک یو سو مچ مائے ڈیئر وائیفی"

وہ پیچھے ہو کر اُس کی گال کو شدت سے چوم کے بولا تو اُس نے شرم سے نظریں جھکا لیں۔

"تمہاری یہ حرکتیں مجھے مزید تمہاری طرف کھینچتی ہیں یار"

وہ یار پر زور دے کے محبت سے بولا تو وہ احتیاطاً ذرہ پیچھے ہوئی۔

ارمان کو اس کی یہ حرکت ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

وہ ہمیشہ اُسے خود سے دور ہونے پر ڈانٹتا تھا کہ یہ چیز مجھے نہیں پسند تو مت کیا کرو۔

"قریب آؤ"

اب اُس کے لہجے میں بے حد سنجیدگی تھی۔

مرحا نے ایک نظر اُس کے سرخ چہرے کو دیکھا پھر ایک قدم اُس کے نزدیک بڑھایا۔

"تمہیں سمجھ نہیں آتی میری اتنی دفعہ کی کہی بات"

وہ غصے سے اُس کا بازو پکڑ کر قریب کھینچتا بولا۔

تبھی مرحا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کے فرش پر گرا تھا۔

ارمان نے تڑپ کر اُس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

"آپ بھی۔۔تو ہمیشہ صرف۔۔۔ڈانٹتے رہتے ہیں۔۔مجھے"

وہ دکھی لہجے میں بولی تو ارمان نے بغیر کچھ کہے ہونٹ باری باری اُس کی آنکھوں پر رکھتے اُن کی نمی کو اپنے ہونٹوں سے چن لیا۔

"اگر ڈانٹتا ہی رہتا تو یہ سب نہ ہوتا"

وہ اُس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتا معنی خیزی سے بولا تو وہ شرم سے سرخ ہوئی۔

"آفیس نہیں جانا آپ نے؟"

اُس کے سوال پر ارمان نے گہری نظروں سے اُسے دیکھا۔

"نہ جاؤں تو تم نے کون سا مجھے ٹائم دینا ہے"

وہ بے زاری سے بولا تو مرحا نے اُسے گھورا۔

"ہاں میں کہاں دیتی ہوں آپ کو ٹائم۔۔۔آپ بے چارے تو سارا دن مجھ سے ٹائم مانگتے رہتے ہیں"

اُس کی بات پر ارمان مسکرا دیا۔

اچھاڈارلنگ ایم گوئنگ ناؤ۔۔۔ٹیک کیئر آف یور سیلف اینڈ "

"مائے بے بی

وہ محبت سے اُسے کہتا عقیدت سے اُس کی پیشانی چوم کر نیچے کی طرف بڑھ گیا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی الماری سے کپڑے لیے واشروم میں گھسی۔

------------------------------------

------

آخر کار آج اتنے انتظار کے بعد رخصتی کا دن آن ہی پہنچا تھا۔

کل مہندی تھی جو بہت اچھے سے بغیر کسی مسلے مسائل کے ہو چکی تھی۔

مہروش اب تین چار دنوں سے روحان کے ساتھ حویلی ہی رہ رہی تھی۔

سیرت آج بہت گھبراہٹ کا شکار تھی۔

اُس نے ایک چور نظر اپنے پہلو میں بیٹھے بہرام خانزادہ پر ڈالی تھی جو پاس کھڑے ارمان کو کچھ سمجھا رہا تھا۔

ابھی کچھ ہی دیر میں رخصتی ہونے والی تھی کیونکہ باقی تمام رسمیں کرلی گئی تھیں۔

سیرت کا تو دل کر رہا تھا یہاں سے کہیں بھاگ جائے۔

وہ جانتی تھی بہرام نے اب تک جتنا صبر کیا ہے وہ اب اپنے صبر کا پھل لے کر ہی رہے گا۔

اس لیے وہ کافی دنوں سے خود کو اس بات۔کے لئے ذہنی طور پر منا رہی تھی۔

ارمان اُس کی بات سن کر سٹیج سے اُترا تو بہرام نے بازو سیرت کی کمر میں ڈالا۔

"بی ریڈی مائے لو"

سنجیدگی سے بولا تو سیرت بوکھلا کر اُس سے تھوڑی دور o و ہوئی۔

بہرام بھی مسکراتا سیدھا ہو بیٹھا تبھی پلوشے، مرحا اور مہروش سٹیج پر آئی تھیں۔

پلوشے مسکراتی اُن دونوں کے درمیان میں بیٹھی۔

"چلیں لالا میرے ڈیڑھ لاکھ نکالیں پھر آج سے میری بہن ہمیشہ کے لیے آپ کی ہوئی"

وہ شوخی سے بولی۔

سب کی محبت سے وہ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی آخر کب تک صدمہ مناتی۔

"آپ کی بہن پہلے ہی میری ہے مجھے آپ کو کچھ بھی دینے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ مسکرا کر بولا تو سیرت شرما کر سر جھکا گئی۔

جبکہ پلوشے نے برا سا منہ بنایا۔

"ہے تو آپ کی ہی مگر پھر آپ کو رخصتی نہیں ملے گی"

وہ بہرام کو دھمکی دیتی بولی تو اُس نے اسے گھورا۔

"اب اپنے لالا سے مقابلہ کرو گی آپ"

اُس کی بات پر پلوشے نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

"سیرت تم کہو نہ لالا کو کے مجھے میرا حق دیں"

وہ اب سیرت کو مخاطب کرتی بولی تو بہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

"یہ میڈم پہلے میرا ہو تو مجھے دے پھر ہی کچھ مانگے گی ناں"

وہ یہ بات صرف دل میں ہی کہہ سکا تھا۔

"مم۔۔میں۔۔۔کیا۔۔کہوں"

وہ بوکھلا کر آہستہ آواز میں بولی تو مہروش کا قہقہہ گونجا۔

"ٹھیک ہے مت کہو کچھ اب تمہیں کس ضرورت ہے میری بات ماننے کی۔۔۔بہن کی تو کوئی اوقات ہی نہیں ناں تمہاری نظروں میں"

وہ مصنوعی افسوس کرتی بولی تو سیرت نے اُسے گھورا لیکن اُس کی آنکھوں میں اِلتجا دیکھ کر دونوں ہاتھ آپس میں جکڑے۔

"آپ۔۔۔پلیز۔دے۔۔دیں۔۔اسے۔۔۔جو۔۔بھی۔۔یہ۔مانگ۔رہی۔۔۔ہے"

وہ اٹکتی ہوئی بولی اور بولتے ساتھ ہی سر جھکا گئی۔

"تمہارے لیے تو جان بھی حاضر پیسے کیا چیز ہیں"

بہرام نے بلند آواز میں کہتے جیب سے اپنا والیٹ نکالا اور اپنا کارڈ نکال کر اُسے تھمایا۔

"یہ تم تینوں ڈیوائڈ کر لینا"

وہ کہتا ہوا پلوشے کا ہاتھ تھام کر اُسے درمیان سے اٹھا چکا تھا۔

سیرت کو قریب کھینچتے بہرام نے ہاتھ دوبارہ اس کی کمر میں ڈالا تو وہ اس کے بے بک لمس پر بلکل کانپ کر رہ گئی۔

اوپر سے مہروش اور مرحا کی معنی خیز نظریں خود پر پا کے وہ مزید شرمندہ ہوئی۔

تبھی آویز، ارمان اور ماہر بھی اسٹیج کی طرف آتے نظر آئے تو مہروش اور مرحا ایک طرف ہو گئیں۔

آویز آکر مہروش کے بلکل پاس صوفے پر بیٹھا اور ہاتھ اُس کندھے پر رکھا۔

ارمان بھی مرحا کے پاس بیٹھ چکا تھا جبکہ ماہر بیچارہ آج بھی اپنی تتلی کو صرف دیکھ ہی رہا تھا۔

جو نیچے اس کی ماما سے کھلکھلا کے باتیں کر رہی تھی۔

"روحان کدھر ہے"

آویز کے سوال پر مہروش نے نیچے اشارہ کیا جہاں وہ شائستہ بیگم کی گود میں بیٹھا تھا۔

"آپ بیٹھیں میں اُسے اٹھا لاتی ہوں"

وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی تو آویز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھایا۔

"رہنے دو پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری"

آویز کی بات اور اُس نے زبان دانتوں تلے دبائی یعنی اُس کے رو کنے کے باوجود شائستہ بیگم نے اسے بتادیا تھا۔

"اب ٹھیک ہوں"

وہ آہستہ سے بولی تو ارمان نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"گھر کب تک آؤ گی"

آویز نے اُسے دیکھتے سوال کیا تو مہروش نے ہونٹوں کا کنارا دانتوں میں دباتے اُسے دیکھا۔

"پرسو ولیمے کے بعد آپ کے ساتھ ہی چلوں گی"

اُس کی بات پر آویز نے سر ہلایا لیکن جب اُس کی نظر اُس کے ہونٹوں پر گئی تو آویز کے حلق میں کانٹے اُبھرے۔

مہر چھوڑ دو انہیں اس سے پہلے میں اپنے طریقے سے انہیں چھڑواؤں"

آویز سختی سے بولا تو اُس نے فوراً اپنے ہونٹ دانتوں سے آزاد کیے کیُونکہ آویز شاہ سے کوئی بعید نہیں تھی وہ سب کے سامنے ہی اُسے شرمندہ کر دیتا۔

"کہاں ہیں بابا لوگ ؟ ابھی تک آئے کیوں نہیں"

بہرام کے سوال پر ماہر نے گھور کر اسے دیکھا۔

"صبر کر لے کچھ۔۔۔۔۔"

وہ اپنا غصّہ اُس پر نکالتا بولا تو بہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

"کہیں سے جلنے کی بو آرہی ہے پتہ نہیں کیا جل رہا ہے"

وہ شرارت سے بولا تو ماہر نے خون خوار نظروں سے اسے دیکھا۔

"میرے زخموں پر نمک چھڑک کر آخر تجھے ملتا کیا ہے"

ماہر نے غصے سے کہا تو بہرام مسکرایا۔

"سکون"

وہ سکون پر زور دیتا بولا تھا۔

"اب بس بھی کریں آپ دونوں"

ارمان نے ہے درمیان میں بول کر اُنہیں مزید ایک دوسرے سے الجھنے سے روکا۔

نہیں تو وہ دونوں تو جانے گھنٹہ بھر اسی بحث میں لگا دیتے۔

"میں ذرا ماما کے پاس جا رہی ہیں کوئی کام ہو تو پوچھ لوں"

مرحا کہتی ہوئی اٹھی تو ارمان بھی اُس کے ساتھ اٹھا۔

نرمی سے اُس کا ایک ہاتھ تھام کے اُسے آہستہ سے سہارا دے کر نیچے اُتارا پھر خود دوبارہ صوفے پر بیٹھا۔

وہ نیچے ائی اور اسٹیج کے ساتھ والی ٹیبل کا پاس کھڑیں شائستہ بیگم کے پاس جا کر کھڑی ہوئی جو میز بانی کے حقوق نبھا رہی تھیں۔

یہ شاید بہرام کے کسی دوست کی فیملی تھی کم از کم مرحا تو اُنہیں پہلی دفعہ ہی دیکھ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم"

وہ آہستہ سے بولی تو اُن سب عورتوں نے اسے دیکھا۔

وہ اورنج لانگ فروک میں بے حد خوصورت لگ رہی تھی۔

شائستہ بیگم بھی اُسے پاس کھڑے دیکھ مسکرائیں۔

"وعلیکم السلام یہ پیاری سے گڑیا کون ہے"

اُن میں سے ایک عورت نہایت محبت سے بولیں تو مرحا شرما دی۔

سٹیج پر بیٹھے ارمان بھی اُس کی تعریف سن کر مسکرایا آخر اُس کی بیوی تھی ہی اتنی پیاری۔

"یہ میری بیٹی ہے مرحا"

شائستہ بیگم محبت سے اُسے دیکھتے ہوئے بولیں تو وہ بھی مسکرا دی۔

"ماشاءاللہ یہ آپ کی بیٹی ہے۔۔۔ بھی پیاری بچی ہے"

وہ خوشی سے آنکھوں میں چمک لیے بولیں اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ والی چیئر پر بیٹھالیا۔

"دراصل میں بھی اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔ مہینہ بھر پہلے ہی امریکا سے بزنس کی ڈگری لے کر آیا ہے اب یہیں اپنا بزنس سٹارٹ کیا ہے اُس نے۔۔۔ اگر آپ

نے اپنی بیٹی کا کہیں رشتہ وغیرہ نہیں کر رکھا تو آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں گھر جا کر بات کروں گی"

اُنھوں نے تفصیل سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو مرحا گھبرا سی گئی۔

دوسری طرف سٹیج پر بیٹھے ارمان نے اُن کی بات سنی تو غصے سے اُس کا چہرہ سرخ ہوا۔

وہ فوراً سٹیج سے اتر کر اُن تک آیا اور بغیر کچھ بھی کہے سختی سے مرحا کا ہاتھ جکڑتا اندر کی طرف بڑھا۔

وہ عورت اب حق دق سی اُسے جاتے دیکھ رہی تھیں۔

"معاف کیجئے گا بہن مرحا میری بہو ہے اور ماشاللہ اُمید سے ہے"

شائستہ بیگم کے انکشاف پر اُن کے تاثرات ٹھپ سے بدلے۔

اوہ اچھا۔۔۔وہ آپ نے بیٹی کہا تو مجھے لگا سگی بیٹی ہے آپ کی۔"

"ماشاللہ بہت مہذب بچی ہے اللہ صحت منداولاد سے نوازے

وہ اپنے خیالات کو جھٹکتیں نرمی سے بولیں تو باقی سب نے بھی آمین کہا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــــــــــ

ارمان نے کمرے میں آ کر اُسے دیوار سے لگایا اور اُس کا زرتار دوپٹہ اتار کر بیڈ پر اچھالا۔

مرحاب اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ اُس کا سامنے موجود تھی۔

"زیادہ شوق ہے تمہیں یوں نمائش بن کر پھرنے کا ہاں؟"

ارمان سرخ آنکھیں لیے دھاڑا تو اُس نے آنکھیں زور سے میچیں اب ارمان کی سلگتی سانسیں وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے اتنا تیار ہونے کا مقصد؟؟؟"

وہ دوبارہ چیخا تو اُس نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہونٹوں اور زبان پھیرتے اُنہیں تر کیا۔

"مم۔۔۔میں نے۔۔۔کیا۔کیا ہے؟"

وہ آنکھیں جھکائے ہی بولی تو ارمان نے سختی سے اسے گھورا۔

"تمہیں یہ جنوں نے تیار کیا ہے کیا؟"

وہ طنزیہ بولا تو مرحا نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب اپنے لالا کی۔۔ شادی پر اتنا تیار۔ ہونا تو بنتا ہے۔۔ میرا"

وہ آہستہ آواز میں احتجاج کرنے لگی۔

مجھے نہیں پسند تمہارا یوں اتنے لوگوں میں تیار ہو کے "

"پھرنا۔۔۔۔ دیکھ لیا نہ تم نے نتیجہ

وہ اُس عورت کے الفاظ یاد کرتا سختی بولا تو مرحا نے اُسے دیکھا۔

"ارمان۔۔۔اب میرا کیا قصور۔۔ہے اس میں"

وہ دکھی سے لہجے میں بولی تو ارمان نے اُسے دیکھا۔

"تمہارا قصور کوئی نہیں ہی مگر تم ابھی منہ دھو رہے ہو اور بال ٹائی کر رہی ہو"

وہ سنجیدگی سے بولا تو اُس نے منہ بسورا۔

ہرگز نہیں۔اتنی محنت سے تیار ہوئی ہُوں میں اب منہ دھو "

دوں"

اُس کو بات مانتے نہ دیکھ ارمان نے اُسے گھورا۔

ٹھیک ہے پھر منہ نہیں دھواور مہمان جانے تک روم میں ہی "

بیٹھو پھر باہر آجانا"

اُس کی بات پر مرحا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"ارمان پلیز مجھے تنگ نہیں کریں ناں"

وہ عاجز آتی بولی تو ارمان نے اُسے خود سے لگایا۔

"اچھا نہیں کرتا تنگ۔۔۔طبیعت ٹھیک ہے میری جان کی"

وہ پیار سے بولا تو وہ مسکرائی۔

"جی ٹھیک ہے، بس یہ نیکلیس مجھے بہت اریٹیٹ کر رہا ہے"

وہ گردن پر ہاتھ لپیٹے ہوئے بولی تو ارمان نے اُس کے ہاتھ گردن سے ہٹائے اور پیچھے سے ہار اُتار کر اُس کے ہاتھ میں دیا۔

پھر اُس کا چہرہ اوپر کر کے اُس کی گردن کا جائزہ لیا تو ارمان تڑپ اٹھا۔

ہاتھوں سے اُس کی گردن پر بنے سرخ نشانات کو سہلاتے ارمان نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔

جب نہیں پہنائی جاتیں ایسی ہیوی چیزیں تو مت کرو ناں پھر۔" "یہ خود کو تکلیف دے کر سکوں ملتا ہے تمہیں؟

وہ اُسے سمجھاتا اچانک ہے اُس کی گردن پر جھکا اور اپنی ہونٹوں سے مرہم رکھنے لگا۔

اُس کے لمس میں اس قدر نرمی تھی خ مرحا کو اپنی تکلیف محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔

ارمان اُس کی گردن کو اپنے لمس سے سکون پہنچاتا پیچھے ہوا اور بیڈ کی طرف گیا۔

وہاں سے اُس کا دوپٹہ اٹھا کے اُس کے گرد اوڑھا اور اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالے باہر کی جانب آیا۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

سیرت کو سب لڑکیاں بہرام کے کمرے میں چھوڑ کر جا چکی تھیں۔

وہ اب بہت گھبرائی سی اُس کے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

اچانک دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تو وہ نظریں جھکا گئی۔

اُس کی پلکیں شرم کی وجہ سے بے حد لرز رہی تھیں۔

بہرام نے ایک نظر اُس پر ڈالی اُسے یوں گھبراتے دیکھ بہرام کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

اُس نے شیروانی اُتار کے صوفے پر پھینکی اور مضبوط قدم لیتا بیڈ کی طرف آیا۔

وہ کہنی کے بل بیڈ پر اُس کے بلکل پاس اُس کی طرف رخ کرتا لیٹا۔

"اب کیا مجھے تمھیں خوش کرنے کے لیے تعریفوں کے انبار لگانے ہوں گے؟"

وہ شرارت سے بولا مگر سیرت ابھی بھی کنفیوز سی نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

بہرام کچھ بھی کرنے سے پہلے اُسے کمفرٹیبل کرنا چاہتا تھا تاکہ اُس کے لیے مشکل نہ ہو۔

"آر یو اوکے؟"

وہ فکرمندی سے اس کا ہاتھ تھام کے بولا تو وہ بوکھلا سی گئی۔

"جج۔۔جی"

بہرام اُس کی گھبراہٹ پر پریشان ہوا تھا۔

"سیرت کیا ہوا ہے میری جان کوئی پروبلم ہے تو بتا سکتی ہو تم"

وہ اب کی بار سارے مذاق ایک طرف رکھتا فکر مندی سے بولا تو سیرت نے سر نفی میں ہلایا۔

"کچھ کھایا تھا تم نے؟"

اُس کے سوال سیرت نے اُسے دیکھا واقعی وہ بہت کیرنگ تھا۔

"جی ڈنر کروایا تھا ماما نے"

وہ آہستہ سے بولی تو بہرام نے سر ہلاتے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلانا شروع کیا۔

سیرت اُس کے لمس پر تڑپ رہی تھی مگر خاموش تھی۔

"پہلے والی سیرت تو کوئی اور ہی تھی اب والی تو وہ لگ ہی نہیں رہی"

بہرام اُس کا ذہن بٹانے کی خاطر مسکرا کر بولا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"اگر تم تھکن فیل کر رہی ہو تو یو کین چینج"

Zubi Novels Zone

اس کے مشورے پر وہ سر ہلاتی بیڈ سے اٹھی دونوں ہاتھوں سے لہنگا پکڑ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تو بہرام کی نظروں نے اس کا پیچھا کیا تھا.

بہرام اُس کی حالت سے ہی سمجھ رہا تھا وہ خود کو اس نئے رشتے کے لیے تیار نہیں کر پائی۔

اس لیے اب یوں شرما اور گھبرا رہی ہے۔

مگر بہرام بھی اب خود کو مزید ضبط نہیں کر پا رہا تھا۔

آخر کتنے سالوں کا انتظار تھا کیسے روک پاتا اب وہ خود کو۔

وہ سیدھا ہو کر بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔

بیس منٹ بعد وہ سادہ سے وائٹ سلک کے شلوار قمیص میں ملبوس باہر نکلی۔

اب بال بھی کھلے کمر پر بکھرے تھے اور چہرہ بھی بلکل میک اپ سے عاری تھا۔

وہ چہرہ جھکائے آہستہ آہستہ قدم لیتی بیڈ کی دوسری طرف آ کر ایک کونے پر بیٹھ گئی۔

"کیوں امتحان لے رہی ہو میرا"

بہرام کی گھمبیر آواز اُس کانوں میں گونجی تو اُس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہاں آو"

وہ بیڈ پر اپنے بلکل پاس اشارہ کرتا سنجیدگی سے بولا تو وہ ہونٹ دانتوں میں چباتے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے ڈر۔۔۔۔لگ رہا۔۔۔ہے"

وہ نظریں دوبارہ سے جھکا کر بولی تو بہرام نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو بتاؤ پھر کیسے نکلے گا تمہارا یہ ڈر"

وہ شرارت آمیز لہجے میں بولا تو اس نے بیڈ شیٹ کو ناخنوں سے کھرچتے لاعلمی سے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھا تم میرے پاس آؤ تو سہی کرتا ہوں کچھ اس ڈر کا بھی"

وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو سیرت نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"سیرت"

وہ اس دفعہ وارننگ دیتی نظروں سے اُسے دیکھتا اُس کے نام پر زور دے کے بولا تو وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھتی اُس کی طرف ائی جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے۔

وہ اُس سے تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھی اب اُس کا جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔

بہرام نے نرمی سے ہاتھ اُس کی کمر میں ڈالتے اُسے قریب کھینچا اور اُس کی پیشانی پر بوسا دیا۔

اُس کے لمس میں بے حد محبت و احترام تھا جس نے سیرت کو بے حد پر سکون کیا۔

"کہا تھا ناں خود کو مضبوط کر لو"

وہ سنجیدگی سے بولا تو سیرت نے سر ہلایا۔

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ کل تک تو وہ مضبوط ہی تھی جانے اب اچانک کیوں حالت اُلٹ ہو گئی تھی۔

وہ جو اپنے آپ کو نہایت بہادر سمجھتی تھی آج ساری بہادری بھول کر ایک عام مشرقی لڑکی کا روپ دھار چکی تھی۔

بہرام نے نرمی سے اس کا بازو تھام کر اُسے بیڈ پر لٹایا اور خود تھوڑا اوپر ہو کے اپنی ٹی شرٹ اتار کر سائڈ پر پھینکی۔

جو اُس نے شیروانی کے نیچے پہن رکھی تھی۔

سیرت اب آنکھیں میچ کر لیٹی اُس کے اگلے عمل کا انتظار کر رہی تھی۔

بہرام نے شرٹ پھینکی تو اب اُس کے سکس پیکس بلکل واضح تھے۔

یہ بہرام خانزادہ کے ٹف ورک آؤٹ کا نتیجہ تھا کہ وہ بے حد سمارٹ اور پرسنلٹڈ تھا۔

اوپر سے پٹھانی خوبصورت نین نقوش اُس کے حسن کو چار چاند لگاتے تھے۔

سیرت جو سب سے زیادہ بہرام کی کھڑی ناک اٹریکٹ کرتی تھی شاید ہی اس سے زیادہ پرفیکٹ ناک کسی کی ہوتی۔

بہرام کسی گہری گھٹا کی طرح اس کے وجود پر اپنا وجود ڈالتا مکمل اُس پر جھکا۔

وہ اب بلکل سانسیں روکے اسی کے رحم و کرم پر لیٹی تھی۔

بہرام نے اُس کی کانپتی پلکوں کا رقص دیکھا تو اُسے خود کو ضبط کرنا بے حد مشکل لگا تھا۔

وہ جانتا تھا اس وقت اُس کی کیا حالت ہے مگر اب وہ چاہ کر بھی اُسے مزید وقت نہیں دے سکتا تھا۔

بہرام نے چہرہ اُس کے چہرہ کے قریب کیا۔

تو بہرام کی سلگتی سانسیں اپنے چہرے پر پا کر سیرت نے بیڈ شیٹ دونوں مٹھیوں میں بھینچ کر خود کو کنڑول کرنا چاہا۔

بہرام اُس کے شرم سے سرخ چہرے کو دیکھتا اُس پر فدا ہوتا اچانک ہونٹ اُس کی بائیں گال پر رکھ گیا۔

اُس کے دہکتے لمس کے ساتھ اُس کی ہلکی بیرڈ کی چبھن سے سیرت کی نرم و گداز گال مزید سرخ ہوئی۔۔۔

"کیا۔۔ کر۔۔ رہے۔۔ ہیں؟"

وہ آہستہ سی آواز میں منمنائی تو بہرام اُس کی پلکوں کو ہونٹوں سے چھو کر تھوڑا پیچھے ہوتا اس کی طرف دیکھنے لگا جواب آنکھیں کھولے ہوئی تھی۔

مگر اسے دیکھنے کی بجائے نظریں جھکا ہی رکھی تھیں۔

"چھوٹی بچی ہو تم جو میں تمہیں بتاؤں کیا کر رہا ہوں"

وہ سنجیدگی سے بولا تھا مگر اس کی بات پر سیرت کی سانس گلے میں اٹکی تھی۔

"پلیز۔۔۔ک۔۔۔کچھ۔۔۔ٹائم"

ابھی وہ آگے کچھ بولتی کہ بہرام نے سختی سے اس کی بات کاٹی۔

"یہ جو اتنے سال دیا گیا ہے نا تمہیں یہ ٹائم اور میرا صبر ہی تھا مس سیرت بہرام خانزادہ۔۔۔ چاہتا تو تین سال پہلے ہی تمہیں نکاح میں لے کرر خصتی لے سکتا تھا مگر میں نے تمہاری پڑھائی کو ڈسٹرب نہیں کیا تو تم بھی اب مجھے ڈسٹرب کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتیں۔۔۔"

وہ سلگ کر بولا تو سیرت نے خاموشی دھار لی.

واقعی صحیح تو کہہ رہا تھا وہ اس سے زیادہ کتنا ٹائم دیتا۔

وہ اب انیتس سال کا تھا جبکہ ازمیر اور زبیر خانزادہ تو اُس کے بچیس سال کے ہوتے ہی اُس کی اور سیرت کی شادی کے خواہش مند تھے۔

اُن کا خیال تھا اُنہیں کسی چیز کی کمی تھوڑی ہے کہ بہرام کی پڑھائی ختم کر کے ایسٹبلش ہونے کا انتظار کریں۔

خاندانی بزنس تھے جہاں چاہے چلا جاتا جا اپنا بزنس شروع کر دیتا۔

مگر بہرام نے اُن کی بات کی نفی کی اور کہا کہ ابھی وہ دونوں پڑھنا چاہتے ہیں۔

تو وہ لوگ بھی خاموش ہو چکے تھے۔

بہرام چونکہ اُن کے خاندان کا سب سے بڑا بیٹا تھا تو سب کی دلی خواہش اُس کی شادی جلد کرنے کی تھی۔

مگر اُس کے انکار پر سب خاموش ہو چکے تھے۔

سیرت نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہے ہمیشہ سب کے ہونٹوں سے اپنے ساتھ بہرام خانزادہ کا نام سنا تھا۔

اور یہاں آ کر سیرت کو اپنی خوش نصیبی پر یقین ہو چلا تھا کہ بن مانگے اُس کی قسمت میں وہ شخص چُپکے سے چلا آیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ بہرام کی نظروں میں اپنے لیے موجود جذبات کو سمجھنے لگی تھی۔

اُسے خاموش ہوتے دیکھ کر بہرام اُس پر جھکا ہی تھا کہ سیرت نے فطرانہ شرم وحیا کے باعث چہرہ اُس سے پھیرا۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب بہرام کا ضبط ٹوٹا۔

یہ صلہ دے رہی تھی وہ اُس کی محبت کا؟؟

بہرام غصے سے اُس پر سے اُٹھتا بیڈ پر دوسری جانب لیٹا تو سیرت نے حیرت سے اسے دیکھا۔

یعنی وہ اس کے لاعلمی میں کیے گئے عمل پر غُصہ ہو چکا تھا۔

وہ شادی کی پہلی رات ہی اُسے ناراض ہر گز نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ اپنی جگہ سے اوپر ہوتی اُس کے قریب کھسک ائی۔

"بہرام۔۔ میں نے۔۔ جان بوجھ کر۔۔ ایسے۔۔ نہیں کیا۔ پلیز آپ یوں بیہیو نہیں کریں"

وہ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی نرمی و محبت سے بولی تھی مگر بہرام یُونہی لیٹا اُسے اذیت پہنچا رہا تھا۔

"ایم سوری بہرام"

وہ بے بسی سے بولی تو بہرام اچانک کروٹ اُس کی طرف لیتا اُسے اپنی بانہوں کے حصار میں قید کر گیا۔

اُس کی اچانک کی گئی حرکت پر سیرت کا تو دل دھک دھک کرنے لگا تھا مگر وہ دوبارہ اُسے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے چپ چاپ لیٹی رہا تھا۔

"یعنی تم بھی میرے بغیر نہیں رہ سکتی"

وہ مسکرا کر بولا تو سیرت نے اثبات میں سر ہلایا تھا واقعی وہ اُس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی۔

بہرام نے اُسے تکیے پر لیٹاتے چہرہ اُس کی گردن میں چھپایا اور وہاں اپنی شدتیں دکھانے لگا۔

لیکن سیرت نے آہ بھی نہیں کی تھی اُسے تو اپنے شوہر کا لمس سکون ہی پہنچا رہا تھا۔

لیکن جب بہرام اُس کی گردن سے چہرہ نکال کر اُس کے ہونٹوں پر جھکا تو تب سیرت کی جان ہوا ہوئی تھی۔

وہ اُس کی سانسیں بلکل روکنے کے درپر تھا۔

سیرت نے اُس کے کندھوں پر زوردار مکے مارے تھے مگر وہ پیچھے نہیں ہوا آخر وہ سانسوں کے لیے تڑپتی جب بلکل بیہوش ہونے کو ہوئی تو بہرام اُس کے نرم و نازک لبوں کو دانتوں سے کاٹتا پیچھے ہوا۔

اُس کے سرخ ہونٹوں سے اب کٹ لگنے کی وجہ سے خون نکل رہا تھا۔

یونہی ساری رات بہرام خانزادہ نے اُس کی جان کو ہلکان کیے رکھا تھا۔

کبھی اُس کا لمس بے حد نرمی اختیار کر لیتا اور کبھی شدت پسندی۔

صبح کے چار بجے ہی اُس کے بے حد احتجاج اور اسرار پر اس کی جان بخشی ہوئی تھی۔

وہ اُسے باہوں میں بھرتا خود نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا جبکہ وہ گردن اور کندھوں پر تکلیف اور جلن کا باعث سو ہی نہیں پائی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــ

صبح کے ساڑھے نو بجے وہ فریش ہوتی بمشکل بہرام کو منا کر نیچے لائی تھی۔

جو دوبارہ اپنی رات کی ٹون میں آرہا تھا۔

سیرت نے اپنی گردن اور ہونٹ صبح شیشے میں دیکھے تو اسے خود پر ترس آیا تھا۔

بہرام کے دانتوں کے نشان اُس کی پوری گردن پر زخموں کی طرح واضح ہو رہے تھے۔

جبکہ ہونٹ پر الگ کٹ لگا ہوا تھا سیرت نے جیسے تیسے کر کے گردن پر دوپٹا لپیٹے اور ہونٹوں کو لپسٹک سے رنگتے وہ نشانات چھپائے تھے۔۔۔

لیکن اُسے تپ تو اُس وقت چڑھی جب بہرام نے اُن نشانوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا کہ تمہاری گردن پر یہ سرخ نشان بہت دلکش لگ رہے ہیں۔

اُس وقت سیرت کا دل کیا اسی طرح کے نشانات اُس کی گردن پر بھی بنا دے مگر وہ اتنی بے شرم ہر گز نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ دونوں نیچے ائے تو سب لاؤنج میں۔ موجود تھے۔

آج ولیمہ تھا اس لیے سب ہے حویلی موجود تھے۔

بہرام تو وہیں ایک صوفے پر سب مرد حضرات کے پاس بیٹھ گیا البتہ سیرت سب سے پیار لیتی کچن میں آئی۔

حویلی کی سب خواتین و لڑکیاں یہیں جمع ناشتا بنوانے میں مگن تھیں۔

اُن کی حویلی میں کچن پر بھی بہت فوکس کر کے اسے تعمیر کروایا گیا تھا کیونکہ اُن سب کو ملازموں کے ہاتھ کا کھنا کم ہے پسند تھا۔

اس لیے زیادہ تر حویلی کی خواتین خود ہے کھانا بناتی تھیں۔

یہ کچن عام کچن سے ٹرپل تھا،ایک طرف شیلف بنے ہوئے تھے۔

دوسری طرف دروازے کے ساتھ ہی فریج رکھی تھی پھر اُس کے ساتھ ایک ٹیبل اور چھ کرسیاں رکھی تھیں۔

جبکہ ایک دیوار پر بڑی سی شیشے کی گرل موجود تھی جس سے لون کے مناظر نظر آتے تھے۔

سیرت شرم سے نظریں جھکاتی ایک چیئر پر آکر بیٹھ گئی۔

محروش اور مرحا کو پہلے ہی زبردستی چیئر زبٹھادیا گیا تھا۔

"اٹھ گئے میرے بچے"

شائستہ بیگم فروٹس ایک باسکٹ میں سیٹ کرتیں اُس کے پاس آئیں اور اُسے خود سے لگاتے محبت سے بولیں۔

"جی"

وہ دھیمی مسکراہٹ سے نرمی سے بولتی سب کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"کیسے نکھر سی گئی ہے میری بیٹی"

وہ اُس کے چہرے کو دیکھ کر بولیں تو وہ شرما کے نظریں جھکا گئی۔

ماں تھیں اُس کے وجود سے اپنے بیٹے کی خوشبو پہچان چکی تھیں۔

"ماشاءاللہ"

نورین بیگم بھی اُس تک آئیں اور اُسے سینے سے لگا کر محبت سے اُس کی پیشانی چوم کر بولیں۔

"رات کو تھوڑی سی بریانی ہی کھائی تھی تم نے۔اب کچھ کھانا ہے یا سب کے ساتھ ناشتہ کرو گی "

وہ واپس شیلف تک جا کر بوائلڈ انڈوں کے چھلکے اُتارتی ہوئی اُس سے بولیں۔

"نہیں ماما۔۔۔سب کے ساتھ ہی کھاؤں گی"

"کچھ کھالو بچے ویکنس ہو جائے گی"

شائستہ بیگم اُس کے جواب پر بولیں۔

"اس کی کیا شادی ہو گئی آپ لوگ ہم دونوں کو تو بھول ہی گئی ہیں"

مہروش نے شرارت سے کہا تو سب مسکرادیں۔

"آؤ ناں سیرت لان میں چل کر باتیں کرتی ھیں"

مرحا نے معنی خیزی سے کہا تو سیرت نے گھور کر اسے دیکھا وہ جانتی تھی اب یہ سب مل کر اس سے پچھلے سارے بدلے لیں گی۔

"نہیں تم لوگ جاؤ میں یہیں ٹھیک ہوں"

وہ چالاکی سے بولی تو مہروش نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا۔

اچھا بس کرو تم سب اور ناشتہ ڈائننگ پر لگانا شروع کرواس سے "

"پہلے تم لوگوں کے بڑے بابا غصّہ ہوں

شائستہ بیگم نے اُنہیں متوجہ کیا تو سب اٹھتیں باری باری ناشتے کے لوازمات لاونج کی طرف لے جانے لگیں۔

پھر سب نے سکون سے ناشتہ کیا تھا۔

بہرام سب کے سامنے اس قدر سنجیدہ بن رہا تھا کہ سیرت کو رات والا بہرام یاد آیا تو اُسے اس بہرام کو پہچاننا بھی مشکل ہی لگ رہا تھا۔

مگر وہ مطمئین تھی کہ کم از کم اس نے سب کے سامنے کسی بھی قسم کی بے باک حرکت نہیں کی تھی۔

ناشتے کے بعد سب لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں مگن ہو گئے تھے کیونکہ شام کو ولیمہ تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مرحا ناشتہ کر کے روم میں آگئی تھی۔

البتہ ارمان کسی کام سے کہیں باہر گیا ہوا تھا۔

اُسے آج اپنی طبیعت کچھ ناساز محسوس ہوئی تو وہ آرام کر رہائی تھی تاکہ رات کو فنکشن پر کوئی ڈسٹربنس نہ ہو۔

اچانک ارمان کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا سائڈ ڈراتک آیا۔

وہاں سے کوئی چیک نکال کر وہ واپس جانے ہی کہا تھا جب کمبل میں لپٹی مرحا پر نظر گئی۔

سب لڑکیاں تو لاؤنج میں موجود تھیں اُسے تو لگا تھا وہ بھی اُن کے آس پاس موجود ہوگی۔

لیکن اب اسے یہاں پر کر وہ فکر مند ہوا۔

"کیا ہوا جاناں۔۔۔۔ طبیعت ٹھیک ہے؟"

وہ اُس تک آتا محبت سے اُس کے پاس بیٹھ کر بولا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر چیک کیا کہ کہیں اُسے بخار تو نہیں۔

وہ آہستہ سے اٹھنے لگی مگر اُس سے اٹھا نہیں کا رہا تھا ارمان نے اُس کی کمر تھام کے اُسے دوبارہ لٹایا۔

"نہیں۔۔۔شاید فوڈ پوائیزننگ ہو گئی ہے"

وہ نقاہت سے بولی تو ارمان نے فکر مندی سے اس کے ستے چہرے کو دیکھا۔

خیال رکھو کرو ناں چندہ۔۔۔اب ایک دن میں فری نہیں تھا تو"

"کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنا

وہ اس کہ ہاتھ تھام کر کہتا پھر اٹھ کر اُس کی میڈیسن اور پانی کا گلاس لے آیا۔

اُسے سہارا دے کر بیٹھا کر میڈیسن دی پھر واپس لٹا کر خود اس کے پاس بیٹھا۔

تم آرام کرو شام تک باہر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں"

"ماما سے کے دوں گا تمہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے

وہ اُس کی پیشانی پر بوسہ دیتا پیار سے بولا تو وہ مدھم سا مسکرادی۔

"ہمم۔۔۔آپ جائیں کام ہوں گے آپ کو"

وہ نرمی سے بولی تو وہ سر ہلاتا اٹھا اُسے واقعی کیٹرنگ والوں کو چیک دیناتھااور ساراانتظام بھی کروانا تھا۔

وہ جھکتا اُس کی گال چوم کر پیچھے ہوا تو وہ شرماتی ہوئی نیچے دیکھنے لگی۔

"مائے ریڈ چیری"

وہ اُس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہتا اُس اور کمبل ٹھیک کرتا دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا تو اُس نے بھی آنکھیں بند کیں تا کہ کچھ دیر سو سکے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

سیرت اور مہروش اس وقت مہروش کے روم میں موجود تھیں۔

روحان کو مہروش نے سلا کر پلوشے کے کمرے میں لٹا دیا تھا تا کہ وہ ساتھ ساتھ اُسے بھی دیکھتی رہے۔

مہروش سیرت کو اس لیے روم میں لائی تھی تاکہ خود اُس کی کلینزنگ کر دے۔

وہ دونوں روم میں آئیں تو مہروش نے سیرت کو ڈریسنگ کے سامنے موجود چیئر پر بیٹھایا اور خود اُس کے پیچھے کھڑی ہوتی ائینے میں اسے دیکھنے لگی۔

تو بتایئے مسز بہرام خانزادہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتی"
"ہوں۔۔۔آپ کہیں تو آپ کی زبان تھوڑی سی کاٹ دوں

مہروش پروفیشنل پالرز کی طرح شرارت سے بولی تو سیرت نے شیشے سے ہی اسے گھور کر دیکھا۔

"تم ایک کلینزنگ ہی کر دو تو بہت ہے"

وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو مہروش نے سر ہلا کر کلینزنگ ملک کی بوٹل اٹھائی۔

اُس نے شروع کرنے اسے پہلی احتیاطاً سیرت کا دوپٹہ گلے سے نکال کر سائڈ پر رکھا تاکہ وہ اریٹیٹ مت کرے۔

جبکہ اُس کا اس عمل پر سیرت کا سانس اٹکا تھا۔

اب اُس کی گردن کے نشانات بلکل سامنے تھے۔

مہروش کی نظر جب اُس کی گردن پر گئی تو وہ حیرت سے اُس کے سامنے ائی اور اُس کا چہرہ اٹھا کے گردن کا جائزہ لیا۔

"یہ کیا ہوا ہے تمہیں"

وہ بے دھیانی اور حیرت میں سوال پوچھ تو گئی تھی۔

مگر سیرت کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُسے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔

"اُفف لالا بھی ناں"

Zubi Novels Zone

وہ سر پر ہاتھ رکھتی پریشانی سے بولی تو سیرت نے چہرہ جھکا لیا تھا۔

وہ ہر گز نہیں چاہتی تھی کوئی یہ نشانات دیکھے مگر اب اس میں اُس کا کیا قصور۔

"یار تمہاری آج کی جو میکسی ہے اُس کا گلا بہت ڈیپ ہے اور ساتھ دوپٹہ بھی نہیں بنوایا تھا ہم نے۔۔۔اب کیسے جاؤ گی ان زخموں کے ساتھ ریسیپشن پر"

وہ فکر مندی سے بولی تو سیرت کو بھی خیال آیا تھا کہ اُس نے کتنے دل سے وہ میکسی بنوائی تھی۔۔۔۔

"اب کیا کروں میں۔۔"

وہ بھی دکھ سے بولی تو مہروش نے اسے گھورا۔

"یہ تو رات میں سوچنا چاہیے تھاناں کہ کیا کرو گی۔۔۔"

"تم کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے میں نے کیا ہے یہ سب"

سیرت کی بات پر مہروش نے منہ بنایا۔

"اب میں پارلر کیسے جاؤں گی وہ کیا سوچے گی"

سیرت کو نئی فکر مندی لاحق ہوئی تو مہروش نے بھی پریشانی سے ہونٹ کاٹے۔

"ہاں اب کرو تو کرو کیا۔۔۔ کسی کو بتا بھی نہیں سکتے"

مہروش کے دماغ میں اچانک ایک خیال آیا۔

"تم لالا سے پروبلم ڈسکس کرو اور ابھی جا کر نیا ڈریس لے آؤ" جس کا ہائی نیک ہو اور دوپٹہ بھی ہو"

اُس کے مشورے پر سیرت نے منہ بنایا۔

"پہلی بات میں نے بہت محبت سے یہ ڈریس لیا تھا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں یہ نہیں پہنوں۔۔۔دوسری بات بہرام کو نہیں پتہ میرا یہ ڈریس تھوڑا بولڈ ہے اگر میں اُن سے ڈسکس کریں تو وہ غصّہ ہوں گے کہ یہ کیوں لیا"

ہمم۔۔۔اچھا چھوڑو پھر یہی پہن کو ساتھ کوئی دوپٹہ میچ کر لیتے ہیں کسی طرح گردن کور ہو جائے بس"

مہروش نے کہا اور پھر وہ دونوں دوپٹہ میچ کرنے میں لگ گئی تھیں۔۔۔۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

پانچ ماہ بعد۔۔۔۔

مہروش آج صبح اٹھی تھی تو آویز شاہ آفیس جا چکا تھا۔

اُس نے اٹھ کر روحان کو تیار کیا کیونکہ بہرام کی کال آئی تھی وہ روحان کو لینے اس رہا ہے۔

اُسے تیار کر کے اُس کا بیگ پیک کیا پھر اُسے بہرام کے ساتھ حویلی بھیج کر خود لاؤنج میں بیٹھی سب سے باتیں کرتی رہی۔

دوپہر کے ڈھائی بجے وہ کھانا کھا کر روم میں آئی تھی۔

اُس نے کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھے تاکہ شاور لے سکے۔

ابھی وہ کچھ کرتی کہ اچانک اُس کے پیٹ میں درد کی ٹیس اٹھی تھی۔

اُس کا ساتواں مہینہ ختم ہونے کو تھا اس لیے مہروش نے اس بات کو نورمل لیا اور واشروم کی طرف بڑھی۔

وہ شاور لے کر آئی اور ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں کو برش کیا۔

پھر وہ بیڈ کی طرف ائی خ کچھ دیر آرام کر لے مگر ایک دفاع پھر اُس کے پیٹ میں شدید قسم کا درد اٹھا تھا۔

اس دفعہ تکلیف اُس کے لیے نہ قابل برداشت ہوئی وہ ہمت کرنے کے باوجود بھی پیٹ کو سختی سے پکڑتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"آہ۔۔۔ماما"

وہ بلند آواز میں چلائی تھی تاکہ کوئی اُس تک آ سکے۔

اب درد کی وجہ سے اُس پر بیہوشی طاری ہو رہی تھی۔

"سوہا۔۔۔آپی"

وہ بمشکل آنکھیں کھولتی دوبارہ چیخی۔

سوہا جو اپنے کمرے میں موجود تھی اُس کی چیخ پر اپنے بیٹے کبیر کو بیڈ پر لٹاتی تیزی سے اُس کے کمرے تک ائی۔

اُس نے جیسے ہے دروازہ کھولا سامنے بید کے پاس وہ پیٹ کو جکڑے لیٹی تھی۔

سوہا تقریباً بھاگ کے اُس تک آئی۔

"کیا ہوا مہروش۔۔۔اٹھی میری جان بیڈ پر بیٹھو"

وہ اُسے سہارا دینے کی کوشش کرنے لگی مگر اُس سے مہروش کو اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔

"تم۔۔تک آنکھیں کھلی رکھنا میں ماما لوگوں کو بلا کر لاتے ہوں"

وہ اُس کی گال تھپتھپا کر کہتی بھاگ کر نیچے گئی تھی۔

جب وہ واپس ائی تو اُس کے پیچھے ہی گھبرائی ہوئیں ندہ اور رابعہ شاہ بھی اندر ائی تھیں۔

اُس کی حالت دیکھ کر دونوں کو فکر مندی ہوئی کیونکہ ابھی ڈیلیوری کے ٹائم میں تو دو مہینے رہتے تھے۔

"مہروش۔۔میری بچی اٹھو اوپر لیٹو"

ندہ بیگم محبت سے اُس کا بازو تھام کے بولیں تو رابعہ بیگم اور سوہا نے بھی اُسے سہارا دیا۔

آخر وہ تینوں تھوڑی مشقت کے بعد اُسے بیڈ پر لٹا چکی تھیں جس کی چیخیں عروج پر تھیں۔

"سوہا فوراً آویز کو فون کرو اسے ہسپتال لے چلیں"

رابعہ بیگم کی بات پر سوہا تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بھاگی تاکہ اپنے سیل سے آویز کو کال کر سکے۔

پندرہ منٹ میں ہی وہ ریش ڈرائیونگ کرتا حویلی پہنچا تھا۔

وہ سیدھا اپنے روم میں آیا تو مہروش کی حالت دیکھ کر اُس کا دل تھم گیا۔

مگر وہ آویز شاہ تھا خود کو قابو کرنا اچھے سے آتا تھا اسے۔

وہ اس تک آیا جو اسے دیکھ کر مزید زور زور سے چیخنے لگی تھی۔

آویز نے ایک پل کی بھی تاخیر کیے بغیر اُسے بازوؤں میں بھرا اور نیچے کی جانب بڑھا۔
اُس کے پیچھے ندہ اور رابعہ بیگم بھی گئی تھیں۔

آویز نے اُسے پچھلی سیٹ پر لٹایا تو ندہ شاہ اُس کا سر گود میں رکھتی بیٹھ گئیں۔

رابعہ شاہ کے بیٹھتے ہی آویز نے گاڑی دوڑائی تھی۔

اُسے فوری طور پر ایمرجینسی میں لے جایا گیا تھا۔
وہ تینوں اب باہر کھڑے اُس کی خیریت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر نے باہر آکر آویز کو اپنے کیبن میں بلایا تو وہ اُن کی طرف آیا۔

"ان کی حالت بہت کریٹیکل ہے۔۔۔ہم وجہ نہیں سمجھ پا رہے مگر ہمیں آج یہ کچھ ہی دنوں میں آپ کی وائف کا ابورشن کرنا ہو گا۔۔ادر وائز ڈیلیوری کے ٹائم ان کی جان کو خطرہ ہے"

ڈاکٹر سنجیدگی سے بولیں تو آویز نے تکلیف سے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔

یہ اُس کے لیے شدید مشکل مرحلہ تھا ایک طرف جان سے بڑھ کر پیاری بیوی دوسری طرف اپنی محبت کی نشانی اپنی اولاد اپنا خون۔۔۔

لیکن وہ جانتا تھا اگر اللہ نے چاہا تو یہ نعمت اُسے دوبارہ بھی مل جائے گی مگر وہ مہروش کی جان کا کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

وہ ایک منٹ میں ہی اپنے دل و دماغ کو ایک فیصلے پر آمادہ کر چکا تھا۔

"ابارشن زیادہ سے زیادہ کتنے دنوں بعد ہونا ہوگا"

اُس کے سوال پر ڈاکٹر کو تسلی ہوئی تھی اُنہیں اُس کا فیصلہ بہترین لگا۔

"بمشکل ہی دس دن اس سے زیادہ ٹائم ممکن نہیں"

وہ پروفیشنل لہجے میں بولیں تو آویز سر ہلا کر اٹھا۔

"اب انہیں گھر لیے کے جا سکتے ہیں"

اُس نے آہستہ سی آواز میں پوچھا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی بلکل۔۔۔اُن کا ٹریٹمنٹ کر دیا ہے وہ نورمل ہیں اب آپ انہیں لے جائیں اور کچھ میڈیسن لکھ دیں ہیں میں نے وہ لے لیجئے گا"

ڈاکٹر کی بات پر وہ باہر آیا تھا۔

"کیا ہوا۔۔کیا کہا ڈاکٹر نے"

رابعہ بیگم کے سوال پر اُس نے کرب سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"ابارشن کروانا ہو گا اس کا نہیں تو اس کی جان جا سکتی ہے"

وہ اذیت سے بولا تو دونوں ہی تڑپ اٹھی تھیں۔

لیکن وہ اُس کی پریشانی کا خیال کرتے اُسے تسلی دینے لگیں تا کہ وہ مزید پریشان مت ہو۔

"بیٹا سب اللہ کی مرضی ہے جب اُس کی مرضی ہو گی دوبارہ وہ تم دونوں کو اپنی نعمت عطا کے دے گا"

رابعہ شاہ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتیں بولیں تو اُس نے سر ہلایا۔

"آپ لوگ گاڑی میں جا کر بیٹھیں میں مہروش کو لے کر آتا"

"ہوں"

وہ کہتا ہوا ایک روم کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اُسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

آویز نظریں چراتا ہوا اُس کے قریب آیا جو سنجیدہ سی لیٹی تھی۔

جبکہ چہرہ جو آج کل بے حد دمک رہا تھا اب وہ بلکل مدھم پڑ چکا تھا۔

آویز اُس کے پاس چیئر گھسیٹ کر بیٹھا اور اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

اُسے پاس محسوس کر کے مہروش نے فوراً نظریں اس کی طرف کی تھیں۔

"کیا۔۔کہا۔۔ڈاکٹر نے"

وہ آنسو ایک ہاتھ سے صاف کرتی بولی تو آویز نے ہونٹ بھینچ لیے وہ اسے کیسے بتاتا کہ اُس پر کیا قیامت آچکی ہے۔

وہ تو اُسے خوش دیکھ کے بہت خوش تھا ان دنوں۔

مہروش نے تو خوشی کے مارے بچے کی ساری شاپنگ بھی کر لی تھی۔

آویز نے ذہن جھٹک کر اُسے دیکھا جو اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"بلکل ٹھیک ہو تم کوئی سیریس پروبلم نہیں ہے"

آویز نے آہستہ آواز میں اُس سے جھوٹ بولا تھا۔

وہ اُسے تکلیف میں ہر گز نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"اور۔۔ ہمارا۔۔ بے بی؟؟"

وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتی دھڑکتے دل سے بولی تو آویز کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئی تھیں۔

"ہمارا بے بی بھی ٹھیک ہے۔۔ اور اب ہم لوگ حویلی چل رہے ہیں"

آویز بات بدلتے اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ اُسے بانہوں میں بھر لیا۔

"کیا۔۔کر۔رہے ہیں۔۔۔میں چل۔۔سکتی۔ہوں"

وہ شرماتی ہوئی بولی تو آویز نے بجھے دل سے بمشکل اُسے گھورا تو وہ بھی مسکرا کے چہرہ اس کیا سینے میں چھپا گئی۔

وہ باہر ائے تو ندہ اور رابعہ بیگم پیچھے بیٹھ چکی تھیں اویس نے اُسے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

"کیسی طبیعت ہے میری بیٹی کی"

رابعہ شاہ کے سوال پر اُس نے مسکرا کر چہرہ پیچھے موڑا۔

"بلکل ٹھیک ہوں۔۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا اچانک"

وہ نرمی سے بولی تو آویز نے اُس پر ایک نظر ڈالی۔

"مہر سیدھی ہو کر بیٹھو"

وہ فکر مندی سے بولا تو وہ بھی سر ہلاتے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

___________________________________________

وہ لوگ حویلی ائے تو آویز اُسے روم میں لایا اب سب اُس کے پاس موجود تھیں تو وہ خود باہر نکلا۔

اس میں سیل نکال کے بہرام کا نمبر ڈائل کیا۔

پھر اُسے سارا معاملہ بتایا تو وہ بھی بے حد دکھی اور پریشان ہوا تھا۔

آویز نے اُن سب کو بھی اپنی حویلی آنے کا کہا تاکہ شائستہ بیگم ہی مہروش کو سب بتائیں۔

آویز کو یقین تھا کہ وہ ماں تھیں اُسے سنبھال سکتی تھیں۔
بہرام نے کہا تھا وہ سب فوراً آ رہے ہیں۔

آویز سیل کان سے ہٹاتا دوبارہ روم میں آیا جہاں وہ اب ریلیکس سی بیٹھی سب سے باتیں کر رہی تھی۔

آویز کا دل یہ سوچ کے ہی رک سا گیا تھا کہ اس خبر کے بعد اُس کی کیا حالت ہو گی۔

آویز نے آکر میڈیسن نکال کر اسے پکڑائیں اور پانی کی بوتل اُسے دی۔

مہروش نے برا سا منہ بنایا مگر پھر مجبوراً اُسے میڈیسن لینی پڑی۔

"امی بہرام لوگ اس رہے ہیں آپ لنچ پر خاص اہتمام کیجئے گا"

آویز نے رابعہ بیگم سے کہا تو وہ مسکرائیں۔

"چلو اچھی بات ہے مہروش کا دل بہل جائے گا سب سے مل کر۔۔۔میں ابھی جا کر سب کچھ بنواتی ہوں لنچ کے لئے۔تم اپنے بابا اور میر کو بھی بتا دو"

وہ کہتی ہوئی اٹھیں تو پیچھے سوہا اور ندہ بیگم بھی اٹھ کر باہر کی جانب بڑھیں۔

آویز اپنی شرٹ کے اوپر والے دو بٹن کھولتا مہروش کی گود میں سر رکھتا لیٹا۔

تو اُس نے مسکرا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کیں۔

"آپ نے بتایا ما ما لوگوں کو میری طبیعت کا"

اُس نے سادہ سے لہجے میں پوچھا تو آویز نے سر ہلایا۔

"مہر ایک بات پوچھوں تم سے"

آویز بوجھل سے لہجے میں بولا تو مہروش نے سر ہلایا۔

اگر کبھی کسی مجبوری کے تحت تم سے یہ بے بی چھین لیا جائے تو"
"تم کیا کرو گی

آویز نے بہت ازیت سے یہ سوال پوچھا۔

پہلی بات کوئی مجھ سے میرا بے بی نہیں چھین سکتا اور آویز اگر"
کبھی کسی نے مجھ سے میرا بچہ چھینا تو یقیناً میں زندہ نہیں رہ پاؤں
"گی مر جاؤں گی۔۔۔

وہ شدت پسندی سے بولی تو آویز نے آنکھیں سختی سے میچ لی
تھیں۔

"لیکن آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟"

وہ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو آویز نے سر نفی میں ہلایا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی"

وہ آہستہ سے کہتا اٹھ بیٹھ۔

"کہاں جا رہے ہیں"

وہ حیرت سے بولی تو آویز شاہ نے اُسے دیکھا۔

"شاور لینے جا رہا ہوں تم ریسٹ کرو"

"میں کپڑے نکال دیتی ہوں"

وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی تو آویز نے اسے گھورا۔

"مہر آرام کرو چندہ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی"

وہ محبت سے کہتا اٹھا تو مہروش خاموشی سے واپس لیٹ گئی تھی۔۔۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــ

ان پانچ مہینوں میں ان سب کی زندگیوں میں بہت سے تبدیلیاں ائی تھیں۔

پلوشے کی یونی ختم ہونے میں اب صرف پندرہ دن رہ گئے تھے۔

پھر اُسے ماہر کے آفیس ہی بزنس کرنا تھا۔

وہ تو اُس واقعی کے بعد یونی ہر گز نہیں جانا چاہتی تھی مگر اب نے منا بجھا کے اُسے بھیج ہی دیا تھا۔

بہرام نے اُس کے لیے ایک خاص گارڈ ارینج کیا تھا جو یونی میں بھی اُس کا خیال رکھتا۔

البتہ ماہر نے اس بات پر اختلاف کیا تھا کہ کسی غیر مرد کا یوں اُس کے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں مگر پھر وہ بھی خاموش ہو گیا۔

سیرت کے دن بہرام کی قربت و محبت میں بے پناہ حسین گزر رہے تھے۔

مگر آج کل جانے کیوں وہ ابھی تک پریگنینٹ نہ ہونے کی وجہ سے پریشان سی رہنے لگی تھی۔

اُس نے بہرام سے بھی اپنی پریشانی ڈسکس کی تاکہ وہ کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائے مگر بہرام نے اسے ڈانٹ کر چپ کروا دیا تھا۔

کہ جب اللہ نے چاہا یہ بھی ہو جائے گا۔

مرحا کا پانچواں مہینہ چل رہا تھا وہ کافی بھری بھری سی ہو گئی تھی۔

ارمان تو اب اُسے موٹو بلانے لگا تھا جس پر مرحا شدید چڑتی تھی۔

اُس پر ممتا کا روپ حد سے بڑھ کر آیا تھا۔

وہ بلکل گلابی سی گڑیا بن چکی تھی سب گھر والے اُسے دیکھ کر ماشاللہ کہنا نہیں بھولتے تھے تاکہ اُسے نظر نہ لگ جائے۔

ارمان کی محبت دن بہ دن اُس کے لیے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

سوہا کا اسے مہینے آپریٹ ہوا تھا اور اللہ نے اُسے اور میر کو کبیر کی صورت میں اپنی نعمت سے نوازا تھا۔

کبیر بھی روحان کی طرح بے حد پیارا بچا تھا۔

روحان ابھی بھی بہرام اور پلوشے کے بہت قریب تھا مہروش جائے نہ جائے وہ ڈیلی اُن کی حویلی جاتا تھا۔

اُس نے اب سیرت اور مرحا سے بھی دوستی کرلی تھی مگر باپ کی طرح ارمان اُسے بھی کچھ خاص نہیں بھاتا تھا۔

دوسری طرف ارمان کا بھی یہی حال تھا وہ مرحا کو بھی روحان سے دور رہنے کہا کہتا مگر وہ اُس کی سنتی کہاں تھی۔

حالانکہ ارمان کی بے گناہی ثابت ہوچکی تھی کیونکہ بہرام نے عبید خان کے آگے شرط رکھی تھی قبول کرو گے تو تم بغیر کسی کاروائی کے جیل سے نکال دیئے جاؤ گے۔

توعبید خان کو تھی بات ٹھیک لگی تھی اُس نے آویز کے سامنے اس بات پر رضامندی دی تو آویز نے اُسے بھون کر رکھ دیا تھا۔

مہروش کو تو سب پہلے ہی پتہ تھا۔

کہ یہ سب اُس کے لالا نے نہیں کیا مگر پھر بھی آویز نے اُسے بتا کر اپنی غلطی کی معافی مانگی تو مہروش نے اسی معافی مانگنے سے منع کر دیا۔

وہ دونوں ہی اپنے رشتے کو قائم رکھنا چاہتے تھے تو کے کو کوئی مسلہ نہیں تھا جب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔۔۔۔

اب تقریباً اب کچھ ہی ٹھیک چل رہا تھا مگر اچانک مہروش کی حالات نے سب کے سانس سکھا دیئے تھے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس وقت مہروش کے پاس صرف شائستہ بیگم اور آویز شاہ موجود تھے۔

باقی سب اُس کی عیادت کر کے نیچے لنچ کرنے چلے گئے۔

توآویز اور شائستہ بیگم اسے اکیلے میں سمجھانے کا سوچ کر اُس کے پاس ہی آ گئے۔

شائستہ بیگم اُسے خود سے لگائے بیڈ پر بیٹھی تھیں اور آویز بیڈ کی دائیں جانب رکھے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا۔

بظاہر وہ اپنے سیل میں مصروف تھا وہ پاس صرف اس لیے بیٹھا تھا تاکہ مہروش کو سنبھال سکے۔

"مہروش میں تمہیں ایک بات بتا رہی ہوں تم نے حوصلے اور ہمت سے سننی ہے بات"

اُنھوں نے سنجیدگی سے کہا تو مہروش نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

ایسی کون سی بات جس کے لیے اُنہیں تمہید باندھنے کی ضرورت پیش آرہی تھی۔

دوسری طرف اُس کی خاموشی پر آویز نے اذیت سے سرخ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جواب پریشان سی لگ رہی تھی۔

"مطلب؟"

وہ نہ سمجھی سے بولی۔

"تمہاراابارشن ہے پرسو"

اُنھوں نے سنجیدگی سے کہا تھا مگر وہ ہی جانتی تھیں یہ الفاظ اُنھوں میں دل پر پتھر رکھ کے کہے تھے۔

وہ خود ایک ماں تھیں ایک ماں سے اُس کی اولاد جدا کرنے کہا سوچ کر ہی وہ تڑپ رہی تھیں۔
مہروش جو نور مل سی بیٹھی تھی اُن کی بات پر جھٹکے سے اُن سے الگ ہوئی۔

"مم۔۔ما۔ما۔یہ آپ کیا کہ۔۔رہی ہیں"

وہ وحشت سے چیخ کر بولی اُس کے لہجے میں بے یقینی و حیرت تھی۔

آویز بھی سیل رکھتا صوفے سے اٹھ کر اُس تک آیا جواب بیڈ سے اتر کر بے یقینی کی کیفیت میں گھری شائستہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ڈاکٹرز نے وارننگ دی ہے کہ اگر ابارشن نہیں کروایا گیا تو ڈیلیوری کے دوران تمہاری جان جاسکتی ہے"

اُنھوں نے اب نرمی و محبت سے اُسے تفصیل سے آگاہ کیا اور اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

جہاں اُنہیں صرف افسوس و غصّہ نظر آیا۔

لیکن وہ کچھ کہنے کی بجائے آویز کی طرف پلٹی اور اُس کا گریبان کھینچ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ماما۔۔مذاق کر رہی۔۔ہیں ناں۔۔۔آپ نے مجھے۔۔بتایا۔۔تھا آویز۔۔کہ ڈاکٹر نے کہا ہے میرا بے بی بلکل ٹھیک ہے ہے ناں"

وہ بے بسی سے چیخی تو آویز نے اُسے کندھوں سے تھاما۔

"آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔۔۔۔میں نے تمہیں جھوٹ بولا تھا"

وہ اپنی اندرونی تکلیف چھپاتا سنجیدگی سے بولا تو مہروش نے بے یقینی سے اُس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں کوئی تاثر بھی نہیں تھا۔

پھر وہ اُس سے دور ہوتے نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے جو قسمت میں لکھا ہے وہی ہو گا۔"
"میں ہرگز اپنا بچہ قتل نہیں کروں گی

وہ آہستہ آواز میں بولی جیسے خود کو تسلی دے رہی ہو۔

شائستہ بیگم نے قریب آکر اُسے اٹھا کر بیڈ پر بیٹھانا چاہا۔

مگر وہ یُونہی بیٹھی بے تاثر نگاہوں سے زمین کو گھورنے لگی۔

"ہمیں بھی اللہ پر بھروسہ ہے میری جان۔۔۔ مگر یہاں بات تمہاری زندگی کی ہے ہم رسک نہیں لے سکتے اور جہاں تک بات ہے اولاد کی تو اللہ کے ہاں کوئی کمی ہے وہ جلد ہی تمہیں دوبارہ اس نعمت سے نوازے گا"

وہ محبت سے اُسے سمجھاتی ہوئی بولی تھیں۔

مہروش مشکل سے ہی اپنے اندر ابلتے شعلوں کو برداشت کر رہی تھی۔

"ماما۔۔۔آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔ صرف ایک دفعہ مجھے یہ بتا دیں مثلاً اگر آپ میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں۔" وہ افسوس سے بولی اُس کی آنکھیں بلکل خشک تھیں ایک آنسو بھی نہیں آیا تھا۔

"مہروش تم میری بیٹی ہو میں ہر گز تمہارا نقصان نہیں چاہتی جو تمہارے لیے بہتر ہے میں وہی کہوں گی "

وہ تکلیف سے بولیں تو مہروش نے سر جھٹکا۔

"یہی تو بات ہے میں آپ کی بیٹی ہوں تو آپ میرا فائدہ دیکھ رہی ہیں اسی طرح میرے پیٹ میں پلتی اولاد میری ہے تو میں بھی اُس کا فائدہ ہی چاہوں گی"

وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھتی ٹھوس لہجے میں بولی۔

"اور آپ۔۔۔۔۔کیسے باپ ہیں آپ آویزاذلان شاہ کے اپنی اولاد کو دنیا میں انے سے پہلے ہی قتل کرنے کہ ارادہ کر چکے ہیں۔۔۔۔۔۔بے حس ہوں گے آپ سب لوگ میں نہیں ہوں تو مجھے پلیز کوئی فورس نہیں کرے میرا جو دل کرے گا میں وہی کروں گی "

مہر خود کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دو پر سو کا اپارٹمنٹ ہے" ڈاکٹر سے۔۔۔اور تم جو بھی چاہو یا کرو ہو گا وہی جو میرا فیصلہ ہو گا"

آویز سختی سے بولا تھا وہ نرم پڑ کر اُسے کوئی اُمیدِ یا تسلی نہیں دلانا چاہتا تھا۔

"نہیں جاؤں گی میں کہیں بھی سنا آپ نے۔۔۔اگر آپ لوگوں نے مجھ سے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔اس بات کو مذاق ہرگز مت سمجھیے گا میں اپنی اولاد کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں"

وہ چیختی ہوئی بولی تو آویز نے سختی سے اُس کا بازو جکڑا۔

"یہ فضول حرکت کرنے کا سوچنا بھی مت۔۔۔کرو بھی سہی تو یہ بات ذہن میں رکھ کر کرنا کہ جلد یا بدیر تم نے میرے پاس ہی آنا ہے"

وہ غصے سے بولا تو مہروش نے افسوس سے نفی میں سر ہلاتے آویز شاہ کے دل میں توڑ پھوڑ مچا دی تھی۔

اُس کے لیے بھی یہ سب آسان نہیں تھا مگر وہ خود کو اس فیصلے پر رضامند کر چکا تھا۔

لیکن اب مہروش کی باتیں سن کر اُسے واقعی اپنا آپ ظالم لگا۔

"آپ کو اتنا ہی شوق ہو رہا ہے اپنی اولاد سے جان چھڑوانے کا تو ابھی کہ ابھی مجھے طلاق د "

ابھی وہ بات مکمل کرتی کے آویز کا ہاتھ اٹھا اور زور سے اُس کے چہرے پر اپنا نشان چھوڑتا پیچھے ہوا۔

"اپنی حد میں رہو۔۔۔اس قسم کی بکواس دوبارہ کی تو زبان کھینچ لوں گا تمہاری"

وہ غصے سے دھاڑا تو شائستہ بیگم نے پریشانی سے اُسے دیکھا پھر مہروش کو زبردستی پکڑ کے بیڈ پر بٹھایا۔

جبکہ آویز شاہ اب روم سے نکل گیا تھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو مہروش۔۔۔یہ کوئی کہنے کی بات تھی جو تم نے کہی ہے۔"

وہ سختی سے بولیں تو اُس نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کے انہیں دیکھا۔

"اور جو بات آپ لوگ کر رہے ہیں وہ کہنے کی ہے؟"

وہ طنزیہ بولی تو شائستہ بیگم نے نظریں چرائیں۔

"ماما میں بتا رہی ہوں آپ کو میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔۔۔نہیں ہے مجھ میں اتنی ہمت۔آٹھ مہینے۔۔۔آٹھ مہینے کوئی کم نہیں ہوتے۔میں نے آٹھ مہینے اپنے بچے کو اپنے وجود میں رکھا ہی اب کیسے نکلوا کے پھینک دوں۔۔۔مرض ہو گی تو مجھے ہو گی اس معصوم جان کا کیا قصور جو آپ سب اسے مارنے پر تلے ہیں"

وہ شدت سے روتے ہوئے بولی تو شائستہ بیگم نے دکھ سے اسے دیکھا۔

وہ بھی بے بس تھیں بیٹی سی بڑھ کے اُن کے لیے کچھ نہیں تھا۔

مگر وہ اُس کی فیلینگز کو بھی جھٹلا نہیں پا رہی تھیں۔۔۔

"مہروش میری جان مجبوری نہیں ہوتی تو ہم ہر گز تم سے یہ مت کہتے"

وہ محبت سے اس کی گال پر ہاتھ رکھتیں بولیں تو اُس نے چہرہ ان کی طرف کیا۔

مجبوری ہوگی تو آپ لوگوں کو ہوگی۔۔۔میرا نہیں خیال کے "
مجھے کوئی مجبوری ہے۔زندگی موت اللہ کے ہاتھ ہے تو ہم کیسے
وقت سے پہلے کسی پر ظلم کے سکتے ہیں"

وہ آنکھیں صاف کرتی بولی اور ایک نظر اپنے پیٹ کو دیکھا۔

اب تو وہ سمجھتی تھی اُس کے آخری آخری دن چل رہے ہیں مگر
یہ کیا ہو گیا تھا سب کچھ اچانک۔
وہ ماں تھی باقی معاملات میں چاہے جتنی بھی ڈرپوک ہوتی اس
میں وہ اپنی بزدلی نہیں دکھا سکتی تھی۔

اُسے پتہ تھا سب اسے فورس کریں گے اور اگر وہ پھر بھی نہیں مانی تو شاید زبردستی اس کی اولاد کو نوچ کر اس سے چھین لیا جائے۔

"مہروش دو دن ہیں تمہارے پاس اس بات کو قسمت میں لکھا جان کے خاموش ہو جاؤ"

شائستہ بیگم کہتی ہوئیں اُسے یُونہی روتا چھوڑ کر باہر نکل گئیں۔ اُن کے جاتے ہی اُس نے دروازہ لوک کیا اور اُس کے ساتھ ٹیک لگاتی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

وہ یہ بھی نہیں سوچ رہی تھی کہ اُس کی حالت خراب ہو جائے گی ان حرکتوں سے۔

وہ ضبط کھو کر اچانک پیٹ کو جکڑے زور زور سے رونا شروع ہوئی تھی۔

کیسے خود غرض ہو جاتی وہ اس قدر کہ اپنی جان کی خاطر اُس معصوم جان کو نظر انداز کر دیتی۔
اُسے آویز پر افسوس ہو رہا تھا جو اُس کی فیلینگز کو تو چلو چھوڑو خود کیسے یہ بات کی رہا تھا کہ آبورشن کروالو۔۔۔

کیا صرف وہ ماں تھی؟

یہ اولاد صرف اس اکیلی کی تھی؟
آویز شاہ کا اس سب میں کوئی عمل دخل نہیں تھا جو اس قدر کٹھور بن رہا تھا۔

اس وقت مہروش کے ذہن میں بہت منفی خیالات اس رہے تھے۔

اور وہ بھی اُن خیالات کو درست سمجھتی ایک دفعہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

------------------------------------

-----------

شائستہ بیگم نیچے آئیں جہاں سب مرد و خواتین لاؤنج میں ہی تھے۔

وہ بھی آہستہ سے چلتیں سیرت کے کی بائیں جانب آکر بیٹھیں اُس کی بائیں جانب بہرام بیٹھا تھا۔

"بات ہوئی مہروش سے"

ازمیر صاحب نے اُن سے سوال کیا تو اُنہیں نے اداسی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ آویز کو کیا ہوا ہے باہر چلا گیا اچانک"

بہرام نے اُنہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"آویز۔۔۔ کیفیت دونوں کی ایک ہے بس سمجھنے کا انداز مختلف
میچور ہے تو اُس نے کم وقت میں درست فیصلہ کر لیا اور مہروش کو
ایک طرف سے دیکھا جائے تو وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے اُس کیلئے
یہ چیز قبول کرنا مشکل ہے مگر اُسے بھی سوچنا چاہیے اُس کے لیے
اپنی جان سے زیادہ کچھ قیمتی نہیں"

وہ نظریں جھکائے آہستہ سے بولیں تو سب میں فکر مندی سے
انہیں دیکھا۔

"وہ کیا چاھتی ہے"

رابعہ بیگم کے سوال پر سب نے ہے شائستہ کو دیکھا۔

"وہ ابارشن نہیں کروانا چاھتی اُس کا کہنا ہے اُس کے ساتھ کسی نے زبردستی کی کوشش کی تو وہ گھر سے بھاگ جائے گی"

وہ اذیت و تکلیف سے بولیں۔

"ماما وہ نادان ہے یوں ایک ہے بار کہہ دینے سے نہیں سمجھے گی آپ منانے کی کوشش کریں۔۔۔مان جائے گی"

بہرام سنجیدگی سے بولا تو اُنہیں نے سر ہلایا۔

"بیٹا میں تو کوشش کر رہی ہوں پر مجھے نہیں لگتا وہ کسی طور بھی مانے گی۔۔۔"

وہ افسوس سے بولیں۔

"نہیں مانے گی تو مجبوراً زبردستی کرنی پڑے گی ہمیں۔۔۔ یہ رسک لینا تو ہرگز ممکن نہیں"

زبیر خانزادہ کی بات پر سب نے ہے اتفاق کیا تھا۔

اچھا اذلان ہم لوگ نکلتے ہیں اب تم لوگ خیال "
"رکھنا۔۔۔ضرورت پڑے تو کال کے دینا

ازمیر خانزادہ نے اجازت چاہی۔

"بڑے بابا ہم ایک دفعہ اُس سے مل لیں؟"

سیرت نے مرحا اور پلوشے کی طرف دیکھتے ازمیر خانزادہ سے اجازت مانگی۔

نہیں رہنے دو تم لوگ وہ ابھی بہت پریشان ہے تم لوگوں کی "
"نہیں سنے گی

بہرام نے سنجیدگی سے کہا تو سیرت نے اُسے گھورا پھر خاموش ہو گئی۔

پھر سب نکلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بھابھی آپ یہیں رک جائیں نا۔۔۔ماں سے بہتر کوئی بھی سمبھال پائے گا اُسے"

رابعہ بیگم نے شائستہ بیگم کو دیکھتے کہا تو اُنھوں نے سوالیہ نظریں سے ازمیر خانزادہ کو دیکھا تھا۔

"ہمم۔۔۔بہتر تم یہیں رک جاؤ کل آجانا"

وہ روعب سے کہتے باہر کی طرف نکلے تو باقی سب بھی باہر آگئے۔

"میں تو سوچ سوچ کر پاگل ہو رہائی ہوں کہ کیسے مناؤں اس لڑکی کو وہ تو مجھے ہی لاجواب کر دیتی ہے"

وہ ندہ شاہ کے پاس بیٹھتیں پریشانی سے بولیں۔

"اللہ بہتر کرے گا آپ پریشان نہیں ہوں"

رابعہ بیگم نے اُنہیں تسلی دی تو اُنہیں نے سر ہلایا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــــــــــــــــ

رات تم مہروش کے پاس کوئی نہیں گیا تھا سب کا یہی خیال تھا اُسے اکیلے میں رہنے دیا جائے تا کہ وہ خود کو سنبھال سکے۔

شائستہ بیگم تو بیٹی کی فکر میں بے حد پریشان تھیں۔

رات کو دس بجے آویز شاہ بکھرے سے لیے میں حویلی داخل ہوا تھا۔

سارا دن وہ فارم ہاؤس ہی رکا رہا تھا۔

وہ لاؤنج میں آیا تو کوئی موجود نہیں تھا وہ ایک گہری سانس لیتا اوپر آیا۔

اُس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو لوک تھا۔

آویز شاہ نے اطمینان سے پاکٹ سے اپنے روم کی کی نکالی اور لوک میں گھمائی تو دروازہ ٹک سے کھل گیا۔

اُس نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی تھی مگر مہروش اُسے کہیں نہیں دکھی۔

آویز فکر مند ہوتا تیزی سے آگے بڑھا تو اُس کی نظر اچانک سے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی مہروش پر گئی تھی۔

چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے بال بکھرے ہوئے تھے۔

وہ ساکت سی بیٹھی زمین کو گھور رہی تھی۔

آویز بھی آہستہ سے بلکل اُس کے پاس ہی بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھ گیا۔

مہروش اُس کا آنا محسوس کر چکی تھی مگر یونہی بیٹھی تھی۔

آویز نے نرمی سے اُس کا زمین پر پڑا ہاتھ اٹھایا اور اپنے ہاتھ میں لے کر سہلایا جیسے وہ بغیر کچھ بولے ہی اُسے پر سکون کرنا چاہ رہا تھا۔

"مہروش مجھے مزید اذیت میں مت ڈالو میری جان"

وہ بوجھل اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا تو مہروش نے اس کی طرف رخ کیا۔

اذیت میں میں آپ کو نہیں آپ مجھے ڈال رہے ہیں"

"آویز۔۔۔آپ سمجھنے کی کوشش کریں کے غلط آپ ہیں

وہ ناراضگی ایک طرف رکھتی اُسے سمجھانے کی خاطر بولی تو آویز نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"مہرا گر مسئلہ سیریس نہیں ہوتا تو میں مر کر بھی تمہیں یہ سب مت کہتا۔۔۔ لیکن دیکھی جاناں ڈاکٹر نے سختی سے کہا ہے۔ پروبلم اتنی سنجیدہ ہے کہ وہ بھی ابھی نہیں سمجھ پائے۔ یاد کرو اُس دیں تمہیں کتنی تکلیف ہوئی تھی وہ بلاوجہ تو نہیں ہوئی تھی ناں۔۔۔ تم ایک دفعہ یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں فورس کر رہا ہوں تم میری بات کو نیچرلی لو۔۔۔ چندہ اگر تم ٹھیک ہو گی تو ہم دوبارہ بھی تو بے بی پلین کر سکتے ہیں اور دوسری طرف خُدانہ خواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو بتاؤ میں کہاں جاؤں گا۔۔۔ مجھے تو تمہارے بنا سانس بھی نہیں آتی"

آویز نے محبت سے کہا تو مہروش نے اسے دیکھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔ مگر آویز میں یہ نہیں کر سکتی میں سچ میں مر جاؤں گی آپ کو تو ڈر ہے ناں کہ میں ڈیلیوری کے دوران نہ میں جاؤں لیکن مجھے یقین ہے اگر مجھ سے میرا بچا الگ ہوا تو یہ غم ہی میری موت کا سبب بننے کے لیے کافی ہو گا"

وہ آویز کے ہاتھ تھام کے اذیت و بے بسی سے بولی تو آویز نے اسے دیکھا۔

"تمہیں پتہ ہے میں آج ڈیڑھ سال بعد بھی اُسی سٹیج پر کھڑا ہوں۔۔۔ڈیڑھ سال پہلے بھی میں بے بس تھا۔ابھی امبر کی ڈیلیوری کو بیس دن رہتے تھے جب ایک رات اچانک اُسے پین شروع ہوئی۔وہ پین اس قدر شدید تھی کہ ہم اُسے سمبھال نہیں پا رہے تھے۔

وہ بس یہی کہے جا رہی تھی کہ آویز میں مر جاؤں گی۔۔۔میں بہت تکلیف میں تھا اُس رات۔ہم سب جلدی سے ہسپتال گئے تو اُسے ایمر جنسی میں شفٹ کے لیا گیا۔۔۔۔مہروش اُس رات میں نے اپنے بیوی اور بچے کی خیر کی بہت دعائیں کی تھیں۔ میرے لیے وہ دونوں بہت عزیز تھے۔آدھے گھنٹے بعد ہی نرس نے باہر آکر روحان مجھے دیا اور ساتھ ہی امبر کی ڈیتھ کی خوفناک

خبر دی۔۔۔میں بہت ٹوٹ گیا تھا اُس رات۔یہ نہیں تھا کہ امبر سے مجھے کوئی بہت دھواں دھار عشق تھا ہماری شادی بھی امی کی پسند سے ہوئی تھی مگر مجھے شادی کے بعد وہ اچھی لگنے لگی تھی۔میں اُسے ہر گز نہیں کھونا چاہتا تھا۔مگر میں نے اُسے کھو دیا۔پھر مجھے روحان سے شدید محبت تھی میں اُسے ایک پل بھی خود سے دور نہیں کر پاتا تھا۔۔سب نے مجھے بہت فورس کیا تھا کہ دوسری شادی کر لو مگر میں نہیں چاہتا تھا کوئی دوسری لڑکی آ کر میرے بیٹے کو تکلیف دینے کا سبب بنے۔

میں بہت مشکل سے امبر کو بھولنے میں کامیاب ہوا ہی تھا کہ احتشام کی موت کی خبر مجھ پر کسی بھیانک عذاب کی طرح آئی تھی۔میں مزید کسی کو کھونے کی ہمت نہیں رکھتا تھا لیکن میرا

بھائی بھی مجھ سے دور چلا گیا۔۔۔اس طرح میری زندگی میں تم آئی۔جانے کیوں مجھے تم پہلے دن ہی اچھی لگی تھی حالانکہ میں تک سے نفرت کرنا چاہتا تھا پر سب اُلٹ تب ہوا جب مجھے تم سے محبت کا احساس ہوا میں نے اپنے دل کو بہت ڈپٹا مگر دل کسی کی کہاں سنتا ہے آخر میں نے ہی دل کی سنتے تم سے اظہار کیا۔تم بہتر بھی بہترین ہو مہروش تم نے مجھے،میری فیملی اور حان کو بہت اچھے سے سمبھالا۔جانتی ہو جب تم پریگنینٹ ہوئی تو مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ خوف بھی تھا کہ تمہیں کچھ ہو نہ جائے۔ میں اسی لیے تمہیں اب تک ڈانٹتا رہا کہ اپنا خاص خیال رکھو۔جب شروع شروع میں تمہاری طبیعت خراب ہوتی تھی تو مجھے لگتا تھا میں سانس نہیں لے سکوں گا۔۔۔

لیکن پھر تم ٹھیک ہو گئی لیکن قسمت کا لکھا دیکھو آخری آخری ٹائم میں تمہاری حالت خراب ہو گئی۔۔۔۔ تم خود سوچو مہروش کیا مجھ سے دوسری بیوی کی جان کا رسک لیا جائے گا۔ مجھے نہیں لگتا "کہ اس دفعہ میں بھی زندہ رہ پاؤں گا

آویز نے اُس سے اپنا تمام ماضی کھول کر شیئر کیا تھا۔

یہ سب بتاتے بتاتے جانے کیسے آویز شاہ کی آنکھوں سے آنسو گرے تھے جن سے مہروش کو بہت تکلیف ہوئی۔

اُس نے آویز کے آنسو نرمی سے صاف کیے اور اپنا دل تھام کر اچانک ایک فیصلہ کیا۔

"ٹھیک۔۔۔۔ہے میں۔۔ابار۔۔ابارشن۔۔۔کروا۔۔لیتی ہوں"

وہ کہتے ساتھ ہی آویز کے سینے میں چہرہ چھپا کر خود کو کنٹرول کرنے لگی۔

اُس کے مان جانے پر آویز شاہ نے دونوں بازو محبت سے اُس کے گرد لپیٹتے اُسے مزید خود میں چھپایا۔

صبر کے باوجود وہ ضبط کھو کے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہوئی تو آویز کی انکھوں سے بھی ایک آنسو ٹوٹ کر اُس کے بالوں میں جذب ہوا تھا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ میری جان مجھے سمجھنے کے لئے"

وہ شدت سے کہتا اُس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا اُسے خاموش کروانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

مگر وہ بے حد غمزدہ ہونے کے باعث خاموش ہو ہی نہیں رہی تھی۔

آویز نے کافی ٹائم اُسے خاموش کروانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں ہوئی تو اُس نے زبردستی اسے خود سے الگ کیا اور اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔

وہ دوپہر سے بھوکی تھی اس لیے آویز نے اُسے کھانا کھلایا پھر وہ اُسے اپنے نرم حصار میں لیتا آنکھیں موند گیا تو مہروش کو بھی جانے کیسے مگر نیند آ ہی گئی تھی۔

_____________________

اگلے دن بہرام سیرت کی ضد پر اُن تینوں کو شاہ حویلی چھوڑ کر آفیس چلا گیا تھا۔

آویز نے جب سب کو مہروش کے مان جانے کی خبر دی تو سب نے شکر کا سانس لیا تھا۔۔۔

آویز آج آفیس نہیں گیا تھا کیونکہ وہ مہروش کے ساتھ رہ کر اس کی پریشانی بانٹنا چاہتا تھا۔

وہ تینوں سب سے مل کر مہروش کے کمرے میں آئیں تو وہ شاید واشروم میں تھی۔

وہ بھی خاموشی سے ایک ٹریپل سیٹر صوفے پر بیٹھ گئیں آویز شاہ اس وقت نیچے تھا۔

پانچ منٹ بعد مہروش واشروم سے باہر آئی تو انہیں دیکھ کر چونکی مگر پھر اہستہ سے ان کے قریب ائی۔

تینوں سے مل کر وہ بھی ان کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو؟"

مرحا نے آہستہ سی آواز میں پوچھا تو وہ تلخی اور اُداسی سے مسکرائی۔

"پتہ نہیں"

وہ سنجیدگی سے بول کر نیچے دیکھنے لگی تو تینوں کو ہی تکلیف ہوئی تھی۔

"مہروش میری جان تم اتنا ٹینس نہیں ہو یار۔۔۔ قسمت میں لکھا ہے یہ سب تو ہو کر ہی رہے گا"

سیرت اُس کے پاس آکر اُس کے ساتھ بیٹھتی بولی تو مہروش نے اسی دیکھا۔

"ہمم ٹھیک کہہ رہی ہو تم قسمت کا لکھا ہم ٹال نہیں سکتے"

وہ دوبارہ اُسی لہجے میں بولی تو اُنہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آؤ نیچے چلیں"

وہ کہتے اٹھی تو وہ لوگ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔

سیرت کو اب احساس ہوا تھا بہرام کی بات ٹھیک تھی ابھی وہ ان کی نہیں سنے گی۔

وہ نیچے آئیں تو مہروش صوفے پر شائستہ بیگم کے پاس بیٹھ گئی۔

سب نے ہی اس سے اس کہ حال وغیرہ پوچھا تو اُس نے خاموشی سے بس سر ہلا دیا تھا۔

دوپہر کو اُن سب کے اسرار کے باوجود وہ تینوں اور شائستہ بیگم واپس حویلی چلی گئیں۔

رات کے گیارہ بجے آویز کی نیند مہروش کی دلخراش چیخوں سے کھلی تو وہ فوراً اٹھا اور لائٹ جلائی۔

سامنے مہروش پیٹ کو جکڑے زور زور سے چیخ رہی تھی۔

"مہر۔۔کیا ہوا۔۔میری جان"

وہ اُس تک آتا اُس پر جھک کر بولا تو مہروش نے اُس کا ہاتھ سختی سے جکڑا تھا۔

"آویز۔۔میرے پیٹ۔۔میں۔۔درد"

وہ بمشکل کہتی دوبارہ چیخنے لگی تو آویز نے تیزی سے اُسے بانہوں میں بھرا اور نیچے آیا۔

آج پھر وہی کل والا ماحول تھا بس آج آویز اکیلا تھا۔
مہروش ایمرجنسی میں تھی آویز نے بہرام اور سوہا کو کال کر کے بتا دیا تھا وہ سب بھی انے والے تھے۔

آویز شاہ آج بھی دل ہی دل میں اُس کی خیریت کی دعائیں کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہی ایک ڈاکٹر نے باہر آ کر اُس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا تھا۔

"ایم سوری آپ کے بے بی کی دھڑکن رک چکی ہے تو اب ہمیں
اپریشن کرنا پڑے گا۔۔۔آپ یہ فورم فل کر دیں"

وہ سنجیدگی سے بولی تو نہ چاہتے ہوئے بھی آویز شاہ کی آنکھ سے
ایک آنسو ٹوٹ کے گرا تھا۔

اُس کی اولاد کتنی کم زندگی لے کر آئی تھی۔۔۔
بغیر دنیا کو دیکھے وہ اپنی آخری منزلوں پر رواں ہو چکا تھا۔

آویز نے آستین سے آنکھ صاف کرتے پیپرز ڈاکٹر سے لیے تو
ڈاکٹر نے اُس ہینڈسم مرد کو دیکھا تھا۔

جس کی سرخ آنکھیں اُس کی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھیں ڈاکٹر کو اب اُس اندر لیٹی تڑپتی لڑکی پر رحم کے بجائے رشک آیا۔

بے شک اُس نے اولاد کھودی تھی مگر وہ کتنی خوش قسمت تھی کہ یہ شخص اُس کا نصیب تھا۔

آویز نے پیپرز سائن کر کے ڈاکٹر کو پکڑاے اور خود ایک چیئر پر ہاتھوں میں چہرہ گرائے بیٹھ گیا۔

اُس کا دل جیسے کسی نے روند کر پھینک دیا تھا۔

لیکن پھر آویز کو تھوڑا اطمنان بھی ہوا تھا کہ اس چیز میں بھی اللہ کی بہتری تھی۔

جب وہ خود یہ کام کرواتے تو اگلے جہاں اللہ اور اُس معصوم جان کو کیا جواب دیتے۔

ان تین سالوں میں آویز شاہ اپنے تین خاص رشتے کھو چکا تھا یہ غم اس کے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔

پھر باری باری سب ہاسپٹل پہنچے، یہ خبر سب کے لیے ہی عذاب ناک تھی۔

مگر سب نے خود کو کنٹرول کرتے اسے تسلی دی تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد مہروش کو ہوش آیا تو اُسے روم میں شفٹ کیا گیا تھا۔

سب نے ہی مل کر اُسے بہت پیار اور تسلی دی تھی مگر اُس کی آنکھیں سے بے بس اور خاموش آنسو رکنے کا نام ہے نہیں لے رہے تھے۔

آج اُس نے اپنی زندگی کی سب سے پیاری چیز کھوئی تھی۔

وہ کافی دیر سے آویز شاہ کے انے کا اِنتظار کر رہی تھی کیونکہ وہ اُس کے سینے سے لگ کر اپنا غم ہلکہ کرنا چاہتی تھی مگر وہ آ ہی نہیں رہا تھا۔

جب سب مل کر باہر اۓ تو آویز اٹھ کر آہستہ قدم اٹھاتا اُس کے روم میں آیا۔

اُس کے آنسو آویز کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہوۓ تھے۔

وہ اُس کے قریب آیا اور بیڈ پر ہی اُس کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔

مہروش اُسے دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی مگر زخم کچا ہونے کی وجہ سے اٹھ نہیں پا رہی تھی۔

آویز نے اسے کمر سے تھام کر واپس لٹایا اور خود اُس پر جھکا اُس کی پیشانی کو محبت سے چوم کر وہ پیچھے ہوا تھا۔

دونوں ہی خاموش تھے ایک دوسرے کو تسلی دینے کے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔

" ایسا۔۔کیوں ہوا۔۔۔ہمارے۔۔ساتھ "

وہ اچانک روتی ہوئی بولی تو آویز نے کرب سے اس کے ستے چہرے کو دیکھا۔

"اس میں بھی کوئی بہتری ہو گی جاناں"

آویز اُس کی کلائی پر انگوٹھا پھیرتا بولا تو اُس نے آہستہ سے سر ہلایا۔

وہ رونا نہیں چاھتی تھی مگر اُس کا دل کر رہا تھا چیخ چیخ کر روئے۔
آویز بھی اُس کی آنکھوں میں تکلیف دیکھ کر ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا۔

"مجھے حویلی لے جائیں مجھے یہاں نہیں رہنا"
وہ اُکتا کر چڑ چڑے پن سے بولی تو آویز نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"مہروش ابھی آپریشن کو ایک دن بھی نہیں ہوا یار ابھی کیسے تمھیں حویلی کے چلوں"

وی بے بسی سے بولا تو مہروش نے منہ بسور کر رخ پھیر لیا۔

"اچھا تم سیڈ نہیں ہو میں ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں کہ رات تک تمہیں ڈسچارج کر دیں۔۔ مگر دیکھ لینا ابھی تم اٹھ بھی نہیں سکتی تکلیف ہو گی گھر کے جاتے ہوئے"

وہ ایک دفعہ پھر سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا جو تکلیف میں نے سہی ہے ناں اُس کے آگے یہ چھوٹی موٹی تکلیفیں کچھ نہیں ہیں۔۔۔۔آپ سب چھوڑیں یہ بتائیں جان کہاں ہے کل سے نہیں ملا مجھ سے"

وہ اُسے یاد کرتی بولی تو آویز کو بھی اُس کا خیال آیا تھا ان دو دنوں میں تو وہ بھول ہی گیا تھا اسے۔

"ہاں وہ تمہاری کزنز کے پاس ہی ہے۔رات کو بلوالیں گے تو مل لینا"

وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تا کہ ڈاکٹر سے بات کر لے۔۔۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــــــــــــــ

تین سال بعد۔۔۔

ماہر خانزادہ آج چار دنوں بعد لاہور سے آیا تھا۔
اُس کی ادھر کوئی اہم میٹنگز تھیں اس لیے اسے جانا پڑا تھا۔

پلوشے پریگنینٹ تھی تو وہ اُسے چھوڑ کر ہر گز بھی جانا چاہتا تھا مگر
مجبوراً اُسے جانا پڑا تھا۔

تقریباً شام ہو چکی تھی جب وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔

حبیب خانزادہ اور علی خانزادہ ایک صوفے پر بیٹھے کچھ ڈسکس کر رہے تھے جبکہ دوسرے صوفے پر اس کی چھوٹی سی بیوی بیٹھی غصے سے کیوٹ کیوٹ منہ بنا رہی تھی۔

"پلوشے منہ کھولو بیٹا بس تھوڑا سا اور کھالو"

ثمرین بیگم فروٹ سیلڈ کا باول ہاتھ میں لیے چمچ اُس کے ہونٹوں کے قریب کیے بیٹھی تھیں۔

"میں اور نہیں کھا سکتے ماما۔۔۔ صبح سے کچھ نہ کچھ کھا کھا کر میرا پیٹ بہت بھر گیا ہے"

وہ پیٹ کی طرف اشارہ کرتی بولی تو انہوں نے اسے گھورا۔

"ذرا بتاؤ گی مجھے کہ کھایا کیا ہے تم نے صبح سے سوائے ایک گلاس دودھ اور چند نوالے لیے تھے دوپہر کو تم نے۔اسی سے پیٹ بھر گیا تمہارا۔کچھ تو خیال کرو میری جان اب تم اکیلی نہیں ہو تمہارے ساتھ ایک اور جان بھی منسلک ہے"

وہ اُسے سمجھاتی ہوئی بولیں تو اُس نے منہ بسورا۔

"آپ رکھ دیں میں کچھ دیر تک کھالوں گی"

وہ رونی صورت بنا کر بولی تو علی خانزادہ نے محبت سے اسے دیکھا۔

بیگم اگر بچی نہیں کھانا چاہ رہی تو کیوں اُسے زبردستی کھلا رہی ہیں"

وہ اُس کی سائڈ لیتے بولے تو وہ مسکرائی۔

"اسلام و علیکم۔"

ماہر نے بلند آواز میں سلام کیا تو سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ماں صدقے جائے آگیا میرا بیٹا"

سمرین بیگم باول ٹیبل پر رکھتیں اُس کی طرف ائیں تو اُس نے اُنہیں خود سے لگا کر اُن کی پیشانی پر بوسا دیا۔

"جی وہ سارا کام ختم ہو گیا تھا تو میں آ گیا"

وہ کہتا ہوا حبیب خانزادہ کے پاس آیا اور اُن کے آگے سر جھکایا تو اُنہوں نے اس کی پیشانی چومی اور دعائیں دیں۔

"کام ختم ہو گیا تھا یا بیوی کی یاد ستا رہی تھی میرے بیٹے کو"

علی خانزادہ نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ دھیما سا مسکرایا۔

"شاید دونوں"

وہ آنکھ دبا کر بولا تو سب مسکرائے جبکہ پلوشے اُن دونوں کی باتوں پر شرمندہ ہوتی سر جھکا گئی۔

تھک گئے ہو گے تم جاؤ روم میں فریش ہو جاؤ۔۔اور پلوشے "بیٹے آپ بھی جاؤ آرام کرو کچھ دیر"

وہ یک بہ یک دونوں سے مخاطب ہوئیں تو دونوں ہی اٹھے۔

ماہر نے اگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ پکڑا تو وہ بوکھلا سی گئی مگر پھر سب کی موجودگی میں شرمندہ ہوتی اہستہ سے قدم آگے بڑھانے لگی۔

وہ دونوں روم میں ائے تو ماہر اسے لے کر صوفے پر آیا۔

دونوں ہی بیٹھ گئے تو ماہر نے محبت سے چور نظریں اُس پر گاڑیں۔

"آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں جانے سے پہلے"

وہ ناراضگی سے بولی تو ماہر نے مسکرا کر اس کے پھولے چہرے کو دیکھا۔

"مصروف تھا ڈارلنگ۔۔۔آفس سے ہی نکلنا پڑا بابا کو کہا تھا تمہیں بتا دیں"

وہ اُس کو کمر سے پکڑ تا قریب کھینچ کر بولا تو اُس نے شرما کر پلکوں کی باڑ گرائی تھی۔

وہ ابھی بھی بلکل پہلے جیسی معصوم اور نازک سی تھی۔

ماہر کی ذراسی قربت پر وہ سانس کہنا تک بھول جاتی اور چہرہ بھاپ چھوڑنے لگتا تھا۔

ماہر نے جھک کر اُس کی پلکوں پر اپنے لب رکھے تو وہ کپکپا سی گئی۔

"بہت یاد کیا میں نے اپنی زندگی کو"

وہ چاہت سے بولا اور اُسے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اُسے نرمی سے پیچھے صوفے پر لٹایا اور بلا تاخیر اُس پر جھک آیا۔

اب دونوں کی سانسیں اس قدر قریب ہونے پر ایک دوسرے کی سانسوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

پلوشے اب چہرے کا رخ بدلتے اُس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتی اُسے پیچھے کرنے کی سعی کرنے لگی۔

مگر وہ صرف معنی خیزی سے مسکراتا اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"سائڈ پر ہوں پلیز۔۔۔مجھے سانس نہیں۔۔آ"

ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ اچانک ماہر نے اُس کے گلاب سے نازک ہونٹوں کو اپنی فولادی گرفت میں لیے۔

اب وہ اپنی ساری تھکن اُس میں انڈیل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ اُس سے الگ ہوا تو اُس کا سرخ ٹماٹر چہرہ دیکھ کر مسکراہٹ چھپا گیا۔

"اب سانس آئی یا اور چاہیئے"

وہ شرارت سے بولتا اُس کے اوسان خطا کر چکا تھا۔

"نہیں کریں ناں۔۔۔آپ جائیں فریش ہوں"

وہ شرما کر بولی تو ماہر اس کی گال پر ہلکا سا کاٹتا اُس پر سے اٹھا۔

ابھی کہاں فریش ہوں گا میں چار دنوں کی تھکن ہے رات کو"
"تمہارے وجود اور اتاروں گا تو ہی فریشنس فیل ہوگی

وہ دوبارہ سے بے باک لہجے میں بولا۔

"اگر اب آپ نے مجھے تنگ کیا تو پکا میں رات کو ماما کے ساتھ سو
جاؤں گی"

وہ اُسے دھمکی دیتی بولی تو ماہر پر فوراً اس کا اثر ہوا تھا۔

وہ پیچھے ہوتا صوفے سے اٹھا اور اس کا بازو تھام کر اسے بھی سیدھا
کر کے بٹھایا۔

"خبردار ایسا کچھ سوچا بھی تو ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری"

وہ معمول کے برعکس جان بوجھ کر تھوڑی سختی سے بولا تو اُس نے جھٹکے سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

اس کے چہرے اور سنجیدگی پا کر پل میں اُس کی آنکھوں میں چمکدار موتی جگمگائے تھے۔

اس سے پہلے ایک اُسے سنبھالتا وہ بھاگ کر کمرے سے باہر نکلی۔

یہی تو ہوتا تھا ماہر کبھی مزاقیہ بھی اُس سے سختی سے بات کرتا تو وہ یُونہی اس سے ناراض ہو کر سمرین بیگم کو اس کی شکایت لگایا کرتی تھی۔

ماہر بھی خود کو علی خانزادہ کی ڈانٹ کے لیے تیار کرتا اُس کے پیچھے ہی کمرے سے نکلا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"ارمان سمبھالیں اپنی اس آفت کو ساحر کو مار کرائی ہے۔۔۔وہ بیچارہ لان میں بیٹھا رو رہا تھا۔میں نے اب اُسے اٹھا کر سیرت کو دیا ہے۔"

مرحا غصے سے علشبہ کو بیڈ پر ارمان کے ساتھ بیٹھاتی ہوئی بولی تو ارمان نے لیپ ٹاپ سائڈ پر رکھتے ٹانگیں سمیٹیں۔

پھر اپنی بیٹی کو دیکھا جو معصوم سی صورت لیے اسے رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

ارمان نے مسکرا کر اسے اٹھایا اور اُس کی گال پر بوسا دے کر اُسے گود میں بیٹھایا۔

جبکہ اُس کی حرکت پر مرحا جلتی کڑھتی اُن دونوں کو گھور رہی تھی۔

"کیوں مارا بابا کی جان نے بھائی کو"

وہ محبت سے اُس کے بال پیچھے کرتا بولا تو علشبہ نے مرحا سے منہ پھیر کر اُس کی طرف شیطانی مسکراہٹ اچھالی۔

اُس کے مسکراتے ہی اُس کی دونوں گالوں میں دو گڑھے نمودار ہوتے اُسے مزید پیارا بنا گئے۔

مرحا بھی اُسے مسکراتے دیکھ نرم پڑتی مسکرائی ہمیشہ اس کی کیوٹ حرکتیں اس کے غصے کو جھاگ کی طرح بہا دیتی تھیں۔

"بابا شایل مدے تنگ تل لاتا"
(بابا ساحر مجھے تنگ کر رہا تھا)

وہ جلدی سے جھوٹ بولی تو ارمان نے اُس کی چالاکی پر مسکراہٹ دبائی جبکہ مرحا نے اُسے گھورا۔

وہ آٹھ مہینوں کا بچہ اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ارمان حد نہیں ہو گئی آپ کی بیٹی پر"

اس کی بات پر ارمان نے محبت سے اسے دیکھا جو بلیک ڈریس میں بے حد چمک رہی تھی۔

"بابا مدے آئش تلیم تھانی"

اُس کی فرمائش پر ارمان نے اسے دیکھا۔
نو بے بی آپ کو فیور ہو جائے گا اس ویدر میں آئس کریم نہیں کھاتے"

وہ اُسے سمجھاتا ہوا بولا تو مرحا نے دل ہی دل میں علشبہ کے خاموش رہنے کی دعا کی تھی۔

مگر بھلا یہ ممکن تھا کہ علشبہ میڈم کو کوئی بات معلوم ہو اور وہ بھی اپنی ماما کی تو وہ اُس بات پر پردہ رکھ لے۔

"لیتن میں نے تل ماما تو آئیش تلیم تھاتے دیتا تا"

(لیکن میں نے کل ماما کو آئس کریم کھاتے دیکھا تھا)

اُس نے جھٹ سے اپنی ماما کا راز افشاں کیا تو ارمان نے معنی خیزی سے مرحا کو دیکھا جو اُس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے بھی انجان بنتی نظریں چرا گئی تھی۔

"میں ماما کو ڈانٹتا ہوں آپ جا کر سیرت آنی اور ساحر کو سوری بولیں"

ارمان کی بات پر وہ جلدی سے اس کی گود سے نکلتی باہر کو بھاگی۔

مرحا بھی ارمان سے بچنے کی خاطر جلدی سے کمرے سے رفوچکر ہونے ہی لگی تھی کہ ارمان نے جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ کر اسے تھاما۔

اس کا بازو اپنی گرفت میں لیتے دروازے کو لوک کرتا اس کی طرف مڑا۔

"یہ آج کل کچھ زیادہ نہیں دل کر رہا تمہارا کھٹا میٹھا کھانے کا کبھی آئس کریم کھا رہی ہوتی ہو کبھی املی۔۔۔ میڈم یہ چکر کیا ہے"

وہ اُسے جانچتی نظروں سے دیکھتا بولا تو اُس نے سر جھکا لیا۔

"میرا۔۔دل کرتا ہے تو۔۔۔ کھا لیتی ہوں اس میں چکر کی۔۔۔کیا بات ہے"

وہ نظریں جھکائے بولتی ارمان کے شق کو یقین میں بدل گئی۔

"کل تم میرے ساتھ ٹیسٹ کروانے چل رہی ہو"

ارمان کی بات پر وہ شرم سے سرخ پڑی۔

"جیسا آپ۔۔ سوچ رہے ہیں ویسا۔۔۔ کچھ بھی۔۔ہے" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی تو ارمان مسکرایا۔

"تمہیں کیسے پتہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟"

اس کے سوال پر مرحا نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔

میں تو بس۔۔۔۔۔۔۔۔ ارمان پلیز۔۔۔ مجھے تنگ بھی کریں "

نا ں"

جب کوئی بات نہ بنی تو وہ منت پر اُتری۔

میں تنگ تو بھی کر رہا تمہیں۔۔۔ بس اپنی محنت کا پھل چاہتا "

ہوں"

وہ بے باکی سے کہتا اُس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر گیا۔

"بہت۔۔ بُرے ہیں آپ۔۔ مجھ سے بات نہیں کریں"

وہ کہتی اُس سے ہاتھ چھڑانے لگی تو ارمان نے گھور کر اسے دیکھا۔

وہ بھی اس کی نظروں میں وارننگ سمجھتی مزاحمت ترک کر گئی۔

"میں ذرا علشبہ کو دیکھ لوں پتہ کہاں گئی ہو گی"

وہ نیچے دیکھتی بولی تو ارمان نے سر ہلا کر اُس کی کلائی چھوڑی اور واپس بیڈ پر اس کر لیپ ٹاپ سن کر کے مسکراتا ہوا اپنے کام میں لگ گیا۔

وہ بھی سیرت کے کمرے میں آئی تا کہ اُس میڈم کو کچھ کھلا پلا لئے جو صبح سے شرارتوں میں لگی تھی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـــــــــــ

"بہرام چھوڑیں ناں مجھے ساحر کو فیڈ کروانا ہے"

سیرت جھنجلا کر بولی تھی۔

رات کے تین بج رہے تھے مگر بہرام خانزادہ کی منمانیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

جب ساحر نے اپنا والیم فل کیا تو سیرت نے بہرام کے کندھوں پر مکے مارتے اُسے رکنے کا کہا۔

ایک طرف شوہر اور دوسری طرف بیٹا۔۔۔سیرت کا تو دن رات کا سکھ چین ختم کرنے کے لیے یہ دونوں کافی تھے۔

بہرام نے ایک نظر گھور کر کاٹ میں روتے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جو جب سے آیا تھا اس کے رومانس میں ہی ٹانگ اڑا تا رہا تھا۔

بہرام اُس سے الگ ہوا تو وہ اپنا حلیہ درست کرتی بیڈ سے اٹھی اور لائٹ آن کی۔

پھر کاٹ کے پاس جا کر ساحر کو اپنی گود میں لیا اور واپس آ کر دوبارہ لائٹ آف کرتی بیڈ پر بیٹھی۔

بہرام اب شرٹ لیس تکیے پر کہنی ٹکائے اسی کی طرف رخ کیے لیٹا تھا۔

"آپ سو جائیں"

وہ ساحر کو خود سے لگاتی بولی تو بہرام نے ایک سرد آہ بھرتے سر تکیے پر رکھا۔

شاید اب اُسے ساری زندگی یُونہی سونا ہی تھا ہاہا۔۔۔

سیرت نے بہرام کی زندگی میں آتے ہی اُس کے رعب کو ایک طرف رکھتے اپنی جگہ سیٹ کی تھی۔

بہرام کبھی غُصہ ہوتا بھی تو وہ اثر نہیں لیتی آخر بہرام نے تنگ آتے اُسے ڈانٹنا ہی چھوڑ دیا تھا۔۔۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

"بابا۔۔۔بابا"

دوسالہ نورالعین کی آواز پر آویز شاہ کی نیند کھلی تھی۔

باہر زور زور سے دروازہ بھی پیٹا جا رہا تھا۔

آویز نے ایک نظر اپنے پہلو میں دیکھا تو وہاں مہروش موجود نہیں تھی۔

اسے اپنے قریب نہ پا کر آویز کے ماتھے پر بل پڑے۔

پھر وہ سر جھٹکتا یُونہی صرف بلیک ٹراوزر میں دروازے تک آیا۔

اُس نے دروازہ کھولا تو سامنے عینا کو روتے دیکھ اُس کی جان لبوں کو آئی۔

اُسے کہاں برداشت تھا اپنی فیری کا رونا۔

آویز نے بلاتاخیر اُسے اُٹھایا اور اندر لایا وہ بھی اس کی گردن میں سر چھپائے زور زور سے رونے لگی۔

Zubi Novels Zone

"عیناوٹ ہیپینڈ ٹو یو مائے لو"

وہ اُس کے بال سہلاتا بولا تو اُس نے روتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ماما۔نے۔۔مالا"

وہ روتی ہوئی بولی تو آویز کی گردن کی رگیں غصے سے واضح ہوئیں۔

اوکے کوایٹ مائے ڈول۔۔۔میں ابھی ماما سے پوچھتا ہوں کہ " "میری جان کو کیوں ڈانٹا اُنھوں نے

وہ اس کے آنسو صاف کرتا محبت سے بولا تو اُس نے زور زور سے سر ہلا یا۔

آویز کا غصّہ اب مزید بڑھ چکا تھا ایک تو محترمہ اس کے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر نیچے جا چکی تھی حالانکہ آج سنڈے تھا اور آویز نے اُسے منع بھی کیا تھا۔

دوسرا اب وہ اس کی بیٹی کو مار چکی تھی۔

غصّہ تھا تو اسے زیادہ پہلے وجہ کا مگر و نکالتا دوسری وجہ سے۔

وہ نور العین کو بیڈ اور بٹھا کر خود ریکنگ کے قریب آیا۔

"مہروش"

وہ اس قدر بلند آواز میں بولا کہ لاؤنج میں ڈائننگ پر ناشتہ سیٹ کرتی مہروش کانپ کر رہ گئی۔

"اسے صبح صبح کیا ہوا جو ایسے چلا رہا ہے"

رابعہ بیگم نے اُس سے سوال کیا تو اس نے جانتے ہوئی بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"مہروش روم میں آؤ"

وہ دوبارہ وہیں سے دھاڑا تو مہروش نے بے بسی سے رابطہ شاہ کو دیکھا۔

صبح ہلکا سا ٹچ کر دیا تھا غصے میں نور کو اسی نے شکایت لگائی ہو گی "
"اسی لیے غصّہ ہیں شاید

وہ پریشانی سے بولی تو اُنہیں نے سر ہلایا۔

"اچھا کچھ نہیں ہوتا چلی جاؤ نہیں تو زیادہ غصّہ ہو گا"
وہ نرمی سے بولیں تو مہروش نے ایک نظر اوپر کی جانب دیکھا پھر آہستہ سے قدم بڑھائے۔
وہ روم میں آئی تو آویز سامنے غصّے سے سرخ چہرہ لیے موجود تھا۔

"کہاں تھی تم۔۔۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی میری آواز"

وہ سختی سے بولا تو مہروش نے سر جھکایا۔

"ناشتہ لگا رہائی تھی اس لیے دیر ہو گئی"

وہ نرمی سے بولی تو آویز نے گھور کر اسے دیکھا۔

"عینا کو کیوں مارا تم نے؟"

وہ غصے سے با تو مہروش نے دل ہی دل میں اُسے سو سلواتیں سنائیں۔

رات کو کیسے محبت نچھاور کی جا رہی تھی اور اب کیسے ڈانٹ رہا تھا۔

"مارا نہیں ہے میں نے بس ایک ہاتھ آہستہ سے ٹچ کیا
تھا۔۔۔۔یہ صبح سے مجھے تنگ کر رہی تھی"

مہروش نے وضاحت دی مگر اُس کا غصّہ ویسے کا ویسے ہی تھا۔

"چلو یہ تو تم نے ٹچ کیا اور صبح جو میرے کہنے کا باوجود تم اٹھ کر
نیچے چلی گئیں اُس کا کیا"
وہ سختی سے سرخ آنکھوں سے اُسے گھورتا ہوا بولا تو مہروش نے
نظریں چرائیں۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے اٹھ گئی"

وہ آہستہ سے بولی اور ایک نظر اپنی دشمن کو دیکھا جو تیلی لگا کر خود اب باہر جا رہی تھی۔

"مجھے جگا دیتیں"

وہ غصے سے بولا تو مہروش نے اُسے دیکھا۔

"سوری"

وہ بولی تو آویز کچھ نرم پڑا۔

"اٹس او کے بٹ مہر یہ حرکت کر کے میرا ویک اینڈ مت خراب کیا کرو یار"

وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا تو وہ مسکرائی۔

"آپ بھی خود کو تھوڑا ٹھیک کریں آویز شاہ۔۔۔آپ جتنا مجھے ڈانٹتے ہیں ناں میں ناراض ہو جاؤں گی آپ سے"

اُس کی دھمکی پر آویز نے اُسے گھورا۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہیں ناراض ہونے دوں گا"

وہ کہتا ہوا اسے خود میں بھینچ گیا تو وہ مسکرا دی۔

آئی ریلی لو یو مہر۔۔۔میں سوچتا ہوں تم نہ ہوتی تو میرا کیا "ہوتا"

وہ محبت سے بولا تو مہروش نے اُس کے گرد حصار قائم کیا۔

"میں بھی یہی سوچتی ہوں"

وہ دل سے بولی تبھی کمرے میں کبیر اور روحان داخل ہوئے تو وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوتے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

**ختم شدہ**

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لیئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کرسکتے ہے جو ناولز آپکو کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

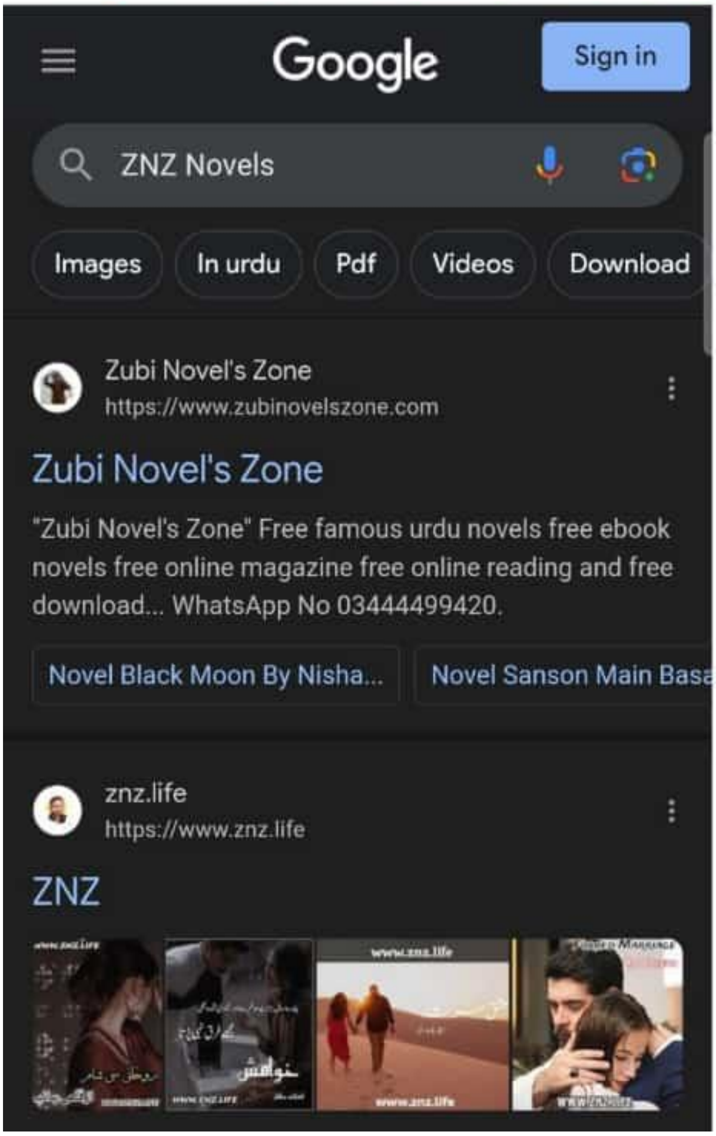


تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں
ZNZ NOVELS
ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کرکے
باآسانی ڈاؤنلوڈ کرکے پڑھ لیں
مزید کے لیئے رابطہ کریں

0344 4499420

# For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری
پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاٹسیپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

https://wa.me/923444499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

# For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

Zubi Novels Zone